

تذكرة

حضرت مولانا محمد يوسف دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

معتبر

عبدالرشید رشد

مکتبہ الرشیدی

۳۲۔ اے، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

نام کتاب	تذکرہ مولانا محمد یوسف؟
مرتب	عبدالرشید ارشد
ناشر	مکتبہ رشیدیہ لاہور
مطبع	استقلال پرنس لاہور
لقداد	ایک ہزار
صفحات	۲۸۸
بار	اول محرم ۱۳۸۶ھ اپریل ۱۹۶۷ء
قیمت	چھ روپے

فهرست مندراجات

۱۲	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	پیش لفظ
۲۳	مولانا محمد منظور رحمانی	دولتِ مستعمل
۳۹	مولانا محمد اشرف ایم۔ اے۔	چند تجربے اور مشاہدے
۶۳	مولانا شیم احمد فریدی امرفہنی	یوسف اقلیم دین و دعوت
۷۵	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	مولانا کی چند خصوصیات
۸۰	مولانا سید محمد شانی حسنی	د مکتوب
۱۲۱	صادق لسٹوی	حمد سے محدثک
		تیرے بختییرِ انظم

تمثیل

التدبرت براہے ۱۲۳	
اپنے طریقوں کو نیروں کے طریقوں سے بدلو ۱۳۳	
خطاب عزفات ۱۴۲	
کامیابی اور ناکامی کی حقیقی بنیاد ۱۵۲	
آسمان تیری لحد پر شیبم افتخاری کرے ۱۶۲	
آخری لمحات ۹۸	
اکھار اور امت مُسلمہ ۱۷۰	
ایک اہم تفہیم ۱۸۰	

۲۵۵ ارشادات و مفہومات
۲۶۶ تائزات عتم
۳۴۹ حضرت جیؐ کی دعا
۳۴۸ تبلیغ کے چھ بیڑوں کا حاگر
۲۸۴ حضرت جیؐ کے ساجزادہ اور جانشین کامشنتر کے ممتاز
۲۸۵ سیخ وصال - سید نفیس الحسینی
۲۸۶



لِسَمْعِنَهُ الرَّحْمَنُ الرَّجِيمُ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

پیش فقط

علم و فضل کی دنیا میں ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہے کہ والد اگر علم و عمل، زہد و تقویٰ، جہد و سہت اور ارشاد و سوکھ میں لیگا نہ روزگار ہے تو بیبا مجی اپنی اوصاف میں فرد و حیدر ہو، ہندوستان میں اس کی نظیر خاندان ولی اللہ میں ملتی ہے کہ حضرت شیخ عبدالرحیم کے گھر شاہ ولی اللہ پیغمبر امروتے تو شاہ ولی اللہ کے ہاں شاہ عبد العزیز۔ شاہ عبد القادر، شاہ رفع الدین اور شاہ عبد الغنی رحمہم اللہ اجمعین جیسے عارفین و کاملین پیدا ہوتے جن کی نظیر و شیل خبیثہ۔

الف ثانی: اور امام الحدیث شاہ ولی اللہ کے علاوہ پورے اسلامی ہندوستان میں نہیں ملتی اور اپنے زمانے میں پورے عالم اسلام میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے اور پھر ان صاحبزادگان والا تبارک اولاد بھی علم و فضل کے اعتبار سے کچھ کم مرتبہ نہیں رکھتی۔ اسی قبلیہ کے ایک فرد شاہ اسماعیل شہید اور اسی خاندان کے تربیت یافتہ حضرت سید احمد شہید تو صاحبہ کرامہ کے بعد اپنے جہد و عمل اور ایثار و خلوص کی بدولت پوری امت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ بلا کسی تشجیبہ و تیشیل کے انبیا علیم السلام کے مقدس گروہ میں جوان یا زیادتی مقام حضرت ایسا علیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا ہے۔ یہی مقام امت محترمہ علیہ التعلیۃ والسلام میں خاندانی لحاظ سے شاہ ولی اللہ کے خاندان کا ہے۔۔۔۔ اور پھر اسی خاندان کی معنوی دروحانی اولاد مشائخ و اکابر دیوبندی میں کہ اس جماعت کے علماء نے اپنے علم و فضل سے کتاب و سنت کی خدمات جلیلہ و عظیمہ کی جوتا بنا ک مشاہد کی ہے اس کی مثال بھی مشکل ہی سے ملے گی۔۔۔۔ اس جماعت کے آخری دور کے علماء و مشائخ میں سے ایک نامور شخصیت حضرت مولانا محمد ایاسؒ کی ہے اس پر

تفسیل مطالعہ کے لئے "مولانا محمد ایاس" اور ان کی دینی دعوت" بیز مکاتیب و محفوظات مرتبہ مولانا سید ابوالحسن ندوی مطبوعہ لکھنؤ، بہترین کتابیں ہیں) حضرت مولانا محمد ایاس اپنے تمام علم و فضل کے باوجود ملک گیر شہرت کے مالک تھے مگر ان کے فرزند ارجمند اپنے گرامی قدر والد کی چنانی ہوتی تحریک کی تیادت و امارت کرتے ہوئے عالمیگر شہرت کے مالک ہوتے تاہم "الفضل للستقدم" و من سن سنتہ حستہ فلام اجرہا واجر من عمل بہا (الحدیث) کے مصداق مولانا محمد یوسف" اور ان کے ساھبیوں کی خدمت اور رفضل و شرف بھی انہی کا حصہ ہے اور نیک بیٹی کے اعمال کے اجر باب کو بھی برابر ملتے رہتے ہیں) اور اس وقت دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو گا جہاں تبلیغی جماعت کے افراد کے مبارک قدم نہ پہنچے ہوں۔ پچاس برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اور پھر اس میں سے بھی اکیس برس مولانا نے تحریک کی سیادت کی لیکن برق رفتاری کا یہ عالم تھا۔

ہیں مرد جماہد کے بھی انداز زارے رفتار قیامت کی ہے پاؤں میں ہیں چکارے حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ گفتار و کردار میں اس نامانہ میں اللہ کی براہن تھے۔ دریا و صحرائں کی ٹھوکر سے دونیم تھے۔ پورا عالم ان کی تہجی و دلو کے سامنے سست کر رہ گیا تھا۔ ان کا اپنا کوئی ارادہ نہیں تھا، کوئی خواہش ان کی اپنی خواہش نہیں تھی، وہ خدا نے تبارک و تعالیٰ کے مقاصد و احکام کے توجیہ و عکاس تھے۔ ان کی پوری زندگی کتاب دستت کی تبلیغ کے لئے وقف تھی، ان کا مقصد زندگی ایک ہی تھا کہ غیر مسلم مادی آسائش اور زندگی کی راحت و آرام کے لئے جیتا ہے؛ اس کی دشمنی بھی لفڑانی، محبت بھی لفڑانی لیکن مسلمان کی تخلیق امر بالمعروف اور نهى عن الشکر کے لئے ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی رحمان کے لئے بیتا ہے۔ وہ اُسی کی رہنمائی خاطر بیان دیتا ہے۔ مادی افران اس کی معلمی نظر نہیں ہوتیں ہیں وجب ہے کہ وہ حودانتات میں جو مسکراتے رہے۔ جمادات، معزیزی تذکرے کی چکا چوند اور راہ کی تاریخیں ان کا اسٹرنے روک سکیں۔ حالات کی ناسازگاری کو وہ کبھی خاطر میں نہ

لاست، تکالیف و مصائب کے پھاڑان کے وقار و نمکنست میں فرق نہ ڈال سکے، وہ
تاریخیوں میں ایمان کی شعبیں جلاتے، مردہ دلوں میں حیات تازہ دوڑاتے، دنیاوی امور
میں عزت النازل کو فکر آخرت دلاتے اور روحانی و اخلاقی اقدار کو زندہ کرتے ہوتے
ایک تبلیغی سفر میں اس جہان سے اور اپنی جان سے گذر کر زندہ جاوید ہو گئے۔

مولانا کی زندگی میں ان کی سیرت و کردار پر بہت کم لکھا گیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ
یہ ہے کہ حضرت جیؓ اس کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ کسی فتنہ کی کوئی تشریح ہو۔ وہ عمل اور صرف
عمل کے قابل تھے جیسا کہ قاریین کو کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا۔

حضرت جیؓ نے ایسی مصروف اور عمل زندگی لگزاری کہ اس کی نظر ماضی تربیت حضرت مولانا
سید حبیب الرحمن قدس سرہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ اور یاد بھر ان
کے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کی طہی ہے۔ حضرت جیؓ نے اکیس بائیس برس
میں کتنا زیادہ کام کیا اس کا اندازہ کرنا ہو تو کبھی رکھے وہ بجا کر سالانہ تبلیغی اجتماع دیکھنا چاہیے
میرا خیال ہے کہ جج کے بعد پوری دنیا نے اسلام میں منتخب اور اسلامی جذبہ عمل سے سرشار
وگوں کا اتنا بڑا اجتماع شاید ہی کہیں ہوتا ہو لیکن اس قدر کام کے باوجود کوئی اخبار نہیں،
میر سازی نہیں، رحیث نہیں، کوئی چندہ نہیں اور کسی فتنہ کا کوئی پروپگنڈہ نہیں حالانکہ دنیا کا
کوئی کونہ ایسا نہیں رہا جہاں جماعت کا کام نہ پہنچا ہو۔

بیان "دعوت" اور تبلیغی نظام اور اس کی ضرورت یا پھر اسلام میں اس کی کتنی اہمیت
ہے، پر لکھنا پیش لفظ کو طویل کرن لے۔ پوری کتاب میں یہی کچھ بیان کیا گیا ہے حضرت مولانا
کی زندگی کا ماحصل یہ تھا اور اسی کی خاطر اسی سفر میں انہوں نے جان جان آفریں کے پر دکی۔
حضرت جی کی وفات پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ نہما جاتے گا۔ اردو، فارسی، عربی
انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بیش بامضایں شائع ہوئے جو مختلف رسائل اور اخبارات
میں وقتاً فوقاً چھپتے رہے۔ ماہنامہ "الفشن تان" لکھنوار سبقت روزہ خدام الدین لاہور

۸

نے خالصہ شخصیم خاص نمبر لٹکائے اور دوسرے عام شماروں میں بھی مختلف اوقات میں مصنایں
چھپتے رہے اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلہ میں ہفت روزہ "المبڑ لاپڈر" نے
بھی قبیلی مصنایں شائع کئے، اس کے علاوہ پر صیر پاک وہندہ کے اکثر دینی پوچھوں نے حضرت مولانا
کو خراج عقیدت ادا کیا..... تاہم یہ تمام پرچے، ماہنامے، ہفت روزے یا سو روزہ
ہیں۔ بعض مخلص احباب نے ہمیں توجہ دلائی کہ طبع شدہ منتخب مصنایں پر مشتمل ایک کتاب مرتب
ہونا چاہیے جس میں حضرت مولانا کی اسم تقریبیں، مکتوبات اور دیگر علمی چیزیں لیکجا جمع کر دی
جائیں..... راستم الحروف کافی عرصہ اس بارے میں متذبذب رہا۔ بالآخر احباب
کا اصرار غائب آیا۔ اب یہ مجموعہ "تذکرہ مولانا محمد یوسف" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے
ہو سکتا ہے آئندہ ایڈیشن میں اس میں کچھ اور اضافہ ہو۔ ہمارا خیال تھا کہ کتاب دو صفحات
سے زیادہ تر پھیلے پھر بھی ۲۸۰ کے قریب صفحات ہو گئے اور کئی مصنایں کے متعلق حسرت ہی
رہی کہ کافی وہ بھی شامل کتاب ہوتے۔ تابعین سے درخواست ہے کہ وہ مرتب کے حق میں
دعائے خیر پر کیں۔

مرصد حمد المدرسہ

۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ، لاہور

میں قسم کھا کر کتنا ہوں جس طرح یہ تواروں کو زیر کرنے والا راستہ ہے (تبیخ دین اور دعوت الی اللہ کا رستہ مراد ہے) اسی طرح اس زمانے کی ایجادات، ایمیٹیٹ و سائنس کو زیر کرنے والا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے کے بنی نہ ہوتے یہ قیامت تک کے فیصلے ہیں۔

ہمیں ملک کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں۔ بھیمار کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں امریکہ اور روس کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب خدا ہمارے ساتھ ہو جائے گا۔ تمہیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہم کو گورنریوں، وزیریوں، کروڑپتوں کے آگے ہاتھ جوڑنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ ہمارے آگے ہاتھ جوڑیں گے۔ امریکہ و روس ہمارے آگے جھکیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو جائیں گے۔ وہ کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جائے گا۔

حق تعالیٰ شاذ نے کامیاب زندگی گذارنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایک طریقہ دیا ہے۔ ۲۴ گھنٹے میں پیش آنے والے تمام اعمال کے طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اگر یہ طریقہ زندگی میں آ جائیں۔ تو اس بات کی خصانت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ ترین عزت نصیب فرمائیں گے خواہ ان کے پاس ایمیٹیٹ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوں۔

انسانوں کی جو زندگی بننے گی، دنیا میں انسان جو چکیں گے تو خواہش دبانے کے بعد پھر خواہش پوری کرنے کے لئے حدود قائم رکھیں۔ عورت ممکن دغیرہ کی خواہش کی ایک خاص حد رکھی ہے۔ خواہشات کے مقابلے میں احکامات والے طریقے ہیں۔ احکامات میں جیسا ممکن کو بنانے کو کہا گیا ہے دیسا بنایا جائے۔ شادی کا ایک طریقہ خواہش کا ہے۔ اس طریقے سے

شادی نہ کی جائے بلکہ احکام کے مطابق شادی کرے۔

جو علم انسان اپنے پاس رکھتا ہے وہ باقی رہنے والا نہیں ہے۔

بہالت کی دو قسمیں ہیں۔ نہ جانتا اور غلط جانتا۔ اس لئے تعلیم کا لفظ بول کر دنیا کے علم کو جاننے پر محروم کر لیتے ہیں۔ جو غلط استعمال ہے لفظ علم کا۔ علم انسانی یہ ہے کہ مجھے سے یہ ہو سکتا ہے۔ راکٹ سے یوں ہو جائے گا۔ کار خانہ سے یہ ہو جائے گا۔ گوایجن سے ہتا پچھ نہیں، اس کا علم ہے۔ مگر جس سے سب کچھ ہوتا ہے اس کو جانتے نہیں۔ اس لئے حقیقت میں علم نہیں۔

من تو شدم، تو سن شدم، من تن شدم، تو جان شدی
تاکس نہ گویہ بعد ازین، من دیگرم، تو دیگری

یہ حضرت امیر خسروؒ کا مشہور ترین شعر پڑھ کر فرمایا "اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم خدا ہو جاؤ۔ خدا نام انبیاء، تمام صحابہ، تمام ادیا، عزت، قطب، ابدال، صلحاء، شہداء اور سب سے بڑھ کر سید الادلین والا آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا نہیں ہو سکتے اور نہ ہو سکے۔ بلکہ بندے رہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اپنی چاہت اور اپنی رضی نہ رہے۔ جو چاہت اور رضا خدا تعالیٰ کی ہو، وہی بندے کی ہو جائے۔ وحدت کا بھی یہی مفہوم ہے اور فعلی کو مٹانے کا بھی یہی مطلب۔ حلول وغیرہ کا مفہوم تو کفار و مذاہب بالطلہ کا ہے۔ حجاب خودی بھی یہی ہے۔ کہ بندے کی خواہیں اللہ تعالیٰ کی خواہیں پر چلنے سے مانع نہ آئیں کلمہ بھی یہی چاہتا ہے اور جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو تمام عالم، تمام حکومتیں اور زمین و آسمان کے خزانے حتیٰ کہ فرشتے بھی اس کے تابع کر دیتے جاتے ہیں۔

اگر ایک شخص ایسے مکان میں ہو جس میں تشویشیں لگے ہوئے ہوں۔ اس میں ایک چڑیا اٹرہی ہو۔ تو بلاشبہ سوچ گدہ اُڑتی نظر آئے گی۔ لیکن اس ایک چڑیا کے سوا سب کے سب اس کے قلے اور شیشیوں میں اُتری ہوئی تصویریں ہیں۔ جو شخص اس ایک اصلی چڑیا کو پکڑے گا۔ سب کے سب اس کے ہاتھ آجادیں گی اور جو اُسے چھوڑ کر دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کرے گا۔ عمر بھر محنت کرتا رہے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ فرمایا اسی طرح اگر کوئی اسی ایک ذاتِ حقیقی کو حاصل کرے گا تو قام ضروریات خود بخود اس کے قبضہ میں آجادیگی اور اسے چھوڑ کر جتنی بھی محنت کرو۔ سب رائیگان اور فضول۔ اد کما قال رحمة الله تعالیٰ

انسان عنصر اربعہ کا مجموعہ ہے۔ ہر عنصر میں خاص اثر ہے۔ ان کے نام اس ب اثرا سے محفوظ رہنے کے لئے ابتداءً آذان میں چار بار تجویز کیا جائی گئی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مولانا محمد نارون مقام (جو ان دلوں مولانا محمد یوسفؒ کے جانشین مقرر ہوئے تھے) بیمار پڑ گئے۔ ان کے سر پر ایسا خطرناک چھوڑا نمودار ہوا تھا کہ نازک صورت حال پیدا ہو گئی۔ معاملے کی سنگینی کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا محمد یوسفؒ صاحب کو مطلع کیا۔ کہ وہ گھر میں جلد پہنچنے کی کوشش کیں اور صردینی و تبلیغی کاموں میں حضرت جی کی روایتی مصدر فہیت و مشغولیت کے باعث کچھ دیر ہو گئی۔ حضرت پہنچنے تو ایک نگاہ اپنے مرضی لخت جگر کو دیکھ کر پہلے سلسہ تبلیغ اسلام اپنے سفر پر روان ہونے لگے۔

حضرت شیخ الحدیث نے صورت حال کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کچھ توقف کرنے کا اطمینان فرمایا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنے اپنے قابل صد احتتام شیخ کی خدمت

میں عرض کیا:-

”حضرت! جب یہ پیدا ہوا تھا۔ تو میں نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ دھماگی تھی کہ ”اے اللہ! اگر اس رہنمک سے تجھے دین کا کام لینا مقصود ہے۔ تو اسے زندہ و سلامت رکو۔ ورنہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں۔“ اگر اللہ پاک کراں سے دین کا کام لینا مقصود ہو۔ تو یہ ضرور زندہ و سلامت رہے گا۔ ۱۔ از ملفوظات حضرت جی میں تو رجاتا ہوں“

خوش خشید دے ولت بھل بو

از مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

ہم لوگوں کی نگاہ میں ان کی جو قدر و منزلت ہے، اس کو تم کیا جائز ہے نہ دوستان کے لوگوں کے حالات ہم سے پرشیدہ نہیں، کہ یہیں کی پیدائش ہے اور یہیں عمر بسریتی، بلکہ کب کنود دیکھا ہے اور اس کی حیثیت کی ہے، افغانستان اور ایران کے لوگوں کے حالات دہان کے معتبر لوگوں کی زبان سے، اس سبکے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے اک کوتی ایسا بزرگ بوجادہ شریعت اور طریقت پر اور کتاب سنت کی پیری میں ان کی طرح استوار و مستقیم ہوا در طالبین کی زینتی میں اس کا پایہ آتا بلند، اور اس کی ترجیح اُنی قوی ہو، جو اس دو ریں ان ملکوں میں کسی ملک میں جن کا اور پرہم نے تذکرہ کیا، پایا نہیں جاتا۔ دور مااضی اور بزرگان سلطنت میں بیشکت تھا کتنا ہے بلکہ سچ پوچھتے تو ہر زمانہ میں ایسے باکمال بزرگ زیادہ تعداد میں پائے نہیں جاتے، چچا گیکا ایسے زمانہ میں صحقوں اور فساد سے پڑتے ہے۔

آنچہ تدریس ایشان ماردم می دانیم شما بچہ دانیس، احوال مردم ہنسد برماخنی نیست کہ خود مولود و مختار فقیہ است و بلا و عرب را نیز دیدہ ایم، و سیر نووہ، احوال مردم دلایت از ثقافت انجام شنیدہ ایم، و تحقیق کردہ کہ عزیزی کہ بر جادہ شریعت و طریقت داتاباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد، و در ارشاد طالبان شافی عظیم و نفس قوی دارد، درین جسند و زمان مثل ایشان در بلا و مگر ریافتہ غنی مشور مگر در گذشتہ لگان، بلکہ در ہر جز زمان وجود ایں چندیں عزیزان کرتے بودہ است چچ جاتی ایں زمان کہ پر فتنہ و فساد است لہ

ان الفاظ میں حکیم الامت، امام وقت حضرت شاہ ولی اللہ وہ بھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نام معاصر حضرت میرزا منظہ جان جانان کے تعلق شہادت دی ہے، جس وقت یہ الفاظ کے گئے ہوں گے، لکھنے اہل علم اور واقفین حال کو استعجائب ہوا ہو گا۔ اور لکھنے ابنا تے زمانہ نے اس کو مبالغہ اور غلو پر محول کیا ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ معاصرت بہت بڑا حجاب ہے اور جب ذوق اور طریق کار کا اختلاف بھی شامل ہو جاتے اور روشنی دروازی طریقوں کے رجحانات بھی درمیان میں حائل ہوں، تو پھر حجاب نہیں بلکہ ایک سُنگین دیوار یعنی میں آگ کھڑی ہو جاتی ہے اور اس شخصیت کے متعلق لکھنے ہی خلوص و صداقت اور لکھنے ہی اختیاط اور احساس ذمہ داری سے کہا جاتے، اس کو مبالغہ یا خوش عقیدگی پر محول کیا جاتا ہے۔

راقم سطور کو اپنی بےضاعتی اور سنتی دامتی کا پورا احساس ہے، لیکن یہ ایک تقدیری بات ہے کہ اس کو ماں اک اسلامیک سیاحت اور عالم اہل اسلامی سے واقفیت کے ایسے ذراائع اور مراتع میسر آتے جو (بلکہ تدقیق و تحقیر کے) اس کے ہم وطنوں اور ہم عمروں کے بہت کم اشخاص کو میسر آتے ہوں گے۔

دنیا نے اسلام اور بالخصوص ممالک عربیہ کے دینی، علمی اور وحایی علاقوں کو بہت قریب سے دیکھنے اور برپتنے کا اتفاق ہوا، ذور حاضر کی مشکل سے کوئی تحریک اور کوئی عظیم شخصیت ہو گی جس سے ملنے اور تعارف حاصل کرنے کی سعادت نہ حاصل ہوئی ہو۔ اس وسیع واقفیت کی بنابر (جو کسی کا ذاتی کمال اور سرمایہ فخر نہیں) یہ کھنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ ایمان بالغیب کی دعوت، دعوت کے شغف اور انہاک اور تاثیر کی وسعت و قوت میں اس ناکارہ نے اس ذور میں مولانا محمد یوسف صاحب کا کوئی ہمسرا و مقابل نہیں دیکھا، یوں ان کی نادرۃ روزگار شخصیت میں بہت سے ایسے کمالات پائے جاتے تھے، جن میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، ان کی ایمانی قوت، ان کا اعتماد و توکل، ان کی ہمت و جرأت، ان کی نماز اور دعا، صاحبکرام کی زندگی سے ان کی گہری واقفیت اور ان کے حالات کا استحضار، اتباع سنت کا اہتمام، فہم قرآن اور واقعات ادبیاً سے عظیم نتائج کا استخراج، دعوت تصنیف کے متضاد مشاغل کو جمع کرنے کی قوت، اور آخر میں ان کی غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت یہ سب ان کی زندگی کے وہ پہلو اور نمایاں صفات ہیں جن کے متعلق بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور جس کے

ل فقط لفظ کی تصدیق دہ سب لوگ کریں گے جن کو ان کی خدمت میں کچھ دن رہنے کی سعادت، یا کسی سفر میں رفتار کا شرف حاصل ہوا ہے اور ان کی تعداد ہزاروں کی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ سب اور ان کے مساوا اور بہت سے ہیلو ان کی آنکھ اور سیرت کا موضوع ہیں اور ان میں سے بعض کیا لاث امتیازات دہ ہیں جن میں ان کے سیم و شریک مل سکتے ہیں اور بعض شخصیتیں ان میں ان سے فائدہ بھی ہو سکتی ہیں لیکن، اقلم نے ان کے جن امتیازات کا یہاں انتخاب کیا ہے ان میں (اپنے محدود واقفیت (علمیں) ان کا کوئی شریک، دوسریم اور ان کا کوئی مدقابل نظر نہیں آتا۔ والغیب عند اللہ

جہاں تک پہلے عنوان کا تعلق ہے، ہم نے غیری حقائق، اللہ کے وعدوں اور انبیاء علیهم السلام کی دی ہوئی اطلاعات پر ایمان لانے اور ان کے اعتماد و تقویں پر اپنی زندگی کی کشتم کو حچوڑ دینے کی ایسی و اشتکاف طاقتور اور بے لگ دعوت کسی دوسری جگہ نہیں دیکھی جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ذات صفات، اس کی قدرت کی فیکون اس کے بلا شرکت غیرے پورے نظام عالم کو چلانے اسباب کی بے حقیقتی، خواص اشیاء اور انسانی تحریرات کی بے اعتباری، محسوسات و مشاہدات کی تحقیر و لفڑی، احکام الہی اور نظامِ قشری کے سامنے نظامِ تکوینی کی پرانہ ازی مغلوبیت، ایمانی صفات و اخلاق اور اطاعت و عبودیت کے سامنے وسائل و ذخائر کی بے حقیقتی، حاملین بیوت اور اہل ایمان و عوت کا ارباب اقتدار، اہل حکومت اور سرمایہ داروں کے مقابلہ میں فتح و فلکہ، خدا کے وعدوں کی ابدی صداقت اور سنت اللہ کی ہمہ گیری کا مضمون اپنی پوری ایمانی قوت اور اپنے والہانہ انداز بیان ہیں بیان فرماتے تو سننے والے اتنی دیر کے لیے اس خواص و مادہ پرستی کی دنیا سے منتقل ہو کر ایمان بالغیب کی دنیا میں پہنچ جاتے اور اسباب و سببات کا سلسلہ اور خدمات و نتائج کا ربط و تعلق اتنی بے کار و بے حقیقت نظر آنے لگتا تھا کہ ہم جیسے مدرسی فوگوں کو بعض اوقات اس کی نکدی پیدا ہو جاتی تھی کہ کہیں یہ دعوت سننے والوں میں ترک اسباب اور تجوہ و رہنمائیت کا رجحان نہ پیدا کر دے، لیکن اس دور مادیت میں جہاں اسباب نے ارباب کی شکل اختیار کر لی ہے اور ایک عالم کا عالم اپنی قسمت کو مادی اسباب اور اپنی ذاتی کوشش و قابلیت کے ساتھ وابستہ کر چکا ہے اور کسی دین

دعوت و تحریک کو دُہ تلندر صفت افراد نہیں بل رہے ہیں جن کا عشق اسیں نمودر میں بے خطر کو دُہ عقل کو

کو "محیر ماشائے لبِ بام" کر دے، بلکہ اس تھوڑے سے ایثار و قربانی کی جنس بھی نایاب ہو گئی۔ یہ جس

کے ایندھن کے بغیر کسی تحریک کی گاہڑی دو قدم بھی نہیں چل سکتی۔ مادی ترقی اور مادی اقدار کی اہمیت

تقدسیں کی مسلسل اور پُرچرش تبلیغ و تلقین نے خود اس امت کو متاثر کر لیا ہے جس کی ساری طاقت

اور سب کی فتح کاراز ایمان بالغیب کی قوت رضاۓ الہی کی طلب اور جنت کے شرق میں منصر ہتا۔

مسلمان نے ذرائع معاش کو اپنا رزاق سمجھ لیا ہے، مادیت کی اس دبائے عام کے دُور میں بلا نام جمہوریف

صاحب کی ایمان بالغیب کی اس دعوت سے بعض اوقات یمنکڑوں سامعین کے دل ایمان کے جذبہ

سے مسحور اور قربانی کی لذت سے مخوب ہو جاتے تھے، اور دُو اس کے اندر سے ایثار و قربانی کے ایسے نمونے

پیش کرنے لگے تھے جن کو عقل و دلائل، حکمت و مصلحت، اور علم و خطابت کی کسی بڑی سے بڑی طاقت

سے حاصل نہیں جاسکتا تھا، اور جن کی یمنیا در پر تحریک دُنیا کے دُور دراز گوشوں میں پہنچ گئی ہزاروں

آدمیوں نے جن میں ہر طبقہ کے لوگ تھے ہمینوں کے لیے گھر بارج پھوٹ کر دوسرے بیانظموں کا سفر کیا

اور دعوت و تبلیغ کے راستہ میں بڑی بڑی مشقیں برداشت کیں، انہوں نے بڑی دریادی اور عالی

ہمتی کے ساتھ اپنا دوقت اور اپنا مال راہ خدا میں خرچ کیا، اگر خدا کو منظور ہوتا اور مولانا کی زندگی و فنا

کرتی تو وہ ایمان بالغیب کی اس طاقت سے (جو اس دُور میں مشکل سے کسی اور جماعت کو میسر آتی ہے

گی) معاشرہ کی اصلاح و انقلاب اور دُنیا کے حالات میں تبدیلی کا اور زیادہ وسیع و عمیق کام لیتے،

اور افراد کی یوقوت ایمانی اجتماعی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتی ان کی ان مجالس میں کسی بھی شیعہ عباد قادر

جیلانیؒ کے مجالس و عظکی جھلک نظر آنے لگتی تھی جن کی (غیر اسلامی) نفی سے بہریں تقریباً دوں نے ہزاروں

دولوں اور دماغوں پر گھری چوٹ لکھائی، جس وقت آدمی ان کے ان مواعظ کو جو فتوح الغیب اور

دوسروںے محبوبوں میں محفوظ میں پڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص پوری بے باکی اور قوت کے

ساتھ گزر چلا رہا ہے اور اس کی ضرب سے مادیت کے ہزاروں بُت پاش پاش ہو رہے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم جیسے لوگ جن کا دماغ اسباب و مسببات کے باہمی تعلق سے کبھی

آزاد نہیں ہونے پاتا اور جو مادی سعی و جهد کو بھی دین و شریعت میں ایک مقام دیتے ہیں اور انسان کو اپنی کامکلاف و ماسور صحیتے ہیں اور جو اس عالم اساب میں مسلمانوں کی پست ہمتی اور بے عملی کو ان کے زوال کا ایک سبب قرار دیتے ہیں، وہ کبھی مولانا کے اس طرز کی کامیابی کے ساتھ تقلیل نہیں اٹار سکے اور ان کے ذہن نے عین ان مجالس و عنطیں بھی اپنا کام کرنا نہیں چھپوڑا، لیکن ہم کو اس کا صاف اعتراض ہے کہ ان کی اس دعوت ایمانی نے وہ نتا جس پیدا کئے ہج سے ہماری متوازن و متحمل دعوییں رجمن کی عصر حاضر کے حقائق پر نظر ہے اس قاصر بیان اور صافت اندازہ ہو اکہ

لاکھ حکیم سر صحیب، ایک لکیم سر بکفت

ان کا دوسرا امیاز اپنی دعوت کے ساتھ ان کا ایسا شغف و انہماں تھا جس کی مثال نہ صرف یہ کہ دینی دعوتوں اور سحرکاروں کے میدان میں نظر نہیں آتی بلکہ جہاں تک اس کو تاہ نظر کی نظر و اتفاقیت کا تعلق ہے کبھی مادی و سیاسی سحریک کے داعیوں میں بھی وہ استغراق، خود فراموشی والیت اور جذب کی کیفیت نظر نہیں آتی، ان کا یہ پلا اتنا غایاں اور یہ رت انگیز تھا کہ جب تک کسی شخص کو کچھ عرضہ ان کی خدمت میں رہنے اور کسی سفر میں ان کی بیعت کا موقع نہ ملا ہو وہ بہتر سے بہتر تصویر کشی اور واقعہ نگاری کے بعد بھی اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا، چند دن رہ کر آدمی ان کی شغرتیت و انہماں اور ان کے جذب و استغراق کو لیج کر کہبوت رہ جاتا تھا اور اس کی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اتنی قوت تمازگی کہاں سے آتی ہے اور اس کا سر پڑھ کر کیا ہے؟ عام حالات میں "عشق" اور خاص حالات میں "تائید" اور نصرت غبی کے سوا اس کی توجیہ نہیں ہو سکتی، محولی بات یہ ہے کہ وہ فخر کی نماز کے بعد سال کے بارہ میں اور میڈن کے تیس دن تقریر فرماتے، یہ تقدیر تین گھنٹے سے کم نہ ہوتی، اس میں موسم کی سختی، دھوپ کی گرمی، محنت کی خرابی، مجمع کی وزیادتی قطعاً اثر انداز نہ ہوتی، یہ مجاہدہ رمضان المبارک میں بہت بڑھ جاتا، جبکہ فخر کے بعد لوگوں کے سونے کا عام معمول ہے، رمضان میں ان کی رات کا بڑا حصہ شب بیداری اور دعوت کے کام میں صرف ہوتا۔ اس کے باوجود وہ فخر کی نماز کے بعد پوری قوت تمازگی اور نشاط کے ساتھ تقریر فرماتے اور اسی قوت کے ساتھ آخر میں دعوت دیتے، عام دنوں میں چلائے کے

دوسرا اور چوتے کے بعد پھر گفتگو اور تقریب کا سلسلہ مژد ع ہو جاتا، عام طور پر دو ہو جاتے تو کوئی خصت کرنے کا وقت ہوتا، وہاں تشریف لے جا کر پھر اسی طرح تقریر فرماتے اور وہ ایات دیتے کہ معلوم ہوتا کہ ابھی تک خاموشی کی مہر لگی ہوتی تھی اور وہ اب تو ٹھی ہے، پھر اسی جذبہ اور طاقت کے ساتھ دعا کرتے کہ معلوم ہوتا کہ نہ اس سے پہلے دعا کی ہے اور نہ اس کے بعد کریں گے، سب کچھ اسی دعائیں مانگ لینا ہے اور سب کچھ اسی دعائیں کہ دینا ہے۔ اس کے بعد بھی مختلف تقریبوں میں گفتگو اور خطاب کرنے کا سلسلہ جاری رہتا، پھر کچھ دیر تصنیف و تالیف کا کام کرتے پھر کھانے کا وقت ہو جاتا۔ ظہر کے بعد پھر کوئی سبق پڑھاتے یا تصنیف و تالیف کا کام کرتے، ملنے جانے اور ڈاک دیکھنے کا سلسلہ بھی جاری رہتا، کبھی بعد عصر اور بعد مغرب بھی کوئی تقریب ہو جاتی اور اس میں تازگی اور جوش کا وہی عالم ہوتا۔ عختار کے بعد (جو اکثر طبی تاثیر سے ہوتی) سیرت کی کوئی کتاب یا صحابہ کرام کے حالات کا کوئی مجموعہ سنانے کا معمول تھا، لکھنا ہی تھکے اور جگے ہوتے ہوں اور کسی خستہ اور شکستہ حالت ہو اس معمول میں حتی الامکان فرق نہ ہوتا۔ دیر رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ سننے والے کو یہ محکوم ہوتا کہ اس شخص نے دن بھر آرام کیا ہے، ہم بھی پست ہمتوں کے لیے نظام الدین کا دو روز کا قیام بھی سخت آزمائش اور مجاہدہ تھا۔ میر اخود حال یہ تھا کہ اکثر اپنے دل سے خطاب کر کے کھاتا کہ بہت بولانا کے لیے ساری زندگی کا معاملہ ہے تیرے سے لیے مرف دو دن کا معاملہ ہے، لیکن بہنے جا اور سہولت پسند طبیعت اپنی صحت کی گزوری اور بولانا کی عالی ظرفی کا سہارا لے کر کوئی گشۂ عافیت تیار کر لیتی۔ اس وقت اگر کوئی تلاش کرنے والا تلاش کرتا تو خود زبان حال سے اس کو اپناتھان اس طرح دیتا کہ

ہو گا کبھی دیوار کے سایہ کے تلے میر

کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

سفر میں تو یہ انہاک اور استغراق بہت بڑھ جاتا، پھر تقریروں کی تعداد، ان کی مقدار اور ان کے اوقات کی تجدید نہیں بختمی، بعض دسوں نے اندازہ لکھا ہے کہ آخر میں مجدعی طور پر آٹھ آٹھ گھنٹے بولنے کی نوبت آتی۔ اس میں بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بر بعد کی تقریبیں نئے سننے والوں کو یہ اندازہ ہوتا

کہ بولنے والا اسی وقت بولنے کھڑا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس کو اپنے خیالات و جذبات کے انہمار کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب اسی موقع پر اپنا دل کھوں کر رکھ دینا چاہتا ہے، یہی ہر وقت کی دعس کی کیفیت ہوتی، مجھے حجاز کے آخر سفر میں حاضری کا موقع نہیں ملا لیکن میں نے بالتوترنا ہے کہ دہائی یہ جوش و خروش اور یہ جذبہ و انہماں اپنے نقطہ عروج کو پہنچا تھا، مسجد نبوی میں صحن مسجد میں فجر کی نماز کے بعد تقریر شروع ہو جاتی اور دن چڑھ آتا اور جن خوش قسمت آنکھوں نے تقریر کے آغاز میں گنبدِ خضراء پر چاندنی دیکھی ہوتی وہ دھوپ پڑھی ہوتی دیکھتے۔ مجھے یاد ہے کہ جھوپاں کے ایک اجتماع میں مولانا نے مغرب کے بعد پوری قوت اور اپنی تقریر کے عام پیارا نے مطالب بسیط تقریر کی، تقریر کے بعد تشکیل ہوتی، پھر دعا ہوتی، مجھے الہیان تھا کہ اب اس تقریر کے بعد آرام فرمایاں گے کہ خدا جانے کے نکاح کی تقریب سے یا کسی اور تقریب سے پھر کچھ بونا شروع کیا، طبیعت مطمئن ہتھی کہ چند منٹ میں اس کا سلسلہ ختم ہو جاتے گا، لیکن تھوڑی دیر بعد مسلم ہوا کہ مولانا میں یعنی نمازگی اور جوش آگیا، پھر اسی طرح تقریر فرمائی گئی معلوم ہوتا تھا کہ دن بھر خاموش رہے ہیں اور طبیعت جوش پر ہے۔ یہی حال دعا کا تھا، مولانا کی دعا کی کیفیت، اس کے مضامین، اس کی آمد اور جوش و خروش اس رفت انگیزی اور اس کی تاثیر مولانا کے ان خصائص میں سے تھی جن کی مثال دور دُور دیکھنے میں نہیں آتی۔ جب دعا فرماتے حاضرین کا عجیب حال ہوتا، خاص طور پر جب اور دو میں دعماں کے الغاط ادا فرماتے تو آنسوؤں کا سیلاں امنڈ آتا، دُور دُور سئے نوئے والوں کی ہمکیاں سننے میں آتیں اس کی مثال ماضی قریب میں حضرت سید احمد شہید اور ان کے ایک جانشین مولانا یثیر الدینؒ کے حالات میں نظر آتی گئی کہ بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ دعا کے وقت رحمت الہی جوش میں آتی نظر آتی لوگوں پر ایک وارثگی اور بے خودی کی کیفیت ہوتی اور بعض لوگ دیوانہ وار جنگل کو نکل جاتے، واقعہ یہ ہے کہ دعا کے وقت جو کیفیت لوگوں پر طاری ہوتی اور جو اثرات ان کے دلوں پر ہوتے، اگر کچھ

دیر بھی باقی رہ جاتے تو لوگ دنیا کے کام کے نہ رہ جاتے اور معلوم نہیں حالات میں کیا تبدیلی ہوتی لیکن نظامِ عام اسی طرح سے چل رہا ہے اور ہم ضعیفۃ البینان ہر ہنر کا اثر و فتنی طور پر لیتے ہیں۔

ان کی تیسری امتیازی خصوصیت ہے میں ان کی نظریہ ملنی بہت مشکل ہے ان کی تقریروں اور حجت کا وہ اثر ہے جو سامعین و حاضرین پر ٹپتا، خاص طور پر ان علمی طبیعتوں پر جن کا دل دماغ دوسرا نے اثرات سے آزاد اور ان کی طبیعتوں میں تسلیم و اتفاقیہ کا مادہ غالب ہوتا، ان کی کیمیا اثر صحبت، اور ان کی اتفاقیہ انگریز تقریروں نے زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں اور اتنے دلوں اور دماغوں کو متاثر کیا جن کا شمار کرنا ممکن نہیں، ان صعبتوں اور تقریروں کے اثرات اتنے گھرے ہوتے کہ صورت تیزیت زندگی معاشرت اور یہاں تک کیسے ہوئے اور بلکہ کاظمیہ بدل جانا۔ سینکڑوں آدمی ہیں جو ان کی زبان پر لئے گئے اور ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور جملے ان کو حفظ ہو گئے، لتنے اشخاص ہیں کہ جن کی دعاوں میں ان کی دعاوں کا نگاہ آگیا لتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور امیرانہ زندگی رکھنے والے لوگ ہیں جن کی زندگی اور معاشرت ستر پا پامغزی اور تیسائی سختی اور وہ اب ایک درویش صفت بیان اور فقیرش، اور جفا کش مجاہد نظر آتے ہیں اور جن کی گمراں قدر تنخوا ہوں اور آمدیوں کا بڑا حصہ تبلیغ و دعوت، رفقا کی امداد و اعانت اور جماعت کی نصرت پر خرچ ہوتا ہے اور ان میں ان کے گھر والوں کا اور ان کا اپنا دہی حجت ہے جو ایک متوسط ملازم یا ایک اوسط درجہ کے تاجر کا ہے، لتنی بڑی تعداد ان رفقا اور زیارتمندوں کی ہے جن کی زندگی ہجن کا ذوق عبادت جن کا جذبہ خدمت اور جن کی خشیدت، انبات اور جن کی بنسپی اور تواضع دیکھ کر اپنے وجود سے شرم آنے لگتی ہے یعنی علم تو علام الغیوب کو ہے لیکن ان کے اخلاقی اخلاق کو دیکھ کر ان کی دینی ترقی اور بلندی کا اندازہ ہوتا ہے، جو زندہ ہیں (خدالوں کی زندگی میں برکت دے) ان کے متعلقات کچھ کہنا خلاف احتیاط ہے فان الہی لا یؤم علیہ الفتنة لہ لیکن جانے والوں میں سے متعدد اصحاب کے نام لیے جائیں

یحضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ ہیں۔ فرمایا کہ دنیا سے چلے جاتے والوں کی اقتدار کرداس یہ کہ

جو زندہ ہے اس کے باہم میں فتنہ سے اطمینان نہیں

میں، جو ہمارے دیکھتے دیکھتے کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور ان کے حالات اتنے رفیع ہو گئے جن کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ان میں سے میں یہاں صرف اپنے محبوب و عزیز دوست حاجی ارشد صاحب مرحوم کا ذکر کروں گا جن کا (اپنے اعلیٰ اعہدہ اور ذمہ داریوں کے ساتھ) اخلاص و تلحث، تعلق مع اللہ و دعوت کے کاموں میں انہاک و استغراق، ایثار و قربانی کی کیفیت، تواضع و انکسار، خدمت کا بذبہ اور پھر اسی راہ کی قابلِ تشكیک موت اور شہادت، برسوں دل کو ترشیقی اور ان کی یاددازہ کرتی رہے گی، جیا ان میں اشاعتِ اسلام کے کام کا افتتاح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر فرمایا تھا اور اہل حجاز ان کو عرصہ تک یاد رکھیں گے، دُنیا کے دُور دراز مکونوں میں ایسے لوگ مل جائیں گے جو مولانا کی چند روزہ صحبت اور دو ایک تقریبیوں کے سنتے سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی زندگی بدل گئی اور ان کے اندر ایک خاص طرح کے ایمان و قیمین کی کیفیت، دعوت کی سرگرمی، دُنیا کا سلیقه، نمازوں میں کیفیت اور ایثار کی عادت پیدا ہو گئی۔ ایسے لوگ ہندوستان اور پاکستان کے باہر امرکی، یورپ اور افریقہ کے براعظموں میں بھی ملیں گے ہے

جانے را دگرگوں کر دیکھ مرے خود اگاہ ہے

مولانا کی دعوت اور شخصیت اپنے پورے شباب اور عروج پر تھی، ان کی ہمت کا طائر بلند پرداز کسی بلند سے بلند شاخ پر بھی آشیانہ بنانے کے لیے تیار نہ تھا، کوئی دُور سے دُور بگدا ان کو دُور اور کوئی مشکل سے مشکل کام ان کو مشکل نہیں معلوم بتتا تھا، انہوں نے اپنی تیز رفتاری، بلکہ برق رفتاری اور اپنی طبیعت کی بے چینی اور بے تابی سے برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام مہتوں میں اور دنوں میں کر لیا اپنے والد زادار کے بعد نئے مکون میں جماعتوں کے جانے کا افتتاح کیا اور ساری دُنیا کو گھر کا آنکھ بنالیا، جو کام تسلسل اٹھایا ہے اور اس میں ایک نئی روح پھونک دی اور دیکھتے دیکھتے حاجج کی تعداد اور ان کی کیفیات میں عظیم فرق پیدا ہو گیا، اجتماعات

میوات کے محمد و پیغمبر نے نکل کر اتنے عظیم و سیع بن گنے کو بڑی بڑی سیاسی کانفرنسیں اور رہبڑے ٹھے پبلک جلسے میں بھی ان کے سامنے ماند پڑ گئے اور ان کی وہ کثرت ہر ہی کو مولانا کیلئے نظام الدین کا قیام مشکل ہو گیا۔ تبلیغی تقریروں میں غیر مسلموں سے خطاب، حالات حاضرہ پر تبصرہ موجودہ مادی زندگی پر تنقید اور فساد کے سچھتے کی نشاندہی کے باب کا اقتداح کیا، اور ان میں ایسی کشش پیدا کر دی کہ تین کھڈوں کی تعداد میں غیر مسلم شریک ہونے لگے اور متاثر ہوتے، یہ سب کام بڑی طویل عمر چاہتے تھے، لیکن مولانا نے پچاس برس سے کم عمر اور اپنی ذمہ داری اور دعوت کے صرف بینیں سال کے اندر انجام دیتے۔ اور یہ سب منزلیں ملے کر کے اپنے خاتم سے جاتے۔

کام نئے عشق میں بہت پرستی سے
تم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

امت پر جو قحط الرجال کا دور طاری ہے اس میں اس کی کیا امتیہ ہے کہ جلد ان کی شعفیت
او تماشیر کا کوئی داعی الی اللہ پیدا ہو گا۔

سر و درفتہ باز آید کہنا یہ
نیسے از بجاز آید کہنا یہ ؟

غفران اللہ و رفع درجاتہ

حضرت مولانا محمد یوسف

چند بحتر بے اور مشا ہے

مولانا محمد منظور لغتی

(۱۱)

حضرت مولانا محمد الیاس کی حیات میں طلب و استفادہ کی نیت سے اور عقیدہ متندی
کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس کی خدمت

میں اس عاجز کی پہلی حاضری ان کے دصال سے تقریباً ۱۵، ۱۶ میں پہلے ہوئی تھی۔ اس کے بعد بعض تبلیغی سفروں میں حضرت کی رفاقت بھی نصیب ہوئی اور نظام الدین آمد و رفت کی ترقیت بھی ملتی رہی، جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کی شخصیت کی عظمت اور محبت بھی نصیب فرمائی اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ دل کو کچھ تعلق بھی نصیب ہوا۔

چند ہی میں کے بعد آپ کی آخری علاالت کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس علاالت کے آخری چار مہینوں میں یہ عاجز زیادہ تر حضرت کی خدمت میں نظام الدین ہی مقیم رہا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملعوظات کے دیباچہ میں میں اس کا ذکر کر جکا ہوں کہ حضرت کی خدمت میں میں نے یہ قیامِ مخدومی و مرشدی حضرت شاہ عبدالقدار رائے پوری قدس سرہ کے امیں بالکہ ارشاد سے کیا تھا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے ابتدائی واقعیت اسی قیام کے زمانہ میں ہوتی۔

اس وقت مولانا موصوف کی زیادہ توجہ کتابی مطالعہ اور تصنیف و تالیف کی طرف تھی۔

فن حدیث کی معرکتہ الارکتاب امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کی شرح لکھنے کا کام وہ شروع کر چکے تھے اس کی دو عذریں حبیبی چکی ہیں اور اہل علم ان کے مطالعہ سے مولانا کے علمی مقام

کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں، ان کے اوقات کا پڑا حصہ اسی میں صرف ہوتا تھا۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی سرسر عملی اس دینی دعوت سے جس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روح کو تحمل کر دیا تھا اس زمانے میں زیادہ دلچسپی ان کو نہیں تھی، گویا ان دلوں ان کا ذوق وہ تھا جو ان کے دوسرا مرتب اور اتنا داشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مذکلہ کا تھا اور ہے؟ دعوت و تبلیغ کے کام میں بھی وہ کچھ حصہ تو لیتے تھے لیکن یہ ان کے سے دوسرے درجہ کا کام تھا اصل شفف اور انہاں حدیث تجویی کی علمی اور تصنیفی خدمت سے تھا۔ بعد میں خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اس عاجز سے بارہا اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس زمانے میں تبلیغی کام اور اس سلسلہ کی بے پناہ قل و حرکت کے بارہ میں ان کو ذہنی طور پر بھی پورا شرح صدر نہیں تھا۔ وہ جتنا کچھ ان دلوں اس سلسلہ میں کرتے اور حصہ لیتے تھے۔ وہ اپنے والد ماجد اور شیخ دامتاذ حضرت مولانا محمد ایاسؒ کے حکم کی تعییل میں اور ان کی خشنودی کے لئے کرتے تھے

تقویٰ اور تعلق باللہ تو ان کو میراث میں ملا تھا اور کما جا سکتا ہے کہ ان کی فطرت میں تھا۔ اس تاجیز کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ تبلیغی کام کے سلسلہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جو ہر طرح کے آئیں سے اکام کے ساتھ ملتے تھے، جن میں بہت سے غیر مشرع بھی ہوتے تھے اور اسی طرح کے بعض معتقدین و تھین کی کار وغیرہ بھی استعمال فرمائیتے تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کو اس سے انقباض ہوتا تھا۔ اس زمانے میں کسی کسی انہوں نے ادب کے ساتھ تہائی میں حضرت سے عرض مکیا کہ آپ اس پر عزور فرمائیں کہ یہ روایت کہاں تک صحیح اور اکابر کے طریقہ کے مطابق ہے؟ لیکن حضرت بہرحال اس زمانے میں مولانا موصوف کاظمی اور طرز فکر یہ تھا؛ لیکن حضرت والد ماجد کی علاالت کے بالکل آخری ایام میں ان کے حال میں کچھ تبدیلی پیدا ہوئی شروع ہوئی اور پھر تو اس ابتدائی وہ انتہا ہوتی جس کو ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد رحمۃ اللہ علیہ کی علاالت

وصال سے دو تین مہینے پہلے سے اگرچہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی، لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدامِ کو ان کی زندگی اور صحت کے بارہ میں ایجھی امیدیں تھیں، مگر دو مہینے پہلے سے حالت اتنی نازک اور رسمیم ہو گئی کہ بظاہر اس باب صحت کی امید کے لئے گنجائش نہیں رہی۔ یہ عاجز اور رفیقِ محترم مولانا علی میان بھی حضرت کے درسرے بیسوں خدام اور محیٰ کی طرح دہیں مقیم تھے۔ ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاص تعلق ہو گیا تھا اس لئے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مستدر کے ساتھ ہم ان کے بعد ان کی دعوت کے انعام کے بارہ میں بھی ٹکر مند تھے۔ ہمارا احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جڑے ہوئے ہیں ان کا تعلق اور ان کی محبت دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے۔ دعوت سے ان کا تعلق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے؟ اس لئے یہ امید نہیں ہے کہ حضرت کے بعد بھی یہ کام اسی طرح چلتا رہے اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیقِ محترم مولانا علی میان نے اس بارہ میں دریافت عوروف فر اور بام مشورہ کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر حضرت کے بعد بھی اس دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے لوگوں کے حلقوں کو عقیدت و محبت ہو تو پھر انشا اللہ یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا، اور ایسی شخصیت اس وقت ہماری نظر میں صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مذکور کی تھی اور مدد و حکم کی بے انتہا عنایت و شفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت و عقیدت کے باوجود کسی قد رہے تکلف بھی کر دیا تھا اس لئے

ہم نے یہ طے کیا کہ ہم اس بارہ میں حضرت موصوف سے صفات صفات بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فضیلہ فرمائیں اور ہمیں اس بارہ میں مطہن کر دیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام الدین میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ ہم نے یہ طے کیا کہ آج صبح ہی حضرت مددوح سے وقت لے کر ہم تہائی میں اس مسند پر گفتگو کریں گے۔

صبح صادق ہوئی، فخر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت بشیعؑ کی خدمت میں حاضر ہو اور عزمن کیا کہ نماز کے بعد آپ سے ایک خاص معاملہ میں کچھ عرض کرنا ہے، اس کے لئے وقت مقرر فرمایا گیا کہ نماز کے بعد متصلًا قاری سید رضا حسن ام رحومؑ کی درس گاہ میں بیٹھ جائیں گے۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت بشیعؑ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہو گیا اور اس ناچیز نے مختصر تدبیر کے بعد اپنی اور مولانا علی میاں کی طرف سے وہ بات عزمن کی جو رات کے مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔ میں نے عزمن کیا کہ حضرت مولانا کے عزمن اور صنعت کی زفارہ دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہرگا۔ ہم لوگوں کو اندازہ ہے اور غالباً جناب والا کبھی اس سے اتفاق ہو گا کہ اس وقت جیتنے عناصر کام میں لے گئے ہوئے ہیں ان سب کا اصل تعلق حضرت کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں اس کا کافی اندازیت ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہو گا، ہمارے نزدیک صرف اس کا ایک حل ہے اور وہ یہ کہ حضرت کے بعد جناب بیان قیام کافیصلہ فرمائیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ ہمارا اندازہ ہے اور اپنے اس اندازہ پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ اگر ایسا ہر اثر یہ سب عناصر اسی طرح جڑے رہیں گے، کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمد للہ عقیدت و محبت کا خاص تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی کیا کہ اور اگر ایسا نہ ہو تو مخنوڑے دلنوں کے بعد یہ سارا نجیع

منتشر ہو بائے کا اور ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے محنت "دہانی" ہیں۔ ہمارے لئے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہو گی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے؛ یہ مسجد ہے جس میں حضرت ناز پڑھا کرتے تھے اور یہ مجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے ۔۔۔ اور الگ جناب نے یہاں قیام فرمایا تو انشاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اور اس جگہ سے الیاہی رہے گا جیسا آج ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے میری یہ بات پوری خاموشی سے سن اور جب میں اپنی بات عرض کر چکا تو فرمایا:-

مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر اپنے کو ہو رہی ہے، میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں یہ لیکن یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ہم اور اپنے اس کا کوئی انتظام کر لیں اور وہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے ان خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لئے مرتے ہٹتے ہیں، یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا، ان کے بعد بھی ان کے کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر دیشتر تو الیا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت اور تربیت سے تیار ہو جاتے اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد انشاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا۔

مشائخ کے ہل خلافت و ابازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملاتے کا جزو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ انشاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔

ادرکیمی الیا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بتا ہو انظر نہیں اما بنس سے توقع کی جاسکے کہ اس کے ذریعہ اس بندہ کا

جلایا ہوا جراغ روشن رہے گا لیکن اس بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے
وگوں میں سے کسی ایک میں غیر معنوی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جلنے
والے کی نسبت دفعتہ اس کی طرف منتقل ہو گئی، الیا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا
ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معنوی خارق عادت قسم کا ہوتا
ہے۔ حضرت چچا جان کے وگوں میں کسی کے منتقل نہیں سمجھتا کہ وہ بتا رہو چکا
ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ کے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ سے اس کی پری
امید ہے کہ وہ ان کے کام کو خنانے نہیں فرمائے گا اس نے مجھے موقع ہے کہ غاباً
بیان دوسرا شکل واقع ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت
مل جائے گی پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا اور پھر انشاء اللہ یہ
کام اسی سے لیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ میرے بارے میں ہو تو مجھے
کسی کے کتنے کی ضرورت نہیں پھر میں خود بیان رہوں گا اور اگر کسی اور کے بارہ
میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ پھر
اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا، میں انتظار کرو اور اللہ سے دعا کرو
اور اگر دیکھو کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب امیں خود قم سے
بڑا "ذہابی" ہوں، میں مہین مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے
جرہ کے درود لیوار کی وجہ سے بیان آنے کی ضرورت نہیں۔

اس عاجز گواب دن تاریخ قریاد نہیں لیکن اتنی بات حقیقی کے ساتھ یاد ہے کہ حضرت
شیخ الحدیث سے یہ لگفت کہ حضرت کے وصال سے ٹھیک بارہ دن پہلے ہوئی تھی اور یہ بھی یاد
ہے کہ حضرت شیخ کا جواب سننے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اہلین افسیب فرمادیا تھا اور فرم کا
سارا الوجہ دل ددماغ سے اٹگیا تھا۔

بارہ دن بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ دفاتر سے خیز گھنٹے پہلے مخدوم

حضرت شاہ عبدالقدار رائے پری قدس سرہ کے ایسا اور توجہ دلانے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے خاص متولیین پر اپنے اعتماد کا انعام فرمایا اور ان کو اجازت دی ۔ اور حضرت رائے پوری نیز حضرت شیخ الحدیث کے مشورہ ہی پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے لئے خلافت کا فیصلہ فرمایا جیسا کہ حضرت کی سوانح میں تفصیل سے اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے ۔

حضرت کا دصال صحیح صادق کے وقت ہوا اور فخر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی خلافت اور جانشینی کا باقاعدہ اعلان ہوا ۔

میں بدستمی سے دو دن پہلے ایک خاص ہزوڑت سے اس وقت کے اپنے مستقر بری ہاگیا تھا اور دہلی اس وقت واپس پہنچا جب لوگ حضرت کے دفن سے فارغ ہو کر واپس ہر رہے تھے ۔ خلافت و جانشینی کا اتفاق میں نے دہان جا کر سنائچہ نکر اس وقت اپنی ناقص نگاہ میں مولانا محمد یوسف میں کوئی خاص امتیاز سواتے صاحبزادگی کے نہیں تھا اور اپنے علم داندازہ کے مقابلہ تبلیغی کام سے تو ان کو گھری دل چیزی بھی نہیں تھی بلکہ اس لحاظ سے قاری داؤ دصاحب دیگر حضرت کے بعض پرانے خادم اور رینیق ان سے بہت آگے تھے، اس لئے مجھے اس واقعہ کو سن کر کوئی خوشی نہیں ہوئی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے بارہ میں بھی طرح طرح کے دسوے آئے اور میں ان وسادس سے اتنا متذوب ہوا کہ ان کی تاریکی میں بارہ دن پہلے کی حضرت شیخ الحدیث والی عارفانہ بات بھی بالکل یاد نہیں آتی ۔ دن کا باقی حصہ اور پری رات اسی حالت میں گزری اگھے دن صحیح کو جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے فخر کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے معمول کے مقابلہ تقریر شروع فرمائی تو حضور ڈیر کے بعد میں نے خوسی کیا کہ یہ تو مولانا محمد یوسف صاحب کی زبان سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بول رہے ہیں ۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث مذکور کی وہ بات یاد آئی اور اس تقریر کے ختم ہونے سے پہلے یہ لفظیں ہو گیا کہ حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ اس کا ظہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے وہ دولت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف مُقل فرمادی ہے ۔ **وَاللَّهُ يَكْتُصُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ**

"انتقال نسبت کا نقطہ سماں بھی خقا اور کتابوں میں بھی پڑھاتا، لیکن اس کا مشاہدہ اس دن پہلی دفعہ ہوا۔

(۳۱)

اس عاجز نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تین باتیں بہت غیر معمولی درجہ میں دیکھیں ۔ ۱۔ ایک دین کا درد و نکر ۔ ۲۔ دوسرے اللہ تعالیٰ پر اعتماد و لیقین ۔ ۳۔ تبریز معارف و خلقان کا فیضان ۔ دین کے درد و نکر کے لحاظ سے ان کا حال بلا مبالغہ اس باپ کا ساتھا جس کا اکتوبر باکال بیٹا جس سے اس کی بڑی امیدیں اور آرزویں والبستہ ہوں سخت بیمار اور مرمت و حیات کی تکمیل میں مبتلا ہو اور اس کی زندگی اور صحت کی فکر تے تمام دوسری نکروں اور ذاتی مسکون کو بالکل دبادیا ہو ۔ اللہ تعالیٰ کے دعویٰ پر اور اس کی مدد پر ان کو ایسا اعتماد و لیقین تھا گویا فضاد و قدر کے فیضانوں کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے بارہ میں، آخرت کے بارہ میں، دین کے بارہ میں جب باتیں فرماتے تو اہل علم اور اصحاب درس بھی حسوس کرتے تھے کہ ان کے قلب پر حکمت کا فیضان ہوتا ہے ۔ اور " دَمْنَتْ بَيْوَتُ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوقِيَ خِيرًا كَثِيرًا " کی تغیری سامنے آ جاتی ۔

پھر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے ہمی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ تمیز باتیں دفتہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں آگئیں اور ان تینوں میدانوں میں وہ بیت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے بڑھتے رہے ۔ آگے درج ہونے والے معین واقعات سے کچھ اندازہ ہو سکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہاں تک پہنچایا ۔

(۳۲)

آخر ۲۷ ماہ یا شروع ۲۸ ماہ کا واقعہ ہے ۔ یہ عاجز سہمنہ عشرہ کے قیام کی نیت سے نظام الدین ناصر شہرا۔ اعلیٰ ہی اس سفر میں میرے ساتھ تھیں ۔ ان دونوں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب

کی پہل امیری محترم حضرت شیخ الحدیث کی بڑی صاحبزادی اور مولوی محمد نارون کی والدہ مرحومہ مرض تپدق میں مبتلا تھیں۔ ان کے علاج، دوا کے انتہام کی ذرداری حضرت حافظ خنزیر الدین صاحب نے لئے رکھی تھی (رحمۃ اللہ علیہ) وہ روزانہ شہر دہلی سے اسی ضرورت سے تشریف لاتے، میں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے ان کا حال پوچھا اور مرض کی نواعیت کی تفصیل معلوم کرنی چاہی، ان کے جواب سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ باخبر نہیں ہوں، مجھے تعجب سا ہوا لیکن میں نے کچھ کہا نہیں ۔۔۔ چار پانچ دن کے قیام کے بعد میری امیری نے مجھے سے کہ مولانا کی بیوی اس درجہ کی مریض ہیں کہ مجھے ان کے بچنے کی بھی امید نہیں ہے اور میں جا رپا تھے دن سے دیکھ رہی ہوں کہ حضرت مولانا ان کا حال پوچھنے کے لئے بھی کسی وقت ان کے پاس نہیں آتے اور ہنورت ذات ہیں ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ ان کا بھی تو کچھ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا انہوں نے تم سے خود بھی اس کی شکایت کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، انہوں نے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا؛ لیکن ان کے دل پر اس کا اثر ضرور ہو گا، آپ اس کے لئے مولانا سے ضرور کیں۔ میں نے اگلے دن مولانا سے تہائی میں گفت گر کی اور سوچن کیا کہ مجھے یہ معلوم ہو لے کہ آپ کی امیری ایسی مریض ہیں اور آپ کی کسی دن مزاج پوکی کے لئے بھی ان کے پاس نہیں جاتے۔ رشیت زوجہت کے علاوہ وہ حضرت شیخ کی صاحبزادی بھی ہیں۔ ہماری سمجھ میں آپ کی یہ بات بالکل نہیں آئی، آپ کو روزانہ کچھ وقت ان کے پاس ضرور صرف کرنا چاہیے۔

مولانا نے بڑی مخصوصیت سے فرمایا کہ "ہاں یہ بات تو بالکل صحیح ہے اور میں نے خود

اُسے حضرت حافظ خنزیر الدین صاحب اس عمد کے ہائے اکابر و مشائخ میں سے تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے خلیفہ مجاز یعنی حضرت مولانا محمد الیاس اور حضرت شیخ الحدیث مظلہ کے پیر بھائی تھے اور ان حضرات سے بڑا اگر اتعلقت رکھتے تھے علاوہ دوسرے معراجات کے روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرنا ان کا مستقل معمول تھا۔

ان سے اس بارہ میں بانت کی تھی، مگر انہوں نے میرے حال اور میری مصروفیت کو دیکھ کر خود ہی مجھ سے یہ کہہ دیا ہے کہ آپ اپنے کاموں میں مشغول رہیں، میری فکر بالکل نہ کریں، دوا، علاج ہو رہا ہے، اگر زندگی ہے تو ابھی ہر جا ذہن گی اور اگر اللہ تعالیٰ کا منصوبہ جلدی اخنانے کا ہے تو انشا اللہ جنت میں الہیان سے ملاقات ہو گی۔ — میں نے کہا مجھے تو یہ شبہ ہے کہ انہوں نے یہ بات آپ کی بے نظری اور بے پرواہی کو دیکھ کر کی ہو گی۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ تحقیق کر لیں۔ اگر ایسی بات ہو گی تو میں ان کے شے وقت کا لائے کی پوری کوشش کر دوں گا۔ میں نے اپنی اہمیت سے کہا کہ تم ان سے اس بارہ میں اس طرح کی جذباتی باتیں کرو کہ ان کے دل کی بات زبان پر آجائے۔ — چنانچہ میری اہمیت نے مر جو مر سے بات کی۔ انہوں نے مولانا کی طرف سے خود مدافعت کی اور کہا کہ وہ دن رات دین کی فکر اور دین کے کام میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں اپنا بھی ہوش نہیں ہے۔ میں نے ہی خود ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ میری فکر بالکل نہ کریں، دوا علاج ہو ہی رہا ہے، اگر اللہ نے جنت میں جس فرمادیا تو وہاں الہیان سے رہنے کا موقع ملے گا۔ — چند میںوں کے بعد اسی علامت میں خاص نماز کی حانت میں مر جو مر کا انتقال ہو گیا۔ اللهم اغفر لہا وارحمہا۔

۱۵۹

تبیینی کام کے مرکز نظام الدین میں جس پیاس پر کھانے کا منگر باری رہتا ہے اور روزانہ سینکڑوں آدمی دلوں و قتوں جس طرح دسترخوان پر وہاں کھاتے ہیں وہ بلاشبہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں عجائب اور خوراق میں سے ہے۔ سہیت سے وہاں کا دستور یہ ہے کہ جب پیسے پاس نہیں ہوتے تو سارا غذائی سامان قرض، ادھار آتا رہتا ہے، جب پیسے آتے ہیں ادا کر دیا جاتا ہے، بلکہ اکثر ایسا ہی سرتاہے — قریباً چھر دہ پندرہ سال پیسے کا داقرب ہے کہ قرض کی رقم کچھ زیادہ دنوں تک ادا نہیں کی جاسکی، غلہ وغیرہ جس دکاندار کے ہیاں سے آتا تھا اس نے ان صاحب سے تقاضا کیا جو سامان لینے جایا کرتے تھے،

اور بادرچی خانہ کا انتظام حبی کے پسروں تھا اور آگے کے لئے مزید سامان دینے سے معدود تکرداری
انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے اس سلسلہ میں کوئی تذکرہ کرنا مناسب نہیں
سمجھا اور سہی شیش پیش آسکتے والی اس مشکل کو مستقل طور سے حل کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی کہ دو
چار اپنے مخلص صاحب استطاعت اصحاب راز دارانہ طریقہ پر ایک مناسب رقم امامت کے
طور پر آپس میں جمع کر لیں تاکہ حبی ایسی ضرورت پیش آئے تو اس میں سے لنگر خانہ کے سلسلہ کا
قرضہ ادا کر دیا جائے اور حبی رقم اپنے پاس آئے تو وہ امامت قدمیں واپس کر دی جایا کرے
اور چونکہ یہ اندازہ تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اُس کو کبھی پسند نہیں فرمائیں گے، اس
لئے پوری راز داری کے ساتھ انہوں نے بالا بالا اس تجویز کو مکمل جامد پہنچا۔ حصلی کے پاتخت
باتوں دوستوں نے پاتخت پاتخت ہزار روپیہ دے کر تجھیں ہزار کی رقم اپنے ہی میں سے ایک کے
پاس جمع کر دی اور آپس میں عدم عاہدہ ہرگیجا کہ حضرت مولانا کے کوئی اس کا ذکر نہ کرے بلکہ بات
بالکل رازیں رہے اور ہم جچھہ آدمیوں کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ ہو۔

معلوم نہیں کس طرح دوسرے یا تیسرے ہی دن مولانا اور اس کی اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے
مطبع کے ان تنظیم صاحب اور اپنے ان پانچوں مخصوص کو جنہوں نے اور رقم جمع کی تھی بلوایا، اور
تنائی میں بھاکر پوچھا کہ مجھے اس طرح کی اطلاع می ہے۔ سچ بچھ تابیعی کیا اپ لوگوں نے ایسا
کیا ہے؟ ان سے پاچوں کو اقرار کرنا پڑا۔ اس کے بعد مولانا نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی،
جس میں فرمایا کہ اپ لوگوں نے جو کچھ کیا نیک نیت سے کیا ہے لیکن ہمارے ساتھ یہ ایک طرح کا فلم ہے
جب اس طرح کے انتظام آپ لوگ کریں گے تو پھر ہم اللہ کی مدد کے قابل نہیں رہیں گے۔ اللہ کی
مدد کے قابل ہی اسی وقت تک ہیں جب تک دنیا میں ہمارا کوئی سماں نہ ہو اور ہماری نظر ہم اس
کے خزانہ اور اس کی مدد پر ہو اور ہم مغضط ہوں۔ اس کے بعد مولانا نے حکم دیا
کہ ہر ایک اپنی اپنی رقم واپس لے لے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ واقعہ اسی زمانہ میں
محاجہ سے جن صاحب نے بیان کیا وہ خود اس کے شرکار میں سے تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ اس

دن کی تقریر میں حضرت مولانا خود بھی روئے اور تم سب کو بھی خوب رلایا اور ہم سب نے
تو بکی اور معافی ناگی۔

(۶)

اب سے ۶۔۷ سال پہلے مولانا کی اہم تصنیف "حیات الصحابة" جب مکمل ہوتی اور اس
کی طباعت کے باہر میں طے ہوا کہ "دارة المعارف حیدر آباد" میں چھپوائی جاتے۔ تو حیدر آباد
کے مختلف دوستوں نے طباعت کے اہتمام والغرام کی ذمہ داری لے لی اور بالا بالا اپنے طور
پر یہ بھی کوشش کی کہ اس کے مصارف کا انتظام بھی جو خرد ہی کر لیں۔ اس مقصد کے لئے
انہوں نے لمبی دیگر کے حضرت مولانا کے بعض مختصین اور معتقدین سے بات بھی کی اور اس
رقم کا بڑا حصہ "عابا" ۸۔ ۱۰ ہزار کے قریب، فراہم بھی کر لیا۔ — حضرت مولانا کو جب
اس کی اطلاع ہوئی تو اپنے وہ ساری رقم والپیں کرادی اور کاغذ و طباعت دیگر کے لئے
جتنی راستم درکار بھتی دہ خود ہی بھی۔

(۷)

حضرت مولانا محمد ایاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے غاباً چند ہی میئنے بعد مراد آباد
میں پہلا بڑا تبلیغی اجتماع ہوا۔ اس وقت تک تبلیغی کام کے سلسلہ میں ٹرے سے اجتماعات اور
جلسے میوات میں تھے لیکن میوات سے باہر ٹرے اجتماعات کا رواج ابھی نہیں ہوا تھا
جہاں تک اس تبلیغ کو یاد ہے مراد آباد کا یہ اجتماع اپنی قسم کا پہلا بڑا اجتماع تھا۔ باہر کے قریباً
سات سو آدمیوں نے اس میں شرکت کی تھی۔ تبلیغ کے لئے اوقات دینے کا رواج بھی اس
وقت تک میوات سے باہر بہت ہی کم ہوا تھا۔ بخوبی ناز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف حساب
نے تقریر پر شروع فرمائی اور حسب عادت تقریر میں گویا لکھ جنہیں نکال کے رکھ دیا۔ اس کے بعد
اوقات کا مطالب پر شروع ہوا۔ بہت ہی کم نام آئے۔ حد ہے کہ بجنور، چاند پور اور رامپور
جیسے بالکل قریبی مقامات کے لئے دس دس آدمیوں کی جماعتیں بھی نہیں بن سکی تھیں۔ ہم

کئی آدمی لوگوں کو تر عینب دے رہے تھے اور اپنا پورا زور لگا رہے تھے لیکن ناموں میں اضافہ بالکل نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جو تقریر فرمانے کے بعد مسجد کی اندر ورنی محراب میں تشریعت فرماتھے لوگوں کی یہ سر دھری دلکھ کر ان کو بلاال آگیا۔ اکیم الھ کو تشریعت لائے اور مسکرید و فون میرے ہاتھ سے لے کر فرمانا شروع کیا۔ آج تم بکنور، چاند پور اور رامپور میں قریبی مقامات کے لئے اور صرف تین تین دن کا وقت دینے کے لئے تیار نہیں ہو رہے، ایک وقت آئے گا جب تم شام جاؤ گے مصرا جاؤ گے، عراق جاؤ گے لیکن اس وقت اس کام کا عامام روایہ ہو چکا ہو گا اس لئے اجر طھت جائے گا۔ مولانا کی اسی پر جلال دعوت پر چند نئے نام اور آگئے بیکن میر انعام اور ظراہر کا ایسی ذہن چونکہ باحول سے اثر لینے کا عادی ہے اس نے مولانا کی شام و عراق اور مصرا جانے والی بات کا مجھ پر کچھ اچھا اتر نہیں پڑا میں عسکس کر رہتا کہ جب لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ چاند پور اور رامپور کے لئے تیار نہیں ہو رہے ہیں تو اس حالت میں شام و عراق اور مصرا جانے والی بات بہت بے موقع ہے مگر اللہ کی نشان تھوڑے ہی دلوں کے بعد مولانا کی دہ بات واقعیت کر آئیں گے سامنے آگئی اور ان لاکھ عربیہ میں غالباً پہلی جاعت مراد آباد یوں ہی کی گئی۔

(۸)

اس عاجزتے پڑھنے کے زمانہ میں خدا کے فضل سے محنت سے پُرھا اور پُرھانے کے زمانہ میں محنت سے پُرھایا۔ ذہن اور عاظمہ کی نعمت سے بھی اللہ تعالیٰ نے مخدوم نہیں رکھا تھا۔ لکھنا پرھنا اور مطالعہ ہی اصل مشغل رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے استاذ حضرت مولانا سید محمد الفرزشہ کشیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کبھی کسی کے علم سے مرجوب دستاویز نہ ہو سکا لیکن حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی نعمت میں جب حاضری نصیب ہوئی تو محسوس ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علم عطا ہوا ہے اجود مدرسہ اور کتب خانہ کا علم نہیں ہے، اس لئے حسب توفیق ان کے بہت سے انشادات اپنے لئے قلم بند بھی کرتے۔ بعد میں ان کا ایک حصہ کتابی شکل میں بھی مرتب کیا (جو شائع ہو چکا ہے) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریر وں میں بھی صفات محسوس ہوتا تھا کہ دہی علم ان کو بھی

عطا ہوا ہے اور قوت بیان مزید برآں ہے۔ اس لئے ان کی تقریر لکھنے کو بھی جی چاہتا نہامگر دیکھتا
تھا کہ اللہ کی توفیق سے بہت سے حضرات ان کی تقریر یہ لفظ بہ لفظ لکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس لئے
ایسا کرنے کی ضرورت نہیں بھی۔ پھر بھی اپنے لئے ان کے خاص خاص معارف اشارہ میں ذات کیا
کرتا تھا۔ اس عاجز کو پوری بصیرت کے ساتھ لصین ہے کہ بھی وہ علم ہے جس کے بارہ میں قرآن مجید میں
فریبا گیا ہے۔ ”وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتَيْ خَيْرًا“

ان کی تقریر کے پھیلاؤ میں بعض وقت ایسی باتیں بھی آجاتی تھیں جو ہمارے زمانہ کے بعض طبقوں
کے ایمان کے لئے آزمائش بن سکتی تھی۔ یہ اسی مقام کی جیزی یہ تو تھیں جن کے بارہ میں حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے زمانہ کے بعض علماء کو تنبیہ فرمائی تھی کہ ”أَخْتِنُونَ أَنْ يَكُذَّبَ
اللَّهُ عَوْرَسْتُونَ“ لیکن مولانا کی اندر و فی ایمان قوت اور بینیادی دولت کی طاقت اس
طبقہ کو بھی تمام لیتی تھی۔ — لیکن ہر ایک کس پاس تو یہ اکبر اور تربیاق نہیں ہے۔

، ۹۱

جن خوش نصیبوں نے حضرت مولانا کی تقریر یہ سنی ہیں اور ان کو اس دولت سے پچھا نہیت
ہے جو ابینیار علیم السلام کے ذریعہ اہل ایمان کو طلبی ہے۔ ان سب کا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ مولانا کی تقریر
سے ایمان میں جان پڑتی تھی اور محلی ترقی محسوس ہوتی تھی اور قرآن مجید کی جن آئیں میں ایمان کی
زیادتی اور اضناذ کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی صحیح تفسیر سمجھیں آتی تھی۔ — زمانہ اور ماحول کے فرق
کے ساتھ ان کی تقریر دل کو سیدنا شیخ عبدالغادر جيلاني قدس سرہ کے موازنے سے بڑی قریب مشابت تھی۔

، ۱۰۱

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے اپنے کو کلی طور
پر وفت کر دیا تھا۔ اپنی ساری توانائیاں اور اپنی ہر چیز اس کی راہ میں اس طرح لگاؤ دی تھی کہ اس
میں سے کچھ بھی اپنی ذات کے لئے بچ کے نہیں رکھا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہزاروں بیک لاکھوں بندوں
کو ان کے لئے سخر کر دیا۔ اس کے کئی میں انشا اللہ کچھ بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ آج کی دنیا کے کسی بڑے

سے بڑے سرماہی دار، بڑے سے بڑے مقبری اور باختر لید ریا ذکر کیسی مجبوری یہ کے محبوب صدر یا وزیر اعظم کی حکومت اتنے دلوں پر نہ ہوگی۔ جتنے دلوں پر مولانا مرحوم کی حکومت تھی، انہوں نے کوئی پارٹی نہیں بنائی۔ اپنے کام یا پیغام کی نشر و اشتاعت کے لئے کوئی اخبار یا رسالہ جاری نہیں کیا بلکہ وہ دل سے چاہتے اور امکان بہراں کی کوشش کرتے تھے کہ دوسرے اخبارات ان کا اور ان کے کام کا کوئی ذکر نہ کریں۔ وہ اپنے مقدمہ کے لئے اسی کو مفید سمجھتے تھے، انہوں نے کبھی کوئی فتنہ جس نہیں کیا۔ بس خود قربانی دی اور اللہ کے بندوں کو قربانی کے لئے پکارا، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہزاروں پھر لاکھوں بندوں کو ان کے گرد جمع کر دیا اور اسلام کی اس عزیت کے دور میں حشم نکلنے والے تاشادیکا کر چکا پر مشتملے والے ایک درویش عالم دین اور اللہ کے داعی کی تربیت و دعوت اور محنت کے نتیجہ میں اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندے یورپ، افریقہ اور ایشیا کے مختلف مکون اور جزیروں میں شروع اور قصبوں میں اور دریافی اکاڈیمیوں میں ہر وقت پھر رہے ہیں۔ ان میں اردو بولنے والے بھی ہیں اور پنجابی یا پشتو بولنے والے بھی ہیں، انگریزی بولنے والے بھی اور فرانسیسی اور جرمنی بولنے والے بھی۔

آن فی ذائقہ لعیرۃ لا ولی اکا بصار

حضرت مولانا محمد ایاس رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اور ان سے بھی پہلے خادمان دین اور داعیان حق کی طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بھی اٹھائے گئے بیکن جو اللہ سب کچھ کرنے والا ہے وہ جی قیوم ہے اور اذل سے اس کا ایک ہی تالذن و دستور ہے۔ اگر اسی غلوص و لہیت کے ساتھ اور احتی اوسات اور اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے قربانیاں دی جاتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی تعلق رہا جس کا موتہ ہمارے اس زمانہ میں ان دلوں باپ بیویوں نے پیش کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی ہوتا رہے گا جواب تک ہوتا رہے۔

”ولَمْ يَجِدْ لِسْتَةَ اللَّهِ تَبَدِيلًا“

صدیق وقت یوسف آنکہ میم دین و دعوت

(نوراللہ مرقدہ)

(از جناب مولانا محمد اشرف خاں صاحب ایم اے، صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور)

درمیان کارزار کفر و دین ترکش مارا خندگ آخزیں

عالم کی سب سے بڑی نیت انسان ہے لیکن ہر زمانہ میں انسان کی یافت و معرفت ہی بنی آدم کے لئے سب سے مشکل مسئلہ بنی رہی ہے۔ وہ مخلوق جو انسان کے نام سے موسم ہے لیکن انسان کے جواہر اصلیہ سے محروم ہے، ان کا تذکرہ نہیں، بات اس انسان کی ہے جو خلیفۃ اللہی، نائب حق مظہر صفات الہیہ، عبیدیت و اخلاقی کا پیکر، احکام ربیٰ کا حامل اور اپنی ذات و صفات و اعمال کے لحاظ سے عالم کے لئے سرایا رحمت و بدایت، باعث برکت و خیر ہو جس کی زندگی عالم کی موت ہو، جو خدا کا ہو، جس کا دل جمال و کمال اللہی کے نور سے روشن اور جس کی پیشانی للہیت، ایامت الی اللہ اور معیت ربیٰ سے منور ہو جس کی صحبت ہدایت کا نور بھیرتی ہو جس کا دل دلوں کو زندگی بخشتا ہو جس کی روح سے رو جیں زندہ ہوتی ہوں جس کا اسوہ اپنے اندر صحبت نبوت کا پرتو لے ہوئے ہوئے ہو

اے یہ عجائی، ناگزیر حالات کی بنا پر انہتائی روaroی میں قلم بروادشتہ اٹلا کرایا گیا ہے اس لئے جیسے لکھنا چاہتا تھا، وہ صورت نہ ہو سکی تاہم جو ہوا، خدا کی توفیق سے ہوا۔ والحمد لله علی ذالک طوفان اٹک لانے سے اے چشم فائدہ دو اٹک بھی بہت پیس اگر کچھ اثر کریں

جس کی زندگی "ان صدوق و نسکی و محیا ای و محتی دلہ رب العالمین لا شریک له و بذلک امرت
و انا اول المسلمين" کا عملی ثبوت ہو جو مخلوق کا نہ ہو، خالق کا ہو، مخلوق سے اپنے نفع و ضر کو حقیقتاً
متعلق ہے سمجھتا ہو۔ وہ بہ غیری سے قطعاً بے نیاز اور صرف ایک ذاتِ الہی کا نیاز مند ہو، اس کی امنیگیں،
ایمیدیں، نہایتیں، آرزوئیں، آہیں، نالے، سوز و گداز، بے چنیاں اور بے قراریاں گوشش و محنت
سے و بخوبی، سوچ و فکر، سکوت و تکلم، قول و عمل، صرف ایک ذات پاک و بے ہتھا خالق و مالک کے
لیے ہو کر رکھی ہو۔ اس کا حال لَا اصحابُ الا فِلَيْحَ کی عملی تصویر ہوا اور اس کا دل ابراہیم خلیلؑ کی طرح خلت
ربانی کا ذوق آشنا اس کا یقین حکم و ایمان کامل شک و بیب بے یقینی اور لفاقت کے تو بر تو پر دوں کو چاک کرنے
والا بے را ہوں کو رادیں بنانے والا اور دلوں کی ظلمتوں کو کافر کرنے والا ہو وہ اپنی راہ بہوت کی بتائی
ہوئی روشنی میں طے کرنا ہو، زمان و مکان اسے ممتاز رکھتا ہو۔ وہ تفرید و تحریر کے اس مقام پر فائز
سم ہو جہاں غیر کلی طور پر محمل و محبوب ہو جاتا ہے اور جہاں ہر حبیب اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہوتی نظر آتی ہے۔ اس
کے لئے مخلوق اور مخلوق پر وار ہونے والے احوال و تصرفات ایک ہی مصرف الامور اور مکون اُسمومات
والارض کی مختلف تجلیات و افعال کا ظہور و صدور ہوں، وہ عالم کے ہر تصرف اور کائنات کی ہر حرکت و
سکون میں خالق و آمر حقيقة کا بغیر مرثی ہاتھ کار فرما پاتا ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ کے نظام تشریعی تکونی کی مصلحتیں
اور حقیقتیں اس پر لقدر عطا در ربِ اکمل چکی ہوں، نظام تشریعی کی حقیقت نے اس پر واضح کردیا ہو، کہ
تکونیات کے امر تشریعیات کے مختلف امور کے نتائج و نتیجات ہوتے ہیں اس لئے شریعت مطہرہ کی
عظمت اور انبیاء ملیهم السلام خصوصاً افضل الانبیاء ابی الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بتائے ہوئے امثال کے جزوکی کی قیمت و اہمیت اس پر اس طرح منکشف ہو چکی ہو کہ چھوٹی سے چھوٹی
سنن اور حیات نبوی کے معمولی عمل کو وہ پوری کائنات سے زیادہ دیقان و قیمتی سمجھتا ہو جس
کے لئے ایک سنن کا ٹوٹنا قیامت ہو، جان دینا گوارا ہو بلکہ طریقہ بہوت کا اشتملال برداشت نہ ہو سکے
اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح وہ قولاً و عملًا پاک رہا ہو۔ اینیقص الدین و آنسا جنت، ایسی شخصیت
کا ملنا بقول شاہ ولی اللہؒ کہ بہت احمد اور اکبر اعظم سے کم نہیں، ایسے انسان کی جستجو کے متعلق عارف رہی

نے کہا ہے ۶۷

کزوام و دو ملوم و انسانم آرزوست

ایسے انسان کامل، کی یافت دل کا چین، روح کا سکون اور ہر بیماری کا علاج ہے، اس کا ملننا ہی شکوک و ریب کے اندر ہیں کو اجالے سے بد دینا ہے اور دل یہیں لقین و ایمان کی قندیل روشن کر دینا ہے۔

اے نقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تحلیل شود بے قیل و قال

در علاجِ حسن سحر مطلق زا بسیں در علاجِ حسن قدرت حق را بسیں

ایسے انسان کی یافت و حصول یہیں تو بر توجہ بات حائل ہو جاتے ہیں اور اس سے استفادہ و استفاضہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں وہ خود شہرت و نفوذ کا طالب نہیں ہوتا۔ معاصرت کے حجاب اکبر کے علاوہ اعمال کا ظاہری تشابہ، اس کی اپنی بے نفسی، فنا بیت و تواضع، خلق کی مدح و ذم سے بے پرواٹی وغیرہ اس کے جمال و کمال کو چھپائے رکھتی ہے۔ بے بصر اشخاص اسے اپنے پر قیاس کر لیتے ہیں اور اس کے فیض و برکت سے بے پروا اور محروم ہو جاتے ہیں اسی کی طرف عارف رومی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

گرچہ باشد در فوشن شیر، شیر،	کار پا کاں راقیاس از خود میگر
شیر آن باشد کہ انسان می خورد	شیر آن باشد کہ انسان می خورد
کم کے زابدال حق آگاہ شد	جمل عالم زین سبب گراہ شد
نیک و بد در دیده شان یکساں نمود	اشقیارا دیده بینا نبود
اویلارا، پھر خود پند اشتند،	ہمسری با انبیت برداشتند
ما و ایشان بسته خواہیم و خور	گفتہ اینک باشر ایشان بشر
ہست فرقے در میان بے منہتی	ایں نہ اشتند ایشان از عملی
آب تلخ و شیریں راصفا است	ہر د صورت گریم ماند روتا

جو اشخاص اور جو طبقہ ایسے انسان تک پہنچ بھی جاتا ہے تو اس کی معرفت و پہچان اور ان سے استفادہ اپنے احوال و ظروف کے مطابق کر پاتا ہے اور اس ہیل مرکب میں مبتلا ہو جاتا ہے کہیں نے اسے جان لیا، پہچان لیا اور جو ہمیں نے اس سے اخذ کیا گیو اس انسان کا مل اور عینفری شخصیت کا وہی سرمایہ اور افضل و مکمال تھا، حالانکہ بقول سید الملة قدس سرہ

فیضِ ساقی ہے باندازہ طرف میخوار دل ہر لفیٹ سے بیمار کہاں سے لاڈن
افادہ بقدر صلاحیت استفادہ ہوتا ہے۔ علوم خاصہ بھی اپنا حرم نہ لاش کرتے ہیں۔ نسبت باطنی بھی اپنے محل و جائے استقرار کی طلب میں ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے کامل انسان ہم جیسے مستفید دن کو ہمیشہ یوں ہی کہتے رہے۔

جفت بدحالاں و خوش حالاں شدم	من بہر جمعیتے نالاں شدم
از در دن من نجست اسرار من	ہر کے از ظلن خود شدیار من
هم زبان رامشتری ہر گوش نیست	محرم ایں ہوش جزو بیوش نیست
باکہ گویم در جہاں یک گوش نیست	یسیج کس راز ہرہ ایں جوش نیست

پچھلے دور کے ایک عکیم شاعرنے کیا خوب کہا ہے۔

چورخت خویش بر ستم اذیں خاک
ہم گفتند باما آشنا بود،
و یکن کس ندانست ایں مسافر
چہ گفت باکہ گفت واز کجا بود

غرض انسان کا ملن مشکل اس کا جاننا و پہچانا اور اس کی صفات و مکالات فضائل و مزایا کی معرفت مزید وقت طلب اور گراں ہوتی ہے، اب ایسے انسانوں کے پہچاننے کا کیا دعویٰ و اظہار کیا جائے کہ خود شناگفتن ز من ترک شنا است	کیں دلیل ہستی و ہستی خطلا است
---	-------------------------------

بہر حال ہر شخص اپنے طرف و استعداد، فہم و دانش، علم و بصیرت کے بقدر جاننا اور تعارف کر سکتا ہے لیکن ناؤاقفوں کے لئے یہ تعارف بھی اکثر بادرکرانے کے متراحت نہیں ہو سکتا۔ مبالغہ اور عقیدت کی اس دنبیاں ہیں حقیقت کو بھی افسانہ سمجھ لیا جاتا ہے اور شخصیت نگاری کو شاعتی نزار

دیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ایسے بکمال انسانوں کے خدوخال اور جمال و کمال کو کسی حد تک پیش کرنا افادت سے خالی نہیں کہ
چونکہ گل رفت و گلتاں شد خراب بوئے گل راز کہ جو یہم از گلاب ،

اللہ تبارک و تعالیٰ کی عادت جباریہ ہے کہ اس عالم میں انسانوں کی ہدایت کے لئے نفوس کا بلین کو پیدا فرماتا رہتا ہے اور انہیں اپنی ہدایت کا آکہ بنائے کہ اس عالم کے انسانوں پر اپنی ذات تک پہنچنے کی راہیں کشادہ اور اپنی ذات عالیٰ سے استفادہ کی صورتوں کو استوار فرماتا رہتا ہے، یہ نفوس کا بلین اصلًا نبیا علیہم السلام کی ذوات عالیہ ہوتی ہیں اب جبکہ ہمارے آف امام الرسل سید الانبیا خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دامتی بنت اور ابدی رسالت کے ساتھ تشریف لے آئے اور حکمت الہیہ نے یہ مقدر فرمادیا کہ دورہ نبوت محمدیہ اعلان بنت محمدیہ سے لے کر تانیام ساعت مستر رہے گا۔ اس عہد میں جتنے اصحاب دعوت و ارشاد اور نفوس قدسیہ پیدا ہوں گے وہ رسالت محمدیہ کے آب زلال سے سیراب، آپ کے علم و انوار سے فیضیاب، آپ کے یقین دایمان توکل و تفویض، للہیت دانابت، درد و سوز اور غافلوں ناواقفوں پر ترس و رحم اور آپ کی دیگر باطنی صفاتِ کمال سے متصف ہوں گے الیسی ذوات قدسیہ عالم کی ہدایت کا سبب اور نظام ہدایت کی اس عالم میں ظاہری کڑبیاں ہوتی ہیں۔ ان کے مجاہدات اور دعاوں کی برکت سے دین کے فروع کی شبی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

غربت کدہ ہند میں اسلام کا فاقہ صحابہ کے عصر سعادت ہی میں پہنچ گیا تھا، اس عہد سے لے کر دسویں صدی ہجری تک علماء و دعاۃ، صلحاء صوفیہ کی ایک گنجیر جماعت کفرستان پاک و سندھ کو اسلام کے نور سے منور کرتی رہی لیکن سیدنا امام ربانی مجدد سرہندیؒ کے دورہ تجدیدی سے اس سرزین کے لئے وہ عہد برکت شروع ہوتا ہے جب ہدایت و ارشاد کا خاص مرکز اس ترزیں کو قرار دیا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے لے کر آج تک علماء و محدثین،

اکابر صوفیہ و اصحاب دعوت و عزیمت جس قدر ہندوستان خصوصاً مضافات مہلی و دو آب کی سنجیں سے اٹھئے، اس کی نظیرہ و سری جگہ نہیں ملتی اور ان سے جو خبر ہے پھیلا اس کے اثرات و نتائج عالمگیر ہیں، اسی سلسلہ النہب کی آخری سنہری کڑی۔

العارف بالله، المجاهد فی اللہ الداعی الی اللہ، الموید من اللہ، معدن البقین والایمان، لسان الحق والدعاۃ، وارث علوم النبوة، قطب الارشاد صدیق وقتہ خلیل عصرہ العلامہ الشاہ محمد یوسف الکاندھلی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت جی قدس سرہ معرفت ولیہیت، ایمان و یقین، دعوت و عزیمت، مجاهدہ و فدائیت کے جس مقام پر فائز تھے اس کا دراک بھی صحیبوں کی پرواز سے بالا ہے تاہم یہ بات بے محابا اور بر ملا ہمیں جا سکتی ہے کہ حضرت جی اس دوریں ایمان و یقین کے امام، دعوت الی اللہ کے سب سے بڑے قائد، حکمت تشریعی کے رمز، اشتذ اور علوم و معارف بنت کے وارث کامل تھے۔ مادیت کے اس دو بیان کا غاصہ روحانی اقدار اور یقینی حقائق سے انکار ہے آپ کا وجود روحانیت کی سب سے بڑی قدری تھا، روحانیت اور ایمانی حقائق آپ کے لئے ایک نظری و نکری عقیدہ نہیں تھا بلکہ صدقیت کا وہ مقام آپ کو عطا فریا گیا۔ جہاں حقائق مٹکشیت ہو جاتے ہیں، مفہومات پر یقین شہرو دی کی کیفیت حاصل کر لیتا ہے اور معاملہ عین الیقین سے گزر کر حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے جس کے بعد دلائل کی ضرورت نہیں رہتی کہ

آفتاب آمد دلیل آفاتاب

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جلہ و عالم کی حکمت ہا لغہ جن اشخاص کو صدقیت کے مقام سے نوازنا چاہتی ہے ان کے قلوب پر اپنے بعض خاص اسماء کی خصوصی تجلی اس شان سے فرماتی ہے کہ ان کا قلب متجلی و مرنگی ہو کر غیر سے غافل اور ملا علی کے فیضان کے لینے کے قابل ہو جاتا ہے، اس وقت اسم بادی کی وہ تجلی جس کا سب سے بڑا مظہر اس عالم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہے، ان قلوب کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور نظام تشریعی کے

وہ حقائق و معارف جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اُس بندہ پر کھونا چاہتے ہیں کھل جاتے ہیں، اُس وقت نسبت الہیہ کا ایک خاص القانون تکلُّف پر ہوتا ہے اور اس عالی نسبت کی برکت سے انہیں اپنے نبی سے مناسبت نامہ نصیب ہو جاتی ہے اب جو علوم و احوال نبیؐ کی ذات لے کر آتی ہے۔ صدیق کا قلب بغیر کسی دلیل کے وجد ان طور پر اس کی اسی طرح تصدیق کرتا ہے جس طرح ایک انتہائی فاقہ زدہ شخص اپنی بھوک کو محسوس کرتا ہے اور اس وجدان و احساس کے خلاف کسی دلیل سے قائل نہیں ہو سکتا ہے، اس کے لئے شنبید دید اور قال حال ہو جاتا ہے۔ نبوت کے ہر قول و فعل پر عمل اس کے لئے الہی روشنی ہوتا ہے اس کا ماننا اس کا فطری خاصہ، طبعی جذبہ اور قلبی داعیہ بن جاتا ہے، اسے نبوت سے ایسی مناسبت بخشی جاتی ہے کہ نبوت کا ہا طینی فیضان اس کے قلب کو منور اور حقائق سے آشنا کر کے شریعت کو اس کی فطرت بنادیتا ہے اس کے لئے نبیؐ کی ہر ادرا حقيقة و نور، ہر قول فعل دلیل و روشنی بن جاتا ہے۔ اس بنا پر اس کا یقین کا مستقر اور حقائق و معارف ایمانیہ کا مہبٹ بن جاتا ہے ایمان کا یہی درجہ اس میں تفویض و توكل علی اللہ تفریید و تحریر، اخلاص و رضا سیم و قربانی صبر و شکر اور توجید کے جملہ منظاہر کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت جی قدس سرہ خود ایک جگہ اپنے خاص انداز بین ارقام فرماتے ہیں۔

”مبدأ فیض تو خدا کی ذات ہے اور ضا بطہا شے فیوض حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور صفات ہیں، لیکن کاغذ کے نقوش سے حقیقت تک پہنچ کر اس کو اپنے میں حاصل ہونے کے لئے محنت کر لینا اور اس حقیقت کا حامل بن جانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اس لئے حق تعالیٰ شانہ اپنے فیوض کے فیضان کے لئے کچھ سیاں اس عالم میں وقتاً فوقتاً ایسے عام انسانوں کے سلوک و محنت نکے لئے کھڑی کر دیتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کی حامل ہوتی ہیں اور ذات باری تعالیٰ سے اکتساب فیوض اور ان کی رحمت و انعامات کے حصول کے لئے ان صفات کا اشتیار کرنا سبب و ذریعہ بن جاتا ہے۔۔۔۔۔ ایسے ہی انسانوں میں دربارِ الہی و دربار رسالت سے انوارات

در و حائیت کافیضان ہو کر عام مخلوق کی فیضابی کا ذریعہ بتا ہے ایسے ہی انسان
کا د جو دنیا کرام اور سلف صالحین کی یادگوتا زہ کرتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی نسبت عالیہ ایسے مبارک انسانوں کی ریاضت و مجاہدات کے ذریعہ قائم
فوقی اس عالم میں اپنی برکات و انوارات کے ساتھ ظہور پذیر ہو کر بندگان خداوند
قدوس جل جلالی مجدہ کے التدب رب العزت کی طرف رجوع کا ذریعہ بن کر گئی رحمت
والعامت کے دروازے کھلانے کے ذریعہ اس عالی نسبت کی عظمت و قوت
و محبت کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ تاکہ اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق رکھنے والے
سعادت مند انسان اس عالی نسبت کے حصول کی طرف متوجہ ہو کر بے نہایت داری
کی ترقیات حاصل کریں۔۔۔۔۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نسبت عظیمہ
و عالیہ، روحانیہ و نورانیہ اپنے دونوں نظروں (الفرادی و اجتماعی)، کے ساتھ
اس عالم میں ظاہر ہوتی رہی، محنت کرنے والے مبارک انسانوں کے ذریعہ
اس نسبت عالیہ کا ظہور بھی ہزارہا۔ "الجمعیۃ دہلی شیخ السلام نبی تقدیم ذاتیہ"
اس دراز لفسی کا مقصد یہ ہے کہ فقیر کے نزدیک حضرت جی قدس سرہ کا مقام
صدقیقت ان کے باقی نعمات و جواہر کا مبنی و منشائنا، آپ کے لیقین کی دولت آپ کی ایمانی
قوت، آپ کا سوز دروں، آپ کی ربانیت و للہیت، آپ کی خشیت و محبت الہی آپ کا تقویٰ
آپ کی انبات الہ و التجاء دعا کی کیفیت، یہ بہلہ صفات اسی مقام صدقیقت کے مختلف
مظاہر ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جامد و کامل اپنے مختلف الوان میں
اشخاص متعلقہ کے ظروف واستعداد کے لحاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت جی قدس سرہ کی نسبت
باطنی کے متعلق کلام تو کوئی دیدہ و رہی گرستا ہے اس بے بصر کے نزدیک تو آخری دریں نسبت
یوسفی مختلف الوان نسبت کا ایک عجیب اور نہایت ہی جامع گلدرستہ بن چکی تھی جو جمال و جلال
لرمی کی تجلیات خاصہ کا بوقلموں مرقع نخاجن کا پورا اور اگ و سیان اس کو زنگاہ کا مقام نہیں لیکن

ایک بات زبان قلم پر آئے بغیر نہیں رہتی۔ فقیر نے قلب یوسفی پر نسبت شیخین رضی اللہ عنہا کا نزرش
پایا ہے اپنے آخری سفر میں جب تل میں حضرت[ؐ] نے از راہ عنایت مصافر فرمایا تو حضرت جی قدس سرہ
کی قوت باطنی اور نسبت عالیہ کا اور اک پکھا اس شدت سے محسوس ہوا کہتنی دن تک یہ کیفیت رہی
نگاہوں سے بھروی رگ و پیہ میں بھلی نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہوں
بہر حال عون یہ کر رہا تھا کہ نسبت شیخین[ؐ] سے مناسبت بھی اسی صدیقی نسبت کا نتیجہ تھی جس
سے حضرت جی[ؐ] مکونوازا گیا تھا۔

موجہ وہ دور جس کا سب سے بڑا مرعن بے لیقین، ازتیاب و شک، مغیبات کا انکار الہی
حقائق اور نبوی معارف کا استخفاف ہے، ضرورت تھی کہ حکمت الہیہ اس دور کے "قائد
دعاوت" کو حقائق ایمانیہ کے اس غیر متزلزل لیقین سے نوازتی جو نبوت کی خاص میراث اور
صدیقین کا خاصہ ہے بلکہ صدیقیت اسی کا عنوان ہے۔

صدیقیت کا یہ مرتبہ بلند اللذتبار ک و تعالیٰ کی صفات عالیہ کے کمال ہوفان کا نتیجہ ہوتا
ہے، حضرت جی[ؐ] پر صفات الہیہ جس تفصیل ووضوح سے کھلی تھیں اس کی مثال کم دیکھنے
میں آئی ہے اور وہ لیقیناً صوفیاء کا ملین اور محقق عارفین ہی کا حصہ ہے، توحید افعانی آپ کا
مقام بن جلکی تھی اور توحید کامل کا رسونخ دل کی گہرائیوں میں بڑا پکڑ چکا تھا، نتیجہ ہر غیر سے
برأت اور خلت کا وہ مقام تھا، جہاں کسی دوئی کا دافی اشایہ نہیں برداشت کیا جاسکتا اور
یہ مقام سید الانبیاء، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کاظل ہے جس کا
اطھار لسان رسالت نے ان الفاظ میں فرمایا تھا،

اگر میں اپنی امت میں کسی کو اپنا غیلیں	لوکنت متخذ آخیللا
بناتا تو ابو بکر کو بناتا ریکن اس لئے	من الناس لا تخندت
نہیں بناسکتا کہ خلت کے تعلق میں اللہ	— ابا بکر —
رجامع نزدی ابواب المناقب،	کے سوا کسی کی گنجائش نہیں رہی ہے

حضرت جی نور اللہ مرفتہ کا وصال سے کچھ لمحات پیشیری فرمانا کہ ”میرے ساتھ کون ہے اور ناتھیوں کے جواب پر یہ ارشاد کہ ”میرے ساتھ کوئی نہیں میرے ساتھ میرا اللہ ہے“ اسی مقام غلت کا عکس تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ

توحید کے اس ارفع و اعلیٰ مقام کی بنا پر حضرت جی؟ دعوت بھی توحید افعانی کی ہی دیتے تھے، ہم خوش نصیبوں کو حضرت جی کے قریب رہنا نصیب ہوا اور جنہوں نے حضرت کی تقریبیں اور مجلسی ارشادات سنے اور اللہ نے ان کا فہم بھی نصیب فرمایا ان کو بقدر اپنی استعداد کے اس کا ضرور اندازہ ہوا ہو گا کہ اس باب میں ان کا کیا مقام اور حال تھا، حق یہ ہے کہ ان کا وجود ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی مجسم تفسیر اور تصویر تھا

نسبت محمدی اور اتباع بنوی

توبیخ کامل، تعلق مع اللہ اور رضا و قرب حق کا واحد ذریعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و عظمت، محبت و اتباع (ظاہری و باطنی) ہے حضرت جی نقدس سرہ جس طرح عظمت و محبت بنوی میں ڈوبے ہوئے تھے، اس کا اندازہ ان کے ہر قول و عمل سے ہوتا تھا، آپ کی معرفت و عظمت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی ذات، آپ واسے اعمال اور آپ سے نسبت رکھنے والی ہر حیڑ انتہائی عزیز تھی اور آپ کے طریقہ عالیہ ہی کو دارین کی فلاح و کامیابی کا واحد دیکھا ذریعہ اور آپ کے واسے اعمال کو خداوندی خداوائی سے استفادہ کی الہی چاہیاں یقین کرتے تھے، اسی بنا پر جبکوئی سے چھوٹی سنت چھوٹ جانے کو خداوند قدس کے خداوائی رحمت سے مخدومی کا باغث سمجھتے تھے۔ آپ یہاں تک فرماتے تھے کہ محقق صوفیہ نے کہا ہے کہ سنت کے مطالب بیت النبی عین فراغت و استنباط میں جو انوارات ہیں وہ بعد میں یہی خدمت کے لئے پیدا ہونے والے بڑے شعبوں میں نہیں یہی مفہوم ملاعلیٰ فارمی نے مردہ میں حدیث بنوی لفہم سنت بسنۃ خیر من احداث بدعنۃ“ کی شرح میں ان الفاظ میں

ادا کیا ہے ای (سنة) صغیرۃ او قیلۃ کا حیاء ادب الخلا مثلاً علی ما ورد فی است
خیر من احداث بدعة ای افضل من حسنة عظمة کبڑا رباط و مدرستة
(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳)

حضورؐ کی سنتوں کے مٹنے کا غم آپ کے سینہ کا مستقل ناسو زخم، آپ کی جگہ وزار پر سوز آہو
میں نہ معلوم کس قدر حصہ اعمال محمدیہ کے مت جانے کا تھا، آخری رجع کے بعد ایک دعا
انتہائی سور و رقت کی کیفیت میں اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اللهم اخر ج اليهود والنصارى
والمسرکين من جزيرۃ الحبيب صلی الله علیہ وسلم جزيرۃ العرب
غرض حسب نبوی اتباع نبوی حضرت جیؓ کا نفس ناطقہ بن چکان تھا۔ اسی طور پر حضورؐ پاک صلی الله علیہ
وسلم کے صحابہ کی محبت ان کا اتباع اور ان کی پاکیزہ زندگیوں کے حالات سے شغفت حضرت جیؓ
کی زندگی کا حاصل تھا اور الگ کہا جائے تو بالکل صحیح ہو گا کہ وہ اپنے انداز فکر و احساسات و جذبات
عواطف و میلانات میں صحابہ کا نمونہ تھے

صحابی گوئی میں لیکن نمونہ تھا صحابی کا

مندوی المکرم حضرت علی میاں نے خوب لکھا ہے اور حق لکھا ہے کہ
قد خالط حب الصحابة لحمه ودمه واستولی على مشاعره
وتفکیره، وقد عاش في اخبارهم واحادیثهم زمام
طويلاً...، حياة الصحابة کا پیش لفظ (ص)

علمی امتیاز اور اس کا سرسریہ
حضرت جیؓ کے علوم پر گفتگو کرنا مستقل وقت
چاہتا ہے، صرف حیات الصحابہ کی تین ضخیم
مجلدات مصنف کے وسعت مطالعہ، کتب حدیث در جمال پر نظر اور احوال صحابہ کے مختلف
گوشوں پر گھری نکاد کا بین ثبوت ہیں، گوئی میں مستقل کتا ہیں اس فن میں لکھی گئی ہیں، جن
میں سے متداول اُسد الغافر، اصحاب و استیعاب وغیرہ ہیں ابن کثیر نے الہادیہ میں بھی نیات الاعیان

کے ذیل میں التراً صحابہ کے حالات قلمبند کئے ہیں لیکن حضرت جیؓ کی حیاۃ الصحابة محدثاً نے ترتیب اور داعیانہ طرز فکر کے لحاظ سے صحابہ کی زندگی و کردار، سوانح و اخلاق کا نہایت ٹوٹھ اور اچھتوتا مجموعہ ہے۔

«اما في الأحاديـر» حضرت کی فقاہت و معرفت حدیث کی شاہد ہے لیکن ان علمی و تحریری، دینی خدمات کے علاوہ جو کہ ایک مشغول ترین زندگی کی زندگی کرامت ہے۔ فقیر کے تزویج حضرت جیؓ کے دھبی علوم خاصہ حضرت جیؓ کے بیانات و مطفوظات ہی میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جانشی والے جانتے ہیں کہ حضرت جیؓ گھنٹوں مسلسل بیان کرتے ہے، بندہ نے خود ایک دن میں حضرت کے پانچ بیان سننے ہیں جن میں ایک سارٹھے پانچ گھنٹے کا تھا، یہاں علوم اندر سے پھوٹ کر نکلتے تھے، اسافت معلوم ہوتا تھا کہ آپ نہیں کہر رہے ہیں کہدا یا جارہا ہے، علوم الہیہ کا فیضان موسلا دھار بارش کی طرح حضرت کے قلب پر ہوتا رہتا تھا اور فقیر کا گھان غالب یہ ہے کہ ذکر دائم کی طرح حضرت کا یہ حال بن چکا تھا کہ ہر وقت وہ حال میں سوتے جا گئے بیٹھتے اٹھتے علم کا القباجاری رہتا تھا، ملائیں اعلیٰ کی توجیہات خاصہ کام کر، آپ کی ذات بن چکی تھی اور معارف ربائیہ و فناۃ احسانیہ اور سب سے بڑھ کر حقائقِ نظام تشریعی کا درود و فیضان ہوتا رہتا تھا، حضرت حکیم الامۃ امام تھانوی قدس سرہ کا ملمعہ ہے کہ بعض بزرگ جن کے علوم کی اشاعت ان سے کما حقہ نہیں ہو پاتی اللہ تعالیٰ انہیں لسان، عطا فرمادیتے ہیں۔ جیسے شمس تبریزؒ کی زبان مولانا رومؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی زبان حضرت مولانا قاسم ناز تویؒ ہیں (اوکھا فال)، فقیر سمجھتا ہے کہ مامور من اللہ حضرت مولانا محمد ایاس رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ان کی ذات سے کما حقہ اشاعت پذیر نہ ہو سکے، کام اجمال کی صورت میں رہا اور حضرت اشاروں پر قیامت فرماتے رہے۔ حضرت بھی مولانا محمد یوسف قدس سرہ کی طرف جب حضرت مولانا ایاسؒ کی کامل نسبت منقل ہوئی تو وہ علوم جو اجمالاً حضرت مولانا ایاسؒ کے سینہ میں تھے ان کی زبان حضرت جیؓ کو بنادیا گیا اور مفیض حقيقة نے آپ کی باطنی ترقیات کے ساتھ ان علوم کو خوب دھامت

وتفصیل سے آپ سے کہدا یا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا ابیاسؒ کے زمانہ میں جو باتیں محفوظ اشارات تھیں، وہ تفصیلی رنگ میں سامنے آگئیں اور ایسا سی علوم کا چشمہ بڑھ کر بجز اپیدیا کنار ہو گیا یہاں یہ بات واضح کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اہل اللہ پر جن علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے وہ کتاب و سنت کی ہی تبیین و تشریح ہوتی ہے، جسے ذات الہی اہل زمانہ کی سہولت کے لئے ان کی زبان سے کھول کھول کر بیان کروادیتی ہے ۔ ۔ ۔

حضرت جیؒ اور بیعت طریقت | بیعت چاروں سرسوں میں اپنے والد ماجد قدس سرہ کے واسطے سے کرتے تھے، پہلے بیعت کی حقیقت و اہمیت اور اس کے آداب اور ذمہ داریاں تفصیل سے بیان فرماتے اس کے بعد سسلہ امداد یہ کے معروف طریقہ سے بیعت لیتے تھے اور بیعت میں خاص طور پر دین سیکھنے سکھانے اور دین کی دعوت کے لئے جان و مال کی قربانی دینے کا عہد بھی لیتے تھے، حضرتؒ کی بیعت کا منظر عجب رقت انگیز اور پراٹھ ہوتا تھا، ایک مرتبہ رائے و نظر میں ایک کشیر مجمع نے بیعت کی بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں میں پگڈیاں اور چادریں وغیرہ تھیں اور اتنا کشیر مجمع تھا کہ کئی حضرات مجرمؒ کی طرح پکار پکار کر الفاظ بیعت کو بیعت کرنے والوں تک پہنچا رہے تھے، عجیب دلکش منظر تھا، میرے ایک عزیز ہنسنے لگے کہ آج تو حضرت جیؒ نے امام شہید (سید احمد صاحب رائے بریلویؒ) کی یاد تازہ کر دی،

یہ تو بیعت سلوک کے عام طرز کا تذکرہ تھا، لیکن ایک بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ تبلیغی طریقہ دعوت، خود ایک مستقل سلوک، کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے جس میں سلوک صحابہ اور قرب بالفرض کے طرز کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

حضرت جیؒ کا اصل امتیاز اور کارنامہ | خیر پر توحضرت جیؒ کے بعض کمالات کا سسری تذکرہ تھا، حقیقتاً آپ

فضائل و کمالات کا مجموعہ تھے، حافظ، قاری، مدرس، محدث، صوفی مصنف، مبلغ سب بھی کچھ تھے لیکن سب سے زیادہ جس عمل پر آپ نے جان کھپائی اور جو عمل آپ کی زندگی کا مقصد بناؤاللہ کی طرف دعوت تھی، گویا اللہ تعالیٰ نے یہ تمام علمی و عملی صلاحیتیں انہیں اسی لئے دلیعت کی تھیں کہ دعوت علی منہاج النبوة کا جو طریقہ مندرس ہو چکا تھا، اسے اپنی وصی صلاحیتوں سے پوری طرح سمجھیں، سنبھالیں، زندہ کریں اور آگے بڑھائیں، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ پر دعوت کا یہ طریقہ جسے وہ قرن اول کا ہیرا کہا کرتے تھے، موجودہ دور میں اولاد کھلا، اور انہوں نے اپنے مجاہدات، مقبولیت عند اللہ اور توفیق ربانی سے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ فَلَمَّا كَانَ أَخْسَنَ الْبَلَائِعَ رَحْمَةَ اللَّهِ رَحْمَةً وَاصْحَاحَ هَمَارَ سَيِّدُ الْمُلَكَّاتِ قَدْسُ سَرَرُ فَرِيَايَا كرتے تھے کہ مولانا الیاس "تو مأمور من اللہ تھے، ایک مرتبہ ان کے فضائل و کمالات کا تذکرہ فرمائے" عجب و جد آفرین انداز میں دو تین مرتبہ فرمایا "سلام" علی الیاسین "حضرت مولانا الیاس" کی یہ دعوت موجودہ دور کی تمام دعوتیں اور دینی تحریکیوں میں منہاج بنوت سے زیادہ قریب باشہ ہے، حضرت مولانا الیاسؒ کی زندگی اور دعوت پر حضرت مولانا البر الحسن علی نے اپنی کتاب حضرت مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت "میں جو لکھا ہے، بلکہ یوں کہیے کہ ان سے جو لکھایا گیا ہے، دعوت کے طریقہ کو سمجھنے کے لئے اس کے مقدمہ کا سمجھنا بذیاد کا درجہ رکھتا ہے۔

حضرت سید الملةؒ کا مولانا مرحوم کے متعلق مضمون بھی خاص چیز ہے۔

بہر حال حضرت جیؓ نے اپنے والد ماجد قدس سرہ کے جانشین کی حیثیت سے اس کام کو سنبھالا اور اس پر اپنی جملہ صلاحیتوں اور استعدادوں کو اس طرح کھپایا، گویا یہ دعوت ہی ان کی زندگی کا مقصد تھی، وہ اسی کے لئے پیدا ہو شے تھے، کسی مقصد میں اپنے آپ کو فنا کر دینے کی ایسی مثالیں تاریخ میں بھی شاذ و نادر ہی ملتی ہیں، شب دروز میں شاید مشکل، چار پانچ گھنٹے آرام کے ملتے ہوں، دیکھنے والوں کو رحم آجاتا تھا، لیکن اللہ کا یہ مقبول اذ فدائی الدعوة بندہ دینی تفاصیلوں پر مجاہدات کی چکی میں مسلسل اپنے آپ کو پیتا رہتا تھا۔

ایسا معلوم بتاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو اسی محنت و دعوت کے لئے پیدا کیا تھا،
حضرت امام سپانی مجدد سریندی گھا کیہ قول ان پر بھی اس کام کے بارے میں صادق آتا تھا کہ
”اے فرزند باوجود ایں معاملہ کو خلقت من مریوط بودہ است کارخانہ

دیگر عظیم بن حوالہ فرمودہ اند براۓ پیری و مریدی مرا بنا و رودہ اند مقصود
از خلقت من تکمیل و ارشاد علیٰ نیست معاملہ دیگر است و کارخانہ دیگر، دریں
ضمن ہر کر مناسبت وار دفیض خواہ گرفت والا، معاملہ تکمیل و ارشاد نسبت
ہاں کارخانہ امرے است ہچوں مطروح فی الطریق، دعوت انبیاء علیہم الصلوٰت
والشیمات نسبت بمعاملات باطنیہ ایشان ہمیں حکم دارو، ہر چند منصب
بروت ختم یافتہ است اما ان کمالات بروت و خصال قص آں بطریق تبعیت و
وراثت کل تابعان انبیاء را نصیب است“

دکتوپ ۴۳ دفتر دوم حصہ ششم ص ۲۲)

حضرت جیؒ کے اخلاص عمل، مسلسل مجاہدات، طریق دعوت کی درستگی اور دعاویں
کا یہ اثر تھا، کہ وہ کام جو حضرت مولانا الیاسؒ کے وصال کے وقت پاک و ہند کے صرف چند
خاص خاص مقامات تک محدود تھا، وہ بڑھا، پھیلا اور دیکھتے دیکھتے یورپ و امریکہ جا پان
وافریقہ، اقصائے مشرق سے اقصائے مغرب تک پہنچ گیا جما عنزوں اور دینی فاقلوں کی پاک
و ہند اور بیرونی ممالک میں نقل و حرکت سے لاکھوں فیضاب ہوئے، ہزاروں نے راہ پائی
سینکڑوں منقی کامل بننے، سوتے جا گے، بے طبیوں میں طلب پیدا ہوتی، بے دینوں میں
احساس دین آیا، سونی مسجدیں آباد ہوئیں، اللہ کے دین کی آواز گلی گلی کوچہ کوچہ، قریب، قریہ
ملک پہ ملک گنجی اللہ تعالیٰ ہری بہتر جانتا ہے کہ کتنوں نے اس دعوت و محنت سے فیض پایا
اور کتنے بھٹکے ہرے انسان راہ پر کئے، کتنے مردہ سنتیں زندہ ہوئیں، کتنے فرانچ میں جان
پڑی، کتنی نئی مساجد تعمیر ہوئیں، کتنے غافل و بے بہرہ دینی علوم کے طالب بننے، کتنے ذاکر

و شاغل بنتے، کتنوں میں دین کا درد و فکر پیدا ہوا کتنے لذت و حقیقتِ دعا سے آشا ہوئے، اس کام کے ثراتِ عاجله کا بھی سچی بات یہ ہے کہ احاطہ نہیں کیا جاسکتا، آخرت ہی میں معلوم ہو گا کہ اس کام کے چالو ہو جانے سے عالم میں کتنی خیر کی صورتیں پھیلیں،

**دعوتِ تبلیغ کی فکری اساس،
دینی دعوت کے متعلق جو نہیں جانتے
اور جانتا نہیں چاہتے انہیں تو جانے دیجئے
ریاضتیادی ایمان و یقین**

کے قائل حضرات بھی اس کی اصل حقیقت کو بہت کم جانتے ہیں۔

حضرت جیؒ کے سامنے یہ دعوت اپنی پوری ترتیب کے ساتھ منکشافت تھی اور اس کا نقشہ بالکل مرتب تھا اور یہ ترتیب و خالک ان کا کوئی ذہنی اختراق یا کسی انسانی دماغ کی کاوش کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اُلُّ قوانین تشريعی اور نظام ہدایت کی معرفت و یافت سے حاصل ہوا تھا، اس وجہ سے یہ نظام حضرت جیؒ کے عقیدہ کالائیفک جزو بن چکا تھا اس اجمال کی تفصیل کے سمجھنے کے لئے چند باتوں کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت نے جیسے اس کائنات کے نظام کو قائم فرمایا ہے اور گواں کی قدرت اسباب کی قطعاً پابند نہیں تاہم اس کی حکمت نے اس کی قدرت کو عادی طور پر اسباب و عمل سے اس عالم میں ظاہر فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے نظام تشريعی میں بھی اسباب و عمل رکھے ہیں، نظام تشريعی مقصود ہے، نظام تکوینی نظام تشريعی کے بعض مقاصد کی تکمیل کے لئے پیدا فرمایا گیا، گویا نظام تشريعی اصل و مقصد ہے اور نظام تکوینی اس کا ذریعہ اس وجہ سے نظام تشريعی کے قوانین میں انفکاک و تغیر و تبدل نہیں ہوتا لیکن نظام تکوینی کے عادی عمل و اسباب کو نظام تشريعی کی حکمت و مصالح کی بنیا پر جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملک چاہتی ہے تو مردیتی ہے اور ان عمل و اسباب تکوینی کے ارادہ الہی سے تو دینے کا نام سمجھ رہا، ختن عادات یا کرامت ہے، حضرت سید الملت قدس سرور نے سیرت النبیؐ

(۳۰۹/ج ۳ دی ۱۴۰۶) میں اس پر مقابل دیکھت فرمائی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اتناد فرماتے ہیں :

" یہ ادی عالم جن طرح مادی نظام اور قانون کا پابند ہے، خدا نے پاک نے عالم روحانی میں بھی اسی قسم کا ایک اور نظام قانون اور عمل و اسباب کا سلسلہ قائم کر کر کا ہے جس لیقین کے ساتھ آپ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ نہر النان کے لئے قاتل ہے۔ اسی لیقین کے ساتھ طب روحانی کا واقعہ کار کرتا ہے کہ گناہ انسان کی روح کو قتل کر دیتا ہے۔ پیغمبر فیضان نبوت کے قبل کے لئے اپنی روح میں کس طرح استعداد پیدا کرتا ہے۔ دنیا میں کب میتوث ہوتا ہے۔ معجزات کا نہوار ان سے کن اوقات میں ہوتا ہے اور وہ اپنے دعویٰ کو کس طرح پیش کرتا ہے۔ انکار و مراحت پر وہ کیونکہ بناجرہ الی اللہ کرتا ہے اور پھر کیونکہ دعوت کے متکرنا کام و خاوس اور اہل ایمان فلاج یا ب و کامیاب ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز مرتب اور منظم قواعد کے مطابق بہ ترتیب ظہور میں آتی ہے۔ قرآن مجید میں تیرو مقام پر سنت اللہ کا لفظ آیا ہے لیکن ان میں زیادہ تر اسی روحانی نظام و ترتیب کی طرف اشارہ ہے۔

فلسفہ تاریخ جن طرح سیاسی و اقامت کی تکرار اور حوادث کے بار بار کے اعادہ سے اصول اور تاریخ سماں پہنچ کر ایک عام تاریخی قانون بنایا گیا ہے اسی طرح انبیا علیم السلام کے سوانح اور تاریخیں بھی اپنے واقعات کے بار بار کے اعادہ سے خصائص نبوت کا اصول و قانون ہمارے لئے مرتب کرتی ہیں۔ (سیرت النبی جلد پنجم صفحہ ۲۸۹/ج ۱۵)

دوسری ہلگہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارتقاء فرماتے ہیں :

" قرآن مجید میں سنت النبی کا ایک خاص مفہوم ہے اور اس اصطلاح خاص

میں یہ لفظ کئی جگہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ خیر و شر، حق و باطل، نور و غم، نعمت اور حکم و النافعات جب باہم تکارتے ہیں تو بالآخر اللہ تعالیٰ خیر کو شر بر جھن کو باطل پر، نور کو نعمت پر اور النافعات کو حکم پر فتح اور کامیاب عطا کرتا ہے لگنگار اور مجرم تو میں جب حق کی دعوت قبل نہیں کرتیں اور پند و معنعت ان کے نئے موثر نہیں ہوتی۔ تعالیٰ ان قسموں پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے اور بالآخر بھی کی کڑا ک، آسمان کی گرج، زلزلہ کی هصرہ اہست، آندھی کی گھر مکھ اہست، دریا کے طوفان، پاڑ کی آتش فشاں یادشمن کی تلوار سے ہلاک اور برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ سنت الہی ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی اور اس میں کبھی کوئی فرق پیدا نہ ہو گا۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے اسی معنوں میں آیا ہے..... اس کے بعد سید صاحب نے وہ تمام آیتیں لکھ دی ہیں، تاکہ کمی کو شک و شبه کی گنجائش نہ رہے ہم مخونتہ صرف ایک آیت نقل کرتے ہیں، حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کو تنبیہ اور مسلمانوں کو تسلیم دی جاتی ہے۔

وَكُنْوَ قاتِلُكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا
الْأَدْبَارُ شُمُّ لَأَيْمَدُ وَتَرْلِيَا
وَلَلَّاقِيَرَا، سُسَّةَ اللَّهِ الْتَّقِيَّ
مَثَدَ خَلَتْ مَنْ شَبَلْ دُوَى
مَجِدَ لِسُسَّةَ اللَّهِ تَبَدِيَلَا
وَبَلَتْ نَرْ پَوَّگَے۔
تَقْصِيلَ كَلِيَّهَ لِجَيَّهَ يَرِيزَ البَنِي سَوْجَ
۱۸۱۲ تا ۲۶۹ (فتح ۳)

اس تشریع سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نظام ہر ایت میں اس کا ایک اعلیٰ تاقون اور سنت اللہ جاری ہے کہ بنی آتا ہے۔ اپنی قوم کو دعوت دیتا ہے جو خوش نصیب اس

کی دعوت پر بیک کہتے ہیں۔ وہ دارین کی فوز و فلاح اور کامیابی پاتے ہیں اور جو اس
بات کو نہیں مانتے اور ربی کی امکان کو شکرانے کے باوجود دایاں نہیں لاتے بلکہ اس کے
دشمن بن کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ آخرین اللہ تعالیٰ کی تدریت خاصہ سے ہلاک ہر
جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا قانون ہے جس میں تغیر کا کوئی امکان نہیں۔ ہر زمانے
میں یوں ہی ہوا اور سبھی ہی ہو گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا یہ غیر متبدل و مستقر اور اُلیٰ قانون انبیاء علیہم السلام اور ان کے
ماننے والوں (مؤمنین) کے لئے عام ہے کہ ان کی کامیابی اور نجات ہوگی اور ان سے
ٹکرائے والے ہلاک ہوں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

فَهُنَّ يَنْتَظِرُونَ إِلَامِنَتَ أَيَّامَ الدِّينِ خَلَوَاتِ مِنْ قَيْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنَّ مَعْكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ شُهَدَاءُ حَقِّيَّةِ رَسُولِنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْثَرُ الْكَافِرَاتِ عَلَيْنَا نَجِيَ الْمُؤْمِنِينَ	لیا یہ کافر گذشتہ قوموں کی طرح واقعہ ہلاکت کا استغفار کرتے ہیں۔ کہہ دے کہ استغفار کر دیں ہیں ہم نہیں ساتھ استغفار کرتا ہوں پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ایسے ہی ایمان لانے والوں کو ہم پر فرض ہے ہم نجات دیں گے ایمان والوں کو۔
---	--

(یوسف ۱۰)

خدا تعالیٰ کا قطعی وعدہ ہے کہ وہ مؤمنین کی مدد فرمائے گا۔

وَكَانَ حَمَّةً عَلَيْنَا نَصْرٌ وَكَانَ حَمَّةً عَلَيْنَا نَصْرٌ	اور ایمان والوں کی مدد حسم المُؤْمِنِينَ - (اردم) پر فرض ہے۔
--	---

اسی قاعده کے تحت سورہ 'المؤمن' میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الْفَقْرَ مِنْ رُّسْلَنَا وَالَّذِينَ يَتَبَيَّنُّ بِمِنْزَدِرِ الْعَزُوْزِ مَدْفُرَيْنَ	گے اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں مُنْتَهَا الْحَبْيَا وَالْمُنْتَهَا وَنَوْمٌ
---	--

يَقُومُ الْأَشْهَادَ -

کی جو ایمان لائے دنیا میں بھی اور

قیامت کے دن بھی -

(المؤمنون ۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جس طرح الحم ماضیہ میں جاری اور ساری بھتی اسی طرح اب جیسا کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین بن کے تشریف لے آئے اور آپ کی امت تمام امتوں کی
جانشین بن کر اس عالم میں آئی۔ ارشاد رسالت ہے :

خُنَاحُ الرَّاجِمِ دَكْنَزُ صَرْجِ ۲۳۰ بْجَوَارِ بْنِ يَاهِبٍ، هُمْ أَخْرَى امْتَهِينَ -

تو مجیے پہلی امتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ بلن اور سنتے اللہ جباری بھتی۔ اس امت میں بھی
تا قیامت باری رہے گی کیونکہ تم نبوت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے زمانہ
کو قیامت تک مستمر کر دیا ہے۔ اب اس زمانہ میں (یعنی بخشش محمدیہ سے لے کر تا قیام ساعت
اللہ کی وہ تمام نظرتی اور مدیں جو طریقہ محمدیہ اور دین حق اور حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ باقی اور رقامہ دوام ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ
علیہ وسلم نے پر دہ فرمایا لیکن آپ کے نیوضن و برکات باقی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت
لیتے کے طریقہ اور قدرت خاصہ سے استفادہ کی صورتیں امت میں آپ کے احکام اور
سنن کی شکل میں موجود ہیں۔ امت اپنی ذات میں مستقل حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ اپنے بنی صلی
اللہ علیہ وسلم کے مقصد دعوت اور طریقوں میں جس قدر یہ ان کی شریک ہو گئی اسی قدر
اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد دل سے فازی جائے گی اور اس کے اعمال پر قوموں کے لئے خیر و مرض
کا فیصلہ ہو گا۔

۴۔ امت محمدیہ مرحومہ یوں تو امام سابقہ کی طرح حمد احکام داعمال میں اپنے
بنی کے طریقہ پر ہو گی لیکن اس کا خصوصی امتیاز اس کی داعیانہ حیثیت ہے جس کی وجہ سے
اسے دوسری امتوں پر فرقیت اور فضیلت بخشی گئی اور حقیقتاً یہ دعوت ہی اصلًاً انبیاء
علیهم السلام کے زمانے میں خدا کی خصوصی مدد دن کو متوجہ فرماتی تھی۔ اسی وجہ سے انبیاء

کی دعوت کے مانے والے کامیاب اور نہ مانے والے ناکام اور خاسرو خاوب ہوتے تھے
اسی بنا پر اس امانت کی نصرت کو دین کی نصرت کے ساتھ مشرد طریقہ کر دیا اور دین کی نصرت
کرنے والوں کو اپنی مدد کا پختہ لینبین دلایا۔ ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ
لَهُ أَيْمَانَ وَالْأَيْمَنُ مَدْكُورُهُ اللَّهُ
كُلُّ قُوَّةٍ وَإِنَّ اللَّهَ يَنْصُرُ كُلُّ
مُؤْمِنٍ إِنَّ اللَّهَ يَنْصُرُ الْمُؤْمِنِ
وَإِنَّ اللَّهَ لِقَوْيٍ عَزِيزٌ
اللَّهُ تَعَالَى ضَرُورٌ بِالضَّرُورٍ مَدْكُورٌ
كُلُّ حِجَارَةٍ كَمَا دِينٌ كَمَا مَدْكُورٌ
بِشَكٍ اللَّهُ تَعَالَى ذِرْ وَسْتٌ هُنَّ
زُورٌ وَالاَلَّاهُ هُنَّ
وَيُشَبِّهُ اقْدَامَكُمْ (مُحَمَّدٌ) ،
وَيُنَصِّرُ إِنَّ اللَّهَ مِنْ يَنْصُرُهُ
إِنَّ اللَّهَ لِقَوْيٍ عَزِيزٌ
الحجج ۶

اس بنا پر جب امت اپنے فرضیہ دعوت الی الحق و الاخیر، امر بالمعروف و نهى عن
المنکر میں غفت برستے گی تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جائے گی بیان تک کہ اللہ تعالیٰ سے
(مدد کی) جو دعائیں منٹھنے گی وہ بھی قبول نہیں ہوں گی جیسا کہ احادیث میں آتا ہے (دیکھو
کنز العمال صفحہ ۲۲۹ / رج ۲ مشکلاۃ باب الامر بالمعروف)

امانت کی اس خاص داعیانہ حیثیت اور نیابت نبوت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت
کے آنے اور دایین میں عافیت و فوز و فلاح کے پانے کا طریقہ اپنے اس فرضیہ (دینی
دعوت) کو مقصد قرار دے کر اس کی راہ میں اپنی جانوں کا کھپانا اور مال کا انفالت ہے باقی
اموال ذاتی اور اخزوی بخات تقدیم دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی وہ نصرتیں جو عالم کو ہدایت
کی طرف پہنچا دیں اور دشمنان ہدایت کو تباہی کے گھاٹ آثار دیں وہ دین کی دعوت کی محنت
پر مخصوص ہیں۔

۵:- پھر یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دعوت بالکل منہاج نبوت کے مطابق ہو، کتب اللہ

صحیفہ نظام ہدایت اور رہنمائے طلبیہ دعوت بھی ہے۔ یعنی قرآن پاک صرف دعوت بھی نہیں بلکہ طریقی دعوت بھی سمجھاتا ہے۔ اسی طرح اسوہ بنوی صرف شخصی اور الفردی احوال کے لئے ہی نہوڑہ نہیں ہے بلکہ آپ کا طرز دعوت و تربیت بھی تاقیامِ الساعۃ میں است رسانی خلق کا افضل و اکمل اور موثر ترین طلبیہ ہے۔

۴:- امّت جب منہاج نبوت کے مقابل دعوت کو مقصد بن کر احیاء دیں اور اعلانِ
کلّت اللہ کے لئے محنت و کوشش اور تجدید و مشقت اور ایثار و قربانی کو پیش کرے گی تو
اللہ تعالیٰ اپنی قدرت خاصہ سے سعید روحیں کو ہدایت کی طرف پلٹا دیں گے اور دعوت
کے مقابل میں آنے والی طاقتuron کو خود پاش پاش کر دیں گے کہ سنتہ اللہ اسی طرح ہی جاری
ہے لیکن خداوند قدوس کی یہ نفرتِ محنتوں کی ایک خاص سطح پر آتی ہے۔

۷:- امّت مسلمہ پر سے عالم کی طرف مسجور ہے۔ یہ قعود و عزلت کی زندگی نہیں
لبر کر سکتی۔ اس کی رہیانیت اور در ولیشی دین کی محنت ہے۔ اس لئے امّت کو مختلف
احوال و ظروف میں سہجت و نفرت اور لفڑ و جہاد کے احکام دیتے گئے۔

ان اساسی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ
اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفت الصدق اور خدیجۃ ارشد حضرت جی لوزر اللہ مرقدہ کی دعوت
پر عذر کریں گے تو کسی درجہ میں یہ بات سمجھیج سکیں گے کہ خاصان خدا اس کام کو اس قدر
اہمیت کبھی دیتے ہتھے۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھتے ہتھے بلکہ آنکھوں سے دیکھتے ہتھے کہ
کہ یہ غیر مبدل سنتہ اللہ اور اللہ تعالیٰ کا اٹل دستور اور فیصلہ ہے کہ اس امّت کے لئے
بلکہ سارے عالم انسانی کے لئے خیر دشتر کے فیصلہ کا اختصار اب امّت محمد یہ کے عمل د
دعوت اور اس راہ کی محنت و قربانی پر ہے اگر اس نے دعوت کے کام کو اور اس کی راہ
میں ٹھوکریں کھلنے کو نہیں اپنایا تو وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مددوں سے محروم ہو
گی اور سارے انسانی عالم کی جی ہدایت و رحمت سے محرومی کا باعث بنے گی اللہ تعالیٰ

نے ان کے دلوں اور رسینیوں کو اس یقین سے بھر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے امت کے سے اور عالم کے سے جزا درہ باست کے فیضے کرنے کا راستہ بھی ہے کہ امت میں مناج نبوی پر دعوت اور قربانی زندہ ہواں کے سواب و دروازے بندھیں۔

حضرت جی قدس سرہ پر اللہ تعالیٰ نے ان تمام حقیقتوں اور سنن اللہ کے ان مجدد پہلوؤں اور نظام ہدایت کے دینیت خون کو پوری طرح منکشافت کر دیا تھا اس وجہ سے وہ سمجھتے رہتے کہ امت محمدیہ، الگ آج حضور الفرزصل اللہ علیہ وسلم والے مقصد کو اپنا کرادر اپنے کو صفات بنتیب سے مزین کرتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میدانِ دعوت میں زوج کہ پورا عالم اور ساری لشیانی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقوں اور صحابہ والی قربانیوں کے ساتھ اتر آئئے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، رحمت و لسم اور ان کے تشریفیں اُنلی قوانین کی نیام پر اللہ تعالیٰ ہدایت کافیچنان فرمادیں گے۔ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار اور تنبہ میں ہے اور ہدایت یعنی کامناطہ اعمال محمدیہ کو اپنلتے جتنے مناج نبوی کے مقابل دعوت کے میدالذن میں ابراہیم اور محمدی قربانیوں کو پیش کرنا ہے امت محمدیہ کا حب ایک منتہی طبقہ صحیح رخ سے دین کے سے قربانی پیش کردے گا، اور وہ قربان عنده اللہ مقبول ہو جائے گی تو اللہ تبارک و تعالیٰ عالم کے سے ہدایت کافیشدہ دیں گے؛ ہدایت کے لئے ایمان و اعمال صالحہ اور دعوت اور قربانی اور دعائیں شرط ہیں، عک و مال شرط نہیں۔ اس لئے جس وقت امت صحیح رخ سے ہدایت کی محنت کرنے والی بن جائے گی اور اس کی قربانیاں اور دعائیں اللہ تعالیٰ سے مدد کافیشدہ کر دایں گی، اس وقت باطل کی تو قیامت اللہ تعالیٰ کی غلبی طاقت سے پارہ پارہ کر دی جائیں گی۔ یہ محنت جس قدر نسبت محمدیہ کر اپنے اند رئے ہوئے ہو گی اسی قدر اس کے اڑات عالمیگر ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عالمی ہے۔ آپ والے امثال کا اثر پورے عالم پر پڑتا ہے۔ آپ والے اعمال اگر اپنی حقیقت کے ساتھ ایک طبقہ میں بھی زندہ ہو جائیں اور وہ طبقہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم والی محنت کو انخلاص اور حملہ اصول کے ساتھ اپنائے تو ان کی دعوت و دعا پر اللہ تعالیٰ کی قدرت خاص پرے عالم کے باطل نظاموں کو توڑ دے گی جیسے امراضیں فروع و مزروع و شداد، و قوم عاد و قوم ثمود، اسماعیل الائیک اور دوسری متمد اور رباغی آوام کو اپنی قدرت کامل سے ختم فرمایا تھا بات یقین کی ہے ، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہو اور اس کے قوانین تشریعی پر ایمان ہو تو یہ بات بعید نہیں دکھائی دے گی ۔

بہر حال حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نظام ہر ایت کے اٹل قوانین اور غیر متمدد سنن اللہ کی بنابر دعوت و مدراست کا ایک خاص خاکہ و نقشہ نخاںیں پر ان کا دیسا ہی ایمان و یقین تھا جیسا کسی بڑی سے بڑی چیز پر ہو سکتا ہے ۔ اس خاکہ و نقشہ کا ہر خط و خال انبیاء علیهم السلام کے تصنیف ، قرآن حکیم کی ہدایات ، سنن نبیریہ اور صحابہؓ کے احوال سے مرتب کیا گیا تھا ۔ ان کے سامنے حضور اوزر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام کی پوری زندگی تھی اور وہ ہر قدم خدا کی توفیق سے اسے دیکھ دیکھ کر اٹھاتے تھے ۔ یہ دعوت محفوظ چند اعمال کی دعوت نہ تھی بلکہ پرے دین کے احیاء کی پرے عالم میں کوشش تھی لیعنی نادائقف جو صورت حال سے واقف نہیں اسے سطحی دعوت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ان کی کم نگی اور سطحیت کی دلیل ہے ۔ کاش وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی و عملی صلاحیتوں سے نوازے ۔ اس کام کو سمجھتے اور اپنائیتے ۔ چند اعمال کے احیاء کا سوال نہیں بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے جو اپنے مقصد ، عقائد ایمان ، احوال و اعمال ، عبادات و للہیت ، افکار و احساسات ، اخلاق و معاشرت میں صحابہؓ کا مثود ہو ۔ اللہ تعالیٰ ای رحمۃ و قدرت سے امید ہے کہ جس طرح اس نے انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں لے اتھا یا بڑھا یا چمک کیا اور اس سطح پر پہنچا دیا ۔ آئندہ بھی اس کے فرزندگی سورتیں پیدا فرمائے گا ۔ و ماذ اسکی علی اللہ لعزیز ملکن ہے حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ

کا وصال سے پیشتر بار بار ان کلمات کو پڑھنا "الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ صَدَقٌ وَّفْدَهُ وَنَصْرٌ عَبْدَهُ وَهَزْمُ الْأَخْرَاءَ وَخَدَهُ" اسی طرف اشارہ ہر دو اللہ اعلم و عذر اتم ।

حضرت جی کی شخصیت سازی

کسی کامل شخصیت کا صرف یہی کمال نہیں ہوتا کہ وہ خود کامل ہے بلکہ شخصیت کے کمال کا ایک بڑا ثبوت شخصیت سازی میں اس کا کمال اور اس کی تاثیر ہوتی ہے ۔ حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قلبی ، فیض صحبت اور باطنی اثر نے ہزاروں اشخاص کو تقویٰ اور دینی زندگی کا قابلِ رشک مقام عطا کر دیا ۔ آج ہیں ایسے سینیروں اشخاص میں ہیں جن کی زندگی کی کامیابی کی پڑتائیں ۔ کل جنماز ولنت اور تقبیش کی گودوں میں پہنچتے آج ان کے زہد و قربانی کو دیکھ کر مصعب ابن عثیر کی قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔ نہ صرف یہ کہ زندگی کے ظاہری و باطنی شاکے پہنچتے بلکہ حضرت جی کی یہ تبری کرامت ہے کہ کئی ایسے اشخاص جن کا دین سے خاص تعلق نہ تھا، حضرتؐ کے کام کو ایسا اپنا چکے ہیں اور حضرتؐ کے علوم و معارف ان کی زبانی سے اس طرح جاری ہیں گویا حضرت جی ہی بول رہے ہیں ہے

من تو شدم ، قومِ شدی ، من تن شدم تو باب شدی

تاکس نگوید بعد اذیں ، من دیگرم ، تو دیگرای

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص موبہت اور انعام تھا جو اس دور کے یوسفؐ کو عطا ہوا ۔ یہ بے پیر یوسفؐ زمانہ کے کون کون سے جمال و کمال کو بیان کرے گے وامن بزرگ و ملک حسن تسبیار وہ غبیر عالم کمال سمجھتے، دین کا ایسا سہر در دغم خوار قرآن میں پیدا ہوتا ہے ۔ دلوت حق کا ایسا شیدائی اور اس کی راہ میں مرٹنے والا اسدیوں میں وجد دین آتا ہے ۔ سالم اور کبیر دبت خاتمی نالہ حیات تاذبزم عشق یک دلائی راز آیہ بڑوں

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

اور

اُن کی چند خصوصیات

(مولانا نسیم احمد فرمادی امری)

وہ کبکے آئے بھی اور گئے بھی مگر نظر میں سما رہے ہیں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی جن کے نام کے بعد چند ماہ پہلے ہم مظلہ
محنت اور بولتے تھے۔ آج رحمۃ اللہ علیہ اور نور اللہ مرقدہ کہہ اور لکھ رہے ہیں۔ دنیا سے گزرا
سب کو ہے، موت سب کو آنی ہے، سب کو اس حالم فانی سے رخصت ہونا ہے۔
موت سے کس کو دستگاری ہے

آج وہ کل ہماری باری ہے

اس عالم ناپائیدار میں جو بھی آیا ہے یہاں سے مقررہ مت کے بعد ضرور جانے کا بتو
کا آہنی جنگل سب کو اپنی گرفت میں لے گا ہے

آنے والی کس سے طالی جائے گی

جان ٹھہری جانے والی جائے گی

مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اپنی حیات متعار میں ایسے کارنا میں چھوڑ جاتی ہیں

جن سے اُن کا نام نیک باتی رہتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف جبھی اُن مبارک شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنے زندہ رہائشہ علمی و دینی کارناموں کے ذریعے جریدہ عالم پر اپنی نیک نامی کوشش کرایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی قبر کو فور سے معمور کرے (آئین) مجھے اکیس سال سے حضرت مولانا مرحوم سے یک گورنمنٹن تعلق دربط تھا۔ وہ اپنے اخلاق عالیہ کے تقاضے سے احقر کا طرا اکرام فرماتے تھے جس سے بعض اوقات اپنی بے عملی اور کہیتی کے پیش نظر مجھے شرمندگ محسوس ہوتی تھی۔ میں بھی ان سے جذبہ عقیدت مندی سے ملا تھا۔ اس نئے کو مجھے ان کی شخصیت میں اکابرلت کے اخلاق کی جملکیاں اور مشائخ کا نام صعلہ کی ارادوں کا نکس نظر آتا تھا۔ یہ حقیقت تو بعد کو معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا عزیز کے لحاظ سے مجھ سے چار پانچ سال چھپڑے تھے۔ میں ان کی حیات میں اپنے مقابلے میں سر کے لحاظ سے بھی ان کو طرا سمجھتا تھا۔ سچ پرچھئے تو وہ ہر ہیئت سے بڑے ہی تھے۔ ان کی تھوڑی عمر میں بھی کام کے لحاظ سے بڑی برکت ہوئی۔ ہم جیسوں سے سو سال میں بھی وہ اہم کام انجام نہیں پاسکتے جو انہوں نے ۲۹ سال کی عمر پا کر صرف اکیس سال میں انجام دے لئے۔ یہ شخص انعام رتبائی تھا کہ ان کے کارکردگی کے مختصر سے زمانے کا ہر دن دینی اعتبار سے کامیاب تھا اور ہر رات انوار آغوش بھی۔

حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقد کو میں نے جہاں تک بیاد پڑتا ہے صرف دو ترہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ ریل میں جب وہ سماں پور سے دہلی جا رہے تھے اور میں دیوبند سے میرٹھ جراہ تھا۔ یہ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ دوسری مرتبہ ان کی دفاتر سے کچھ عرصہ پہلے بہرائی حضرت مولانا فتحی مظلہ دہلی جا کر۔ غرضیکہ میں اپنی محرومی کی بنار پر حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی شخصیت سے ان کی زندگی میں کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور ز مجھے کوئی موقع ملا کہ ان کے کارناموں اور مسامعی حسنے سے واقفیت پیدا کرتا۔ فائدہ تو اپنے

زمانے کے کسی بزرگ سے بھی آج تک نہ اٹھا سکا، اپنی سیاہ بختی کی یہ داستان چھپی ڈینی مقصود نہیں مجھے تو عرض یہ کرنا ہے کہ میں نے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے جانشین اور گلوتے بالکل صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کو قریب سے دیکھا، دُور سے دیکھا، سفر میں دیکھا، حضرت میں دیکھا، خلوت میں دیکھا، جلوت میں دیکھا، عمومی اجتماعوں میں دیکھا، انصوصی محافل و مجالس میں دیکھا، ان کی روح پرور باتیں نہیں۔ ان کی پرشکوہ تقریریں نہیں، ان کے کچھ مکتوبات بھی احقر کے نام صادر ہوئے جو عرائض کے جواب میں تھے یا از خود از راہ کرم فرمائی تسلیعی نقل و حرکت کے سلسلے میں ارسال فرمائے گئے۔ دو تین مرتبہ امر و ہر بھی تشریف لائے۔ ایک دفعہ تسلیعی اجتماع میں اور دو مرتبہ درصدا اسلامیہ جامع مسجد امر و ہر کے جلسے دستار بندی اور اجماع ختم بخاری کے موقع پر۔ امر و ہر کے متعلق فرماتے تھے کہ یہاں پر بزرگوں کی بستی ہے۔ سلسلہ صابریہ امداد بیہ رشیدیہ کے تین اکابر طریقت اس سرزمیں پر ابدی نیند سورہ ہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بعض خدام سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اس زمانے میں جب کہ ان کا یہاں کوئی تعارف نہ تھا، اپنے ان اکابر طریقت کے مزاروں پر حاضری دینے تشریف لایا کرتے تھے۔

الغرض مولانا محمد یوسفؒ سے واقفیت کے اسباب مجھے حاصل ہوئے۔ میں ان کی شخصیت سے متأثر تھا۔ اس اکیس سال کے عرصے میں میرے قلب کا تعلق ان سے ٹھصاراً میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مخلد دیگر اکابر کے میں نے اپنے عمدہ میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ جیسی بادگار سلف دلنشیں شخصیت کو بھی دیکھا ہے۔

اور ان سے واقفیت پیدا کی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی زیادہ قربت حاصل نہ کر سکا اور فیضِ محبت سے زیادہ مستفیض نہ ہو سکا۔ مولانا اپنے بعض خطوط میں تو کبھی کبھی مجھے میری عدم نقل و حرکت پر اشارہ تبیہ بھی فرمادیتے تھے گرچہ کبھی حاضر ہوا تو اس تو تماہی ذوقِ عمل، ہونظر اداز فرمایا۔ اگر کبھی فرمایا تو مرکز میں کچھ دنوں قیام کرنے کے لئے اڑاں۔

کا عنوان بھی اس قدر در باہر تھا کہ جی چاہئے لگتا تھا کہ کچھ عرصہ مرکز میں قیام کروں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم ایک کتاب صحابہ کے حالات پر لکھ رہے ہیں۔ آپ نے اس کو دیکھ لیا ہوتا۔ یہ عنوان میرے ذوق و شوق کو لمبڑا رکھتے ہوئے اختیار فرمایا گیا تھا۔ جس سے اپنی تاریخیت کو سامنے رکھ کر شرمندگی ہوئی اور اس سے مسرت ہوئی کہ اس ناہل کو اس قابل سمجھا گیا کہ وہ ان کے افادات سے استفادہ کر سکے گا۔ بعد کو جب حیات صحابہ جلد اول شائع ہو گئی تو از راہ لطف و کرم اس کا ایک سخنبدیر تھا میرے حاضر ہونے پر عطا فرمایا۔ ایک مرتبہ حاضر ہو کر ایک دو دن کے بعد رخصت ہونے لگا تو پڑی محبت نکے ساتھ فرمایا کہ میرات میں ایک اجتماع ہو رہا ہے۔ آپ اس کو دیکھ کر جائیں۔ تمام عمر میں میوات کا وہی ایک اجتماع دیکھ سکتا تھا۔ اس اجتماع کی یاد بھی عمر بھر دل سے نہ جائے گی۔ — وہ اجتماع میوا تین کے دینی شعور اور غذیہ احساس کا آئینہ دار تھا۔ میوا تین کا جو حق درج ہو ایک بڑی تعداد میں یہ ثابت قواب اور بارا دہ تفریغ وقت اجتماع میں شرکت کرنا، نہمازوں کی مدارات اور خالہ تو اوضع، سیلف کے ساتھ جلسے کا نظم و نسق، توجہ کے ساتھ ارشاد اسی یوسفی کا سنتا اور ساری گی کے ساتھ اسی اجتماع کے موقع پر اپنے لٹکوں اور لٹکیوں کا لکھا ج کرانا، یہ تمام مناظر دینی نقطہ نظر سے انتہائی مرت اگیز رہتے۔ مجھے رہ کر مولانا کی یاد آتی ہے۔ — افسوس کہ وہ اتنے جلد ہماری نظریوں سے اچھل ہو گئے۔ ان کی تقریبیں کافی میں گونج رہی ہیں۔ — مراد آباد رحیم آباد، علی گرڈہ، لکھنؤ، ڈاسنہ اور نہمپور ضلع بہنور کے اجتماعات کے پرکیفت روحاںی بلوں آنکھوں میں گھوم رہے ہیں جہاں مولانا اپنے رفقاؤ مرکز کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ جہاں ایمان و تھیں کی بانیں مولانا کی زبان سے ایمان و تھیں کی فضاؤں میں احتکر کو جی شنی نصیب ہوئیں۔ اجتماعوں میں ان کی اندر وہی کیفیات کی تاثیر کے اندر اضافہ ہو جاتا۔ مصروفیات طبع جاتی تھیں۔ ارشادات و کلمات طبیبات کا سلسلہ دراز ہو جاتا تھا۔

یوں مرکز کی مصروفیات بھی کچھ کم نہ تھیں۔ نماز خبر کے بعد سے نے کرات کے بارہ

بجھے تک (قبل ظہر کے ایک گھنٹہ چھوڑ کر) عمومی و خصوصی مجالس میں برابر رشد دہائیت کے دریا بہاتے اور حکمت و معرفت کے دُر تایاب تقسیم کرتے رہتے تھے۔ نماز فجر کے بعد سے شانق تک تقریر، چائے پینے اور کھانا کھانے کے وقت تقریر، اور بڑے وچھپ آماز میں۔ اس کے بعد تھوڑا سا آرام کر کے ظہر کی نماز کے لئے مولانا مرکز کے جھرے سے باہر تشریف ہے آتے کھڑے کھڑے دینی گفتگو فرمائے ہیں۔ اب تک بیرون گئی صحفوں کو درست فرمائے ہیں۔ اب نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر تقریر فرمائے ہیں۔ تقریر سے فارغ ہو کر دعاۓ میں مشغول ہیں۔ اب جھرے کے اندر تشریف لے گئے۔ باہر کے آئے ہوئے وفود کے نمائندے بیٹھے ہیں۔ سکوت کا عالم طاری ہے۔ سب گوش برآمد ہیں۔ مولانا نے ان کے سامنے توحید کی معرفت، ایمان و یقین کی تقریر شروع فرمادی ہے۔— دین کی نصرت پر نصرت خداوندی کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد مرکز کے حاضرین اور آنے والے وفود کے سامنے پھر تقریر فرمائے ہیں۔ مغرب تک یاسلہ جاری رہتا ہے۔ مغرب کے بعد خصوصی مجلس میں اپنے ارشادات خصوصی میں تفیض فرمائے ہیں۔ عشا کے بعد کتاب سنارہے ہیں۔ احادیث و آثار کی تشریح فرمائے ہیں۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم جمیعن جوش و خروش کے ساتھ بیان ہو رہی ہے۔ سیرت کے نازک نازک گوشے واضح فرمائے جا رہے ہیں۔ سامعین کے ایمان میں تازگی پیدا ہو رہی ہے۔ دلوں میں عظمت اسلام کے نقوش قائم ہو رہے ہیں۔ تبلیغی کام کی برکات واضح ہو رہی ہیں۔ قردون اولیٰ سے دینی نفل و حرف کا ثبوت بھم پوچھایا جا رہا ہے۔ صبح سے رات تک پوری قوت و طاقت سے تقریر کرتے کرتے آواز عبیطہ جاتی تھی، پسینے پر پسینے آتے تھے۔ مینہ تھک جاتا تھا مگر جذب و کیف کے عالم میں دینی پیغام دیئے چکے جا رہے ہیں۔ آواز کی خشکی میں ایک عجیب دلکشی ہوتی تھی۔ ان کی محفل میں بسا ادقات ایک ہی دن میں آدمی کی کایا پلٹ ہو جاتی تھی۔ علم سے تعلق رکھئے والوں کو بہت ہی فائدہ حسوس ہوتا تھا۔ ان کے بیجان کی ایک دن کی حاضری کا کیف و سرور مہینوں باقی رہتا

تھا۔ نماز پڑھنے سوز و گداز اور قلب کی ترپ کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ان کا اللہ اکبر کہنا جو فضا کو مرضی کر دیتا تھا کافیں میں گونج رہا ہے۔ ان کا دعا کے وقت سراپا تصریح بجزیہ بن جاننا اور دل کی پوری توجہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگنا امت مسلمہ کو دعا مانگنے کا سلیقہ سکھاتا تھا۔ اور دعا کے اہتمام کی طرف متوجہ کرتا تھا۔

میں جب کبھی حاضر خدمت ہوتا۔ اینا غم غلط کرنے اور اپنے جذبات پر مروہ میں نگی پیدا کرنے اور دعاؤں کی برکات حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا تو مجھے مولانا کے مستجاب الدعوات ہونے کا تجربہ اور پورا لیکن تھا۔

مولانا کے بعض وہ ارشادات بھی یاد آ رہے ہیں جو احق کی موجودگی میں احتیک خطا کرتے ہوئے فرمائے تھے۔ اللہ عزیز میں حاضر ہوا تو پورے دُلوق اور لیکن کامل کے ساتھ فرمایا۔

”یہ حالات باقی نہیں رہیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ اس ہندوستان میں پڑھہ غیب سے کوئی نہ کوئی ایسا استسلام ہو گا جس سے دین حق کو ترقی ہو اور مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و ابرو کا تحفظ ہو۔“

ایک مرتبہ حاضر ہوا تو فرمایا۔ ”آج خیر و شر بیکی و بدی کا امتیاز تک باقی نہیں رہا۔ اگر آج کے دور میں ہم سب میں کریم کام انجام دے لیں کہ امت خیر و شر میں امتیاز کرنے لگے تو بڑا کام ہو جائے۔— نمازوں کی تشکیل، زکوٰۃ کا نظام، روزہ، رمضان کا اہتمام فتنہ جج کے آداب کی تکمیل اور تمام اخلاقی اور معاشی سدھار کا مشتمل آگے کام حل ہے۔“

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ بازار سے مسجد تک کا نظام اور مسجد سے بیت اللہ تک کا نظام درست ہو جائے۔ پھر اس کی تشریح فرمائی اور۔— نماز و حج کو صحیح ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

ایک مرتبہ نظام مسجد اور مسجد کے ذریعے امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل کی تکمیل پر حاصل گفتگو فرمائی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عهد مبارک اور صحابہ کے زمانہ پر سعادت کے

واقعات عجیب ترتیب کے ساتھ بیان فرمائے۔

نہتوں ضلع بجور کا گذشتہ سال کا اجتماع یونی کے اجتماعوں میں ایک بڑا اجتماع تھا، اس میں حضرت مولانا اپنے نام رفقا کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ عقیدت مندوں کے ہجوم نے بڑی دشواری پیدا کر دی تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ میں کسی ذکری طرح مولانا سے مصافحہ کروں انتظار آتیا گا، پر بعض میواتیوں کا پھر لگانا پڑا۔ پھر بھی قیام گاہ کے دروازے کی چوکٹ داخلے کی بے محابا کوشش کرنے والوں کے ہاتھوں اکھڑ گئی تھی۔ جب مولانا قیام گاہ سے جلسہ گاہ میں تشریف لائے تھے مجھ آپ کے ارد گرد سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا جس سے انتہا پیدا ہو جاتا تھا اور ضعیفوں کو تکلیف پوچھنے بلکہ کچل جانے کا بھی اندیشہ ہوتا تھا۔ اجتماع کے دوسرا دن حضرت مولانا رات کے جلے میں ہزار دُلت اٹیچ تک تشریف لائے تو بعد خطبہ مسنونہ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم مجہ..... (چمار کا ٹھیک ہندی ترجیح) کو دیکھنے کے لئے آئے ہو؛ دیکھو میں یہ کھڑا ہوں۔ اگر میری بات سننے آئے ہو تو میری بات سنو۔ پھر جو تقریر فرمائی توجیح پر سننا چاہیگی۔ میں پچیس ہزار کا مجمع خاموشی سے مولانا کی تقریر میں رہا تھا۔ غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں آپ کی تقریر سننے آئے تھے۔ مولانا نے خالص انسانیت کے مرضوع پر تقریر فرمائی۔ جس سے ہر ایک متاثر ہوا۔ انصاف و عدل کی صفت پر بھی روشنی ڈالی اور فرمایا کہ انصاف و عدل کے ساتھ میں مذہب یا پارٹی کا سوال پیدا کر کے ناجائز کسی کی جنبہ داری اور طرف داری نہیں کی جائے گی۔ بڑی تفصیل سے اس موضوع پر تقریر فرمائی۔

مراد آباد میں آخری تشریف اوری کے موقع پر دہان مدارس میں پہنچ کر علماء و طلباء کو جو پیغامات دیتے دے بھی باد رہیں گے۔ مدرس شاہی کا اجتماع عوام اور علماء و فضلاء کے مجھ کے لحاظ سے آناعظیم تھا کہ حضرت شیخ الاسلام (مولانا سید حسین احمد مدینی) رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے آج تک دہان آتنا بڑا اجتماع نہ ہوا تھا۔ حضرت مولانا سید فخر الدین محمد حنفی

نے بخاری شریف ختم کرائی۔ اس کے بعد مولانا نے تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں علماء و طلباء کو بعد احترام ان کے فرانش منصبی کی طرف متوجہ فرمایا اور درس و تدریس کی اہمیت کو واضح کیا۔— وہاں کی تقریر اس قدر جامع اور بصیرت افروز تھی کہ اگر ہمارے مدرس عربیہ اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان میں دوبارہ بہارتازہ آجائے۔ اس موقع پر مولانا نے ان بعض شبہات اور اشکالات کا جواب بھی دیا جو بعض اصحاب مدارس کی زبان پر نیکیتی کے ساتھ تبلیغی کام کی نقل و حرکت کے سلسلہ میں آتے رہتے ہیں۔

مراد آباد سے امر و پر تشریفیت لائے۔ وہاں مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد میں ختم بخاری کے بعد علماء و طلباء اور شہر کے باشندوں کے سامنے موضوع علم پر سیر حاصل تقریر فرمائی آغاز کلام میں جوابات فرمائی۔ اس کا مفہوم تقریباً یہ تھا کہ ایک علم کا صحیح ہونا ہے اور ایک صحیح علم کا استعمال صحیح ہونا ہے۔ اگر علم صحیح ہو اور اس کا استعمال صحیح نہ ہو تو یہ بھی خسائی کی بات ہے۔ یہ ایک الہامی اور معركتہ الاراء تقریر تھی۔ جس نے تمام حاضرین کو بڑا فائدہ پوچھایا۔ یہ آخری تقریر تھی جو میں نے حضرت مولانا کی زبان سے سُنی تھی۔ پھر اس کے بعد موقع ہی نہ ملا کہ حضرت مولانا کے ارشادات میں مستفیض ہوتا۔

بائیں توبت سی یاد آتی ہیں۔ مگر میں اتنے ہی پر اتفاقاً کرتے ہوئے آخر میں چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا کی چند خصوصیات کا ذکر کر کے اپنے اس مقالے کو ختم کروں۔

- ۱۔ بغیر کسی لمبی چوڑی تمہید کے تقریر میں اصل مقصد کو قوت کے ساتھ پیش فرماتے تھے۔ اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا۔ بالآخر فرماتے تھے کہ اللہ سے سب کچھ ہوتا ہے۔ چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ چیزیں نفع و نقصان پوچھانے میں اللہ کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ کلمہ طیبہ کی تفسیر و تشریح و جد اگریز انداز میں بیان فرماتے تھے اسی ایام رسول ﷺ کی اپر نقش قدم صحابہ پر چلنے کی پر زور دعوت دیتے تھے۔ ان کی تقریر میں ایک محدث و مفسر، ایک صوفی و دردیش، ایک مفکر و موڑخ کا ملا جلا انداز ہوتا تھا۔

۴۔ مایوسی کو کجھی اپنے اندر نہیں آتے دیا۔— عالی حکملگی اور نصب العین کی بلندی کی طرف رہنمائی فرماتے رہتے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھنے والے چند اکابر میں حضرت مولانا کی ذات عالی بھی تھی۔

۵۔ دعاوں کا خاص اہتمام تھا۔— دعا مانگتے وقت جسم دعا بن جلتے تھے مولانا نے اپنے اہتمام دعاء سے دعا کی اہمیت وظیفت کی بے شمار دلوں میں قائم کرنے کی صورت پیدا کی۔ حضرت مولانا کے دعا مانگتے وقت قلب پر عجیب سکون طاری ہو جاتا تھا۔

۶۔ مولانا قریم وجہید دونوں حلقوں میں مقبول تھے۔ ان کی معلومات کا حلقہ بہت وسیع تھا۔— ان کی تقریر سے ایک عالم اور عالمی کاشتکار و دستکار اور ایک سائنس دان اور انجینئر مساوی مستفیض ہوتے تھے۔ آپ نہ صرف نہیں درووحانی تقریر کرتے تھے بلکہ حسب موقع خصوصی مجبسوں میں اقتصادیات، معاشیات، تعلیمات اور سیاست کے مسائل بھی حل فرماتے تھے اور اس کے نقشے اور خاکے بتاتے جاتے تھے۔ مگر یہ سب مضامین اسلام کی تعلیمات، سیرت اخحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کوہار صحابہ کی روشنی میں بیان ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور ذہنی اعتبار سے علوم جدیدہ سے متاثر اشخاص آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہوتے تھے اور بالآخر ولی اطہیان کے ساتھ دینی کام میں نمایاں حصہ لینے لگتے تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بہت سے طلباء کی اخلاقی درووحانی ترقی میں مولانا کے اس کمال کا بہت بڑا دخل تھا۔

۷۔ مولانا دوسروں ہی سے دینی نقل و حرکت کرنے اور باہر نکلنے کے لئے نہیں فرماتے تھے۔ خود بھی حسب ضرورت مرکز سے باہر رہتے تھے اور مہینوں باہر گذارے تھے حالانکہ مرکز میں ان کی موجودگی کی ضرورت کچھ کم نہ تھی۔ ہندوستان و پاکستان کے متعدد شہروں قصبوں، دیہاتوں میں عام اجتماعوں اور عدارس و مرکزوں کے خصوصی مجمعوں میں اپنادینی پہنچا پہنچاتے رہے۔ چنانچہ مسافرت اور غریب الوطنی کے عالم ہی میں دین کی جدوجہد کرتے

ہوئے ان کی روح اعلیٰ علیین کو سدھاری۔ حج کا فرض کبھی کا ادا کر چکنے کے بعد غسلی حج اور عمرے کے لئے جماعتیں لے لے کر کئی مرتبہ حجاز مقدس پہنچنے اور وہاں عالم اسلامی کے کے اجتماع سے دینی فائدہ اٹھایا۔ ملکوں کے لئے جماعتیں وہاں سے روانہ کیں۔ مقدس مقامات میں دنیا کے مسلمانوں کے لئے عموماً اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً خیر خانیت اور دینی و روحانی ترقی کے لئے دعائیں کیں۔ اپنی جدوجہد کے ذریعے عالم اسلامی سے ایک خاص رابطہ پیدا کیا۔

۴۔ اپنے اکابر کے ساتھ والہان اور خادمان انداز رکھنے تھے۔ بالخصوص حضرت شیخ الاسلام حضرت اقدس رائے پوریؒ سے اتنائی محبت و عقیدت تھی۔ ان دونوں بزرگوں کی جدائی سے مولانا کو جو صدمہ ہوا تھا اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ سلامت رکھے حضرت شیخ الحدیث مظلہ کو ان سے قریبی رشتہ داری کے علاوہ جو تبلیغی اور روحانی تعلق تھا۔ اس کی نظری موجودہ زمانے میں مشکل سے ملتی ہے آج کے دور میں بزرگوں کے ساتھ یہ محبت، یہ سعادت مندی، یہ خلوص اور یہ جذبہ تغظیم تکریم بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔

۷۔ مولانا اپنے والد ماجد سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات کا اور پرانے کارکنوں کا بڑا احترام اور اعزاز فرماتے تھے۔ نیز مرکز کے تمام رفقاء اور بیرون مرکز کے تمام کام کرنے والوں سے جن میں امیر بھی تھے غریب بھی، عالم بھی تھے عامہ بھی، تاجر بھی تھے کاشنگٹون بھی، یونیورسٹی، کالج اور اسکولوں کے اساتذہ بھی تھے اور طلباء بھی، اسلامی مدارس کے معلمین بھی تھے اور متعلیمین بھی، دفتر کے ملازمین بھی تھے اور ڈاکٹروں انجینئرنگ بھی، سب سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ سب کام کرنے والوں کی طرف سے اپنا سینہ اور دل صاف رکھتے تھے۔ اور اس کا اہتمام کرتے تھے، اگر کسی کی کوتاہی معلوم بھی ہو گئی تو حکمت عملی سے اس کا تدارک فرماتے تھے۔

مختلف مزاج اور مختلف کاروبار کے لوگوں کو یوں جو طریقے رکھنا بغیر روحا نیت اور نفسیات کی مہارت کے مشتمل ہے۔

۸۔ مولانا نے تبلیغی کام چلانے کے لئے کبھی مادی ذرائع اور روپے پسیے کا سماں اتنا لاش نہیں کیا۔ بزرگان ملت کے طریقے اور اپنے خاندانی متوجہ کلانے و دروازشانہ روایات پر قائم رہے۔ فتوحات کے طور پر بھی جو کچھ آیا اس میں سے اپنے اور اپنے اہل دعیاں پر بہت کم اور صرف بقدر کفاف اور دینی جدوجہد کی ضروریات میں اور تحقیقیں پر بہت زیادہ صرف کیا۔ ان کے لئے کا خرچ اتنا تھا کہ کسی ریاست کا خزانہ بھی اس کے لئے کفاالت نہ کرتا۔ سب کام غیب سے ہوا اور آج ہو رہا ہے۔

۹۔ سیاسی اور فروعی اختلافات کی وجہ سے اہل سنت و جماعت میں جو تفرقی ہو گئی ہے۔ اس کو اپنی حکمت عملی سے کم سے کم کرنے کی کوشش فرمائی۔ تبلیغی کام پر معاذین نے سخت سے سخت تلقینیں لیں اور چھوٹے بڑے رسائے لکھے۔ مگر مولانا نے ان پر کبھی توجہ نہ کی۔ نجواب دینے کی ضرورت محسوس فرمائی بلکہ اختلافات کی دیسیخ خلیج کو پانچ کی متواتر کوشش فرماتے رہے جس میں بہت کچھ کامیابی ہوئی۔

۱۰۔ ہند اور بیرون ہند میں کام کی اتنی اشاعت ہو جانے اور آپ کی شخصیت اتنی معروف و مشہور ہو جانے کے بعد بھی کبھی آپ نے خود تو کیا کسی دوسرے کو بھی اجازت نہ دی کہ ان کی شخصیت کی طرف دعوت دی جائے۔ اور لوگوں کو ان کے حلقہ بیت میں داخل کیا جائے۔ آپ نے سب حقوقوں کا اکرام کیا۔ سب مشائخ کا اعزاز کیا۔ سب مدارس کو اپنا سمجھا۔ سب علماء کی تعظیم و تکریم کی۔ اپنے معاصرین سے چاہے وہ دین کے کسی شعبے میں کام کر رہے ہوں اچھے تعلقات رکھے۔ اپنے طریقے کے کسی کوشکا نیت کا موقر نہ دیا۔ عام و خاص مسلمانوں کے جیسے اکرام کی اور امت کے طبقات کو باہم تربیت کرنے کی وہ مسلمانوں کو جو تعلیم دیتے

سخن خود ان کی ذات اس کا بہترین نمونہ تھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو اعلیٰ مقامِ نصیب فرمائے۔ اور ان کے صاحبزادے میاں محمد ہارون سلمہ اور ان کے جانشین مولانا انعام الحسن کا نام حلوی مذکولہ اور دیگر رفقاء کو صحت و عافیت کے ساتھ دینی کام کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مذکولہ کو نیز تمام اکابر کوتا دیر ہمارے سرو پر تھائم رکھے۔ (آمین)

کان مسلوکی فاضحی مالکی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مذکور کے دو گرامی نامے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

..... عناشت فرالم سلک - بعد سلام مسٹن

اس ناکارہ کو اس قسم کے مضایں لختے کی بالکل عادت نہیں اور نہ اس نئم کے مضایں سے
مناسبت ہے۔ حضرت اقدس مدینی اور حضرت اقدس رائے پوری لوز اللہ مرقد ہاکے وصال
پر بہت سے احباب کے اصرار ہوتے اسی طرح دوسرے اکابر کے انتقال پر احباب کے اصرار
ہوتے رہے مگر یہ ناکارہ انکار کرتا رہا۔ اس ناکارہ کے حوالے سے ان اکابر کی سواخون
میں جماں کہیں مضایں چھپے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہی کہ تالیف کرنے والے احباب آگر
ان کے احوال دریافت کرتے رہے اور یہ ناکارہ اپنی معلومات سے جواب عرض کرتا رہا
عویز مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ جادی الاول ۱۳۳۵ھ رہار ۱۹۱۴ء
سر شنبہ کو ہوئی تھی۔ ۲ جادی الثانی دوشنبہ کو عقیقہ ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے سوا
کیا لکھوں۔

۵

کان مسلوکی فاضحی مالکی ان هذامن اعجیب الزمن
ابتداء میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا، شاگرد تھا، زیر تربیت تھا۔ وہ میری نالائی تھا،

سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد صاحب لیعنی میرے چچا عیان نور اللہ مرقدہ کی بہ نسبت اس ناکارہ سے بہت زیادہ ڈرنا تھا۔ چچا عیان کے احکام کو وہ پدرانہ نازکی وجہ سے اور اپنے بیپیں کی وجہ سے کبھی باندی تھا لیکن اس ناکارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو نہیں تھا تھا چچا عیان کو سما اوقات یہ فرماتا پڑتا کہ یوسف سے فلاں کام لینا ہے۔ تمہارے کہنے سے جلدی کمر دے گا۔ دہلی کے حضرات کا چچا عیان پر بہت اصرار ہوتا کہ صاحجزادے سملہ کوشادی میں ضرور ساتھ لا ریں۔ مسکو مرحوم اپنے طلب علم میں اس قدر منہج تھا کہ اس کو یہ حرحہ بہت ناگوار ہوتا سما اوقات اس کی نوبت آئی کہ ان اوقات میں اگر اس ناکارہ کو دہلی بانا ہو تو عزیز مرحوم مجھ سے وعدہ لے لیتا کہ جبائی جی فلاں جبکہ جانے کو آپ نہ کہیں اور جب چچا عیان مجھ سے یہ ارشاد فرماتے کہ یوسف کو بھی ساتھ لے لو تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا کہ میں نہ کھوں۔ یہ تو ابتدائی۔ اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ انسان پر پہنچ گیا اور یہ ناکارہ زمین ہی پر پڑا رہا۔ اس کی بندی کو دیکھتا رہا۔ چچا عیان کے دصال کے بعد ہی ایک پرواز اس نے کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ کا یہ خیال ہوا کہ چچا عیان نور اللہ مرقدہ کی نسبت خاصہ مشقیل ہوئی ہے اور ہر بات میں اس کا خوب مشاہدہ ہوتا۔ اس کے بعد اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا۔ حضرت مدینی نور اللہ مرقدہ کے دصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی ٹرے سے ٹرے سے ذی وجہت شخون کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا فہم رہا اور وہ پڑھتا ہی رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس راتے پوری نور اللہ مرقدہ کے دصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں الازار اور تجذیبات کا فہم رپیدا ہوا۔ کیا العبد ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ شفقت اور محبت کا یہ فہر اہنہن چیزوں کا یہ اثر سہا جو اس ناکارہ نے شروع میں شریین ظاہر کیا کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مروعہ ہونے لگا کہ اس کے اصرار پر مجھے مخالفت دشوار ہو گئی اس کا اثر یہ تھا

کو گزشتہ سال اپنی انتہائی مذدویوں اور نجبو رویوں ا رامرا عن کی شدت کے باوجود جب
مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ تمیں جو کمیرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو میری انکار کی سہت نہ پڑی
اور جب میں نے اپنے امرا عن کا انہار کیا اور کہا کہ میرے اعذار کو نہیں دیکھتے ہو تو مرحوم نے کہا
خوب دیکھ رہا ہوں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور چلیں۔ اخیر میں اللہ جل شانہ نے اپنے
لسٹ و کرم کی دہ بارش فرمائی کہ مجھ پر یہی ہے بصیرت کہ بت سی چیزیں لکھی جسوس ہوتی تھیں
اس فرمکی باتیں نہ کہنے میں آتی ہیں اور نہ لمحنے کو دل چاہتا ہے۔ صرف اس ایک عورت کے
خوب پر اس عرضی کو ختم کرتا ہوں۔ خواب تو مرحوم کے حادثہ کے بعد لوگوں نے عجیب بخوبی
دیکھے اور لکھے لیکن یہ خواب چونکہ اس ناکارہ کے قریب لفظاً بمعظد و اتفاق ہے اس لئے لکھوا
رہا ہوں۔ اس حادثہ پر اپنے تدقیقات کے موافق نیز اپنے قلبی صفت و نعمت کے موافق اذات تو
بہت ہی عام ہوئے لیکن ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی وقت بھی چب نہ ہوتی تھی
ہر وقت رد تھی۔ بار بار دھنر کرتی اور تسبیح لے کر بیٹھی جاتی۔ وہ اسی حالت میں ایک دن دھنر
کر کے تسبیح لے کر بیٹھی تھی کہ اس کو عنزدگی ہو گئی۔ عزیز مرحوم کو دیکھا وہ فرما رہے ہیں کہ
کیوں پاگل ہو گئی؟ مزا تو سب ہی کو ہے تعلق مالک سے پیدا کیا کریں، بندے سے نہیں۔ اس
پر اس نے والہا نہ ادا نہ سے یوں کہا حضرت جی یہ ایک دم ہی ہوا کیا؟ مرحوم نے کہا کچھ بھی نہیں
کچھ دل ان سے جب میں تقریر کرتا تھا تو مجھ پر تعلیمات اللہ یہ کا خاص خلور ہوتا تھا۔ اس مرتبہ جب
میں رات کو تقریر کر رہا تھا قوان کا اتنا زیادہ خلور ہوا کہ میرا قلب ان کا خل منہ کر سکا اور دو رہ
ڈیگا۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا لگاپ کا پھول سنگلی یا گیا اس کے بعد میری روح نکل گئی۔ بس
اتئی ہی سی بات ہوتی فقط۔

عزیز مرحوم کی پہلی شادی میری سب سے بڑی لڑکی سے ۲۳ محرم ۱۹۵۸ھ کو مظاہر علوم
کے سالانہ جلسے میں ہوتی تھی حضرت ملن نور اللہ مرقدہ نے نکاح پڑھا تھا چونکہ پسے سے
کوئی تجویز نہ تھی۔ عین وقت پر پچھا جان نے فرمایا کہ نکاح پڑھانے کا ارادہ ہے اس لئے اس

وقت رخصت نہ ہوئی۔ تقریباً ایک سال بعد چاہا جان نور الدین مرقدہ کی ایک آمد پر اسی طرح فوری طور پر عزیز سالیت بخوبیز کے رخصت ہو گئی۔ ۲۳، ۴۰ء مصان شہزاد دشنبہ سہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۰.۰۷ کم منٹ پر عزیز ناردن سلسلہ کی ولادت ہوئی۔ حق تعالیٰ شناش اپنے نفل و کرم سے اس کا پانے باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایں فقط والسلام زکریا

امحرم الحرام ۱۳۹۸ھ بقلم محمد عاقل عفت

۴۳۱

عزیز یوسف کی پہلی الہیہ یعنی والدہ ناردن تقریباً ایک سال تپدق میں مستشارہ کر شہزاد کے ہنگامہ میں نظام الدین ۲۹ ربیوال ۱۴۹۷ھ شب دشنبہ کی مغرب کی نماز کے سجدہ میں جب کہ وہ اشارہ سے نماز پڑھ رہی تھی اور سجدہ کے لئے اشارہ سے سر جھکا رکھا تھا و فتنہ انتقال کر گئی۔ اس کے انتقال کے بعد میں نے عزیز مرحوم کو "حکماً منع کر دیا تھا کہ تم دوسرا لکاح نہ کبھیو" اس لئے کہ تمہارے مشاغل کا ہجوم نہیں حقوق کی ادائیگی کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اس وقت تو اس نے بڑی خوشی سے قبول کیا مگر چند سال بعد اس نے ضرورت کا انعام کیا تو میں نے کہا بُرے شوق سے، ہمارا ہماری رلائے ہر دن بھر تکمیل کر دوں۔ مرحوم نے اکا اگر کروں گا تو آپ کے ہاں کروں گا اور کرنے کا ارادہ کہیں ہے۔ اس پر اس ناکارہ نے بُرے شوق سے قبول کیا اور لکاح ۱۹ ربیع الشانی ۱۴۹۷ھ بروز چار شنبہ بعد نماز عصر مدرسہ کی سمجھ میں اس ناکارہ کی دوسری لڑکی سے ہوا جو بیوہ بھنی اور اس کا پلاک لکاح مولویلطیف الرحمن کا مذہلوی مرحوم کے لڑکے سعید الرحمن مرحوم سے ہوا احتاج بھنی کا انتقال شہزاد کے ہنگامہ ہی کے زمانہ میں ایک طویل ملاکت کے بعد ہو گیا تھا اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ان واقعات کے ساتھ طویل قصے ہیں جو زبان تو سناتے جدستے ہیں بخوبی میں ان پریزوں

کا آنا معلوم نہیں مناسب ہو گا پاہٹیں

پلانکاج والدہ ناردن سے ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء مظاہر علوم کے سالانہ حلسمہ میں چچا جان کے ارشاد پر بلاکسی سابقہ تجویز کے فوری ہو گیا تھا۔ اسی طرح رخصتی بھی ایک سال بعد جب چچا جان جو مظاہر علوم کے سرپرست بھی تھے جلسہ سرپرستان میں تشریف لاتے۔ اس وقت یوسف الدنام البرداڈ ددبارہ پڑھنے کے لئے سہارن پور آئے ہوتے تھے یہاں موجود تھے۔ جلسہ سرپرستان میں جس میں حضرت القدس راستے پوری بھی تشریف فرمائتے چچا جان نے فرمایا کہ ان بچوں کی رخصتی بھی کر دو۔ اسی دن رات کو میرے ہی گھر میں یوسف الدنام کی رخصتی بھی کر دی اور دوسرے دن صبح کو منعقدہ دعوت دلیمہ ہو گئی۔

گفت کو آئین در ولیشی نبیر

در وہ باز ما حسب ادا شیتم

والسلام

ذکر یا عقی ععنہ سہارن پور

بقلم احسان ۲۳ صفر ۱۴۸۵ء

ایک ضروری بات یہ ہے کہ بعض اخبارات میں مولوی یوسف کی پیدائش نظام الدین میں لکھ دی گئی ہے۔ ان کی پیدائش کا مدخلہ میں اپنے جدی مکان میں ہوئی تھی۔ اس وقت چچا جان لا رالہ مرقدہ مظاہر علوم میں مدرس تھے۔

ہند کوحدت مک

از مولانا سید محمد شناجی حسنی ، ایڈٹر ماه نامہ "رضوان" لکھنؤ

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا ناصریں سر شنبہ ۲۵ رب جادی الادی ۱۴۳۵ھ

طلابیں ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوتے۔ والدہ ماجد حضرت مولانا محمد ایاسؒ

اس وقت مدرسہ مظاہر علوم دہاران پور، بیہ مدرسہ تھے۔

والدہ ماجدی الشانی دو شنبہ کے دن عقیقہ ہوا اور نام محمد یوسف رکھا گیا۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے جس ماحول میں آنکھیں کھوئیں اور پر درش

ماحول اور زیبکن پائی اس میں مرد قوم دعویٰ تین ہاتھ دین داری اور تقویٰ میں مقاز تھیں

خاندان میں قرآن مجید کا حفظ کرنا معمول سا بن گیا تھا۔ پچھے، بڑے سے مرد دعورت عام طور پر حافظ

ہوتے تھے، انگر کی بیویاں نلاوت، ذکر و تسبیح اور فوافل دیغیرہ کا بڑا اہتمام کرتیں۔ ہر طرف

علم و تقویٰ کا چرپا خنا۔ خاندان اور خاندان کے باہر کئی بزرگ مہتیاں موجود تھیں جن کی دعائیں

اور شفقتیں مولانا محمد یوسفؒ کے ساتھ تھیں۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن شریعت حفظ کر لیاں وقت بستی نظام الدین

ادبیؒ میں اپنے والدہ ماجد حضرت مولانا محمد ایاس کی خدمت میں تھے۔

مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ امیک معزز اور

والدین کی تربیت صالح بزرگ مولانا رذفۃ الحسن صاحب کی بیٹی تھی اور والدہ

ماجد خرد لایب ٹبرے بزرگ اور شیخ طریفیت زم درگم پر نظر رکھتے والے تھے، اس لئے

الفقر قانع حضرت شیخ الحدیث مدظلہ تعالیٰ نے تیاس ظاہر فرمایا ہے

کہ حفظ کی تکمیل سال سال سے زائد عشرہ میں ہوئی ہے۔

ان دو الوں نے اپنے ہرنے والے نامور روزنگ کی خوب اچھی طرح تربیت کی اور حچقوں پھر جو
باقی تک کا جیال رکا۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مجلس میں خود فرمایا ”ہماری
امان بھی نے ہماری تربیت اس طرح کی کوئی محان بیوی مٹھائی یا کیلے وغیرہ تھے میں لاتیں اور میں
ان کی طرف دیکھ لیتا تو محان کے جانے کے بعد اماں بھی میری پانی کر دیتیں کرتے میں مٹھائی کی
طرف گھوڑ کر کیوں دیکھا“ — ایک بار فرمایا ”میں نے سوا ایک دفعہ کے بازار سے
ایک آنکی بھی مٹھائی خرید کر نہیں کھائی۔ یہ وجہ نہ تھی کہ میرے پاس پیسے نہ ہوتے تھے بلکہ
بات یہ تھی کہ میں نے پیسے مجھ کرنے کا ایک ذہب بنا لیا تھا اور اس میں جو پیسے مجھ کرنے
ڈال دیا کرتا تھا کہ ان سے حصہ رسول اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں خرید دیں گا“

بیتی نظام الدینؒ میں مہماں کی کثرت رہتی۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ مہماں ہی نے
ساختہ کھانہ تادل فراز تھے۔ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۱۲-۱۳ سال کی رہی ہو گئی
حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے مہماں کو ناشتہ کرائے، کھانہ کھلائے اور اس سلسلہ کی اور و دسری
خدمتیں اسی کم عمری میں مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے پرد کر دی تھیں۔ مولانا روزانہ اندر
سے کھانا لاتے اور فارغ ہونے کے بعد برلن لے جاتے۔

درسہ کا شفت العلوم (بیتی نظام الدین)، میں پڑھنے والے طلباء کے دفاتر
اور کھانے پینے کا گلی خاص انتظام رہتا، طلبائی گویاں باری باری سارے طلباء کا کھانا پکاتیں،
اور اس سلسلہ کے چھوٹے بڑے سارے کام خودی کرتیں۔ مولانا محمد یوسفؒ ان کے ان کاموں
میں بھی شریک رہتے، ان کے ساتھ آنا گوئند ہتھے، مسالہ پیشے اور جنگل سے جلانے کے لئے
چھار ڈھنڈر لگسیت کر لاتے۔

والدین کی اسی تربیت کا اثر تھا کہ عام رُکوں کی طرح وہ اپنے
تربیت کا اثر فرماں سے غافل نہیں رہتے تھے۔ ہمودعہ میں اور سیکار وقت

مانع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ تعلیم کا شوق خدا صاحبہ کرامؒ کے تذکرے اور خدا کی راہ میں ان کی جانبازی اور قربانی کے واقعات سے بُری گھری دلچسپی میتھی۔ فتوح الشام کا ارد منظوم ترجمہ صاحب اسلام جس میں صحابہؓ کرام کے جہاد اور فتوحات کا تذکرہ ہے۔ بچپن ہی میں ذوق دشمن سے پرست تھے (۲۱)

ایسٹ دی تعلیم | ابتدائی تعلیم میں قاری معین الدین صاحب نے بخوبی سکھائی۔ گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد ماہر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے مدرس کا شفت الحلوم (بستی نظام الدینؒ) میں عربی شروع کی۔ سب سے پہلے میزان الصرف پڑھی اور ۲۰-۱۵ دن میں ختم کر دی، اس وقت مولانا میر بوم کے ساتھی قاری سید رضا صاحب مرحوم اور مولانا محمد ادیلؒ صاحب الفصاری اور یعنی درسرے حضرات تھے۔ طلبائی یہ غقر جماعت تھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھ رہی تھی۔ میزان الصرف کے بعد مشغب، اسی کے بعد صرف میر پڑھی، پھر زنج لگنے درسرے استاد سے پڑھی۔ زنج لگنے کے بعد ہی خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے خون میر پڑھائی۔ اس کے بعد قصیدہ برداہ، نقییدہ بانت سعاد اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی چل حدیث حفظ کرائی۔ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم میں حافظ میز الدین صاحب نے بھی حصہ لیا اور متعدد کتابیں پڑھائیں۔ فتحیکی کتابیں کھنڑ الدقائق تک س فطا مقبول حسن لکھوہی سے پڑھیں۔

اعلیٰ التعلیم | ادپر کی کتابیں زیادہ تر حضرت مولانا محمد الیاس سے پڑھیں۔ ۱۴۳۴ء میں حضرت مولانا سفر حج پر تشریف لے جانے لگے تو مولانا محمد یوسف صاحب پھر کم رسم مظاہر سمارن پر رہیں داخل کر دیا۔ وہاں اس سال آپ نے ہدایہ اولیں اور میڈی وغیرہ پڑھیں۔ حضرت مولانا کی حج سے واپسی کے کچھ دن بعد مولانا محمد یوسف صاحب پھر بستی نظام الدین میں آگئے اور آگے کی کتابیں مشکراۃ جلالیں وغیرہ وغیرہ پڑھیں۔ ایک سال کے بعد ۱۴۳۵ء میں دوبارہ مدرسہ مظاہر علوم اکرم صلاح الرلبہ پر عین صبح بخاری تشریف

حضرت مولانا حافظ عبید اللہ علیہ سے صحیح مسلم مولانا منور احمد خان صاحب مدظلہ سے، سنت ابو داؤد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے جامع ترمذی حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کیمپوری سے، مولانا انعام الحسن صاحب بھی ساقط اور ہم بتتے تھے۔ مولانا محمد وحی نے ذکر فرمایا کہ ہم دونوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کرات کے ابتدائی آدمی سے ہم میں سے ایک مظالم کرے گا اور دوسرا سوتے گا اور آدمی رات ہو جانے پر مظالم کرنے والا پستے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اخفاک اور اس کے ساقط پستے پلی کر سو جائے گا اور اس دوسرے کے ذمہ ہو جائے کہ مجھ کی جماعت کئے سونے والے ساتھی کو اخفاکتے۔ ایک دن حضرت مولانا مر جرم شروع رات میں مظالم کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اس کے بر عکس ترتیب سہتی تھی لیکن تسلیمی سال ختم ہونے سے پہلے ہی مولانا مر جرم کی علاالت کی وجہ سے مظاہر علوم سے نظام الدین آغا بنا پڑا۔ مولانا انعام الحسن صاحب بھی ساقط ہی ائمہ اور صحابہ کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اور صحابہ کی باقی دو کتابیں ابن ماجہ و الشافی اور اپنی کے ساقط شرح معانی الائمه، تماوی اور مسند رک حاکم بھی اپنے والد ب حاجہ حضرت مولانا محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نظام الدین میں پڑھیں۔

۵۵۶ ۲۴-۲۳ مارچ ۱۹۵۸ء کو جس دن کو مدرسہ مظاہر علوم کا سالانہ مجلس تھا، شیخ الحدیث نکاح مدظلہ کی بڑی صاحبزادی کے ساقط حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا اور ان سے چھوٹی صاحبزادی کے ساقط مولانا انعام الحسن صاحب کا نکاح ہوا۔ مجلس نکاح میں مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء اور دوسرے مشائخ شریک تھے۔ نکاح حضرت مولانا سید سینا احمد صاحب مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔

۱۹۵۸ ۲۳-۲۲ رمضان المبارک صاحبزادہ مولانا محمد ہارون کی پیدائش | دو شنبہ و سه شنبہ کی درمیانی شب میں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ایک فرزند عطا فرمایا۔ محمد ہارون نام رکھا گیا جو الحمد للہ اس وقت

۲۸ سال کے ہیں اور اپنے والد ماجد کے لفتش قدم پر ہیں۔

پہلی الہیہ کا انتقال اور دوسرا نکاح | مرحوم نے طویل علاقات کے بعد ۲۹ رسالوں پر مولانا محمد باردن کی والدہ

۱۳۶۹ء (ستمبر ۱۹۳۶ء)، پر وزد و شنبہ ایسی حالت میں کہ مغرب کی نماز اشارہ سے ادا کر رہی تھیں اور سجدہ کا اشارہ کر کے گریا سجدہ میں عاچکی تھیں، جان جان آفریں کے سپرد کی۔

اللهم اغفر لها وارحها.

تقریباً تین سال کے بعد حضرت شیخ الحدیث مظلہ ہمی کی دوسری صاحبزادی کے ساتھ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ کو عقد ہوا۔ یہ اہمیت حترم بھر اللہ تعالیٰ حیات ہیں لیکن ان سے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

بیعت واردات حضرت مولانا النام الحسن صاحب مدظلہ اجو حضرت مولانا محمد نویفت صاحب کے ہم زلفت بھی ہیں اور پہنچ اور تعلیم کے ساتھی بھی اور آخوند مشریک اور دوست راست رہے ہیں اور اس وقت حضرت مرحوم کے جانشین اور تبلیغی کام کے نگران دایمیر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مدظلہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ ابھی تک حضرت سے بیعت نہیں ہوتے ہیں تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ تم لوگ چیخا جانے کے مولانا محمد ایاسؒ سے بیعت سہوچپے ہو۔ بہر حال اب دیر نہ کرو۔ ہم لوگوں نے حضرت مولانا سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے منظور فرمایا اور فرمایا اللہ مبارک کرے اور انفال اللہ مبارک ہی ہے۔

پہلا حج اور دعوت کا کام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دریینہ خواہش کرتی ہے و دعوت کا جر کام سندھ دستان میں چل چکا ہے اور کچھ علاقوں میں اللہ کے فضل سے جم جبی گیا ہے رہا بابا ہر بھی پہنچا چاہیے۔ خصوصاً دیار عرب میں جہاں سے یہ کام چلانا چاہا۔ ۱۳۵۶ء میں آپ کے دل میں اس کا داعیہ بڑی شدت سے پیدا ہوا

آخر کار ذلیقندہ ۱۳۵۶ء میں جو کے نئے روانہ ہو گئے۔ ہمارا ہی میں مولانا احتشام الحق صاحب (۲۱)، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (۲۲)، مولانا انعام الحسن صاحب (۲۳)، مولانا لوزر محمد صاحب میراثی (۲۴)، حاجی عبدالرحمن صاحب (۲۵)، مولانا اوریس صاحب اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ حجاز میں تبلیغ کام کی ابتداء ہوئی۔ عربوں کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے عربی میں ایک تقریبی بھی فرمانی جس کا سامنیں پڑا چا اثر پڑا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی ملکی دفت تقریباً ایکس سال تھی۔ یہ حج مولانا محمد ایاس رحمۃ اللہ علیہ کا آخری حج تھا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا پہلا حج۔ دوسری بیس سال کے بعد ۱۳۶۹ء میں کیا اور تیرا آخری حج ۱۳۸۳ء۔

۱۴ ارجولائی ۱۹۳۷ء کو بروز چہارشنبہ شب کو حضرت مولانا

خلافت و نیابت | محمد ایاس رحمۃ اللہ علیہ سفر آخرت کی تیاری فرمادی تھے کہ یا کہ زندگی کا یہ آخری دن تھا۔ نظام الدین میں علماء اور مشائخ جمع تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مدحلا العالی اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب رئیس پوری اور مولانا ظفر احمد صاحب تھا فائزی کریہ پیام پہنچا کر مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتماد ہے اکپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بعیت کر دیں۔ جو مجھے سے بیعت ہونا چلتے ہیں۔ ۱۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲۶)، قاری داؤد صاحب (۲۷) مولوی احتشام الحسن صاحب کانڈہ بڑی (۲۸)، مولوی یوسف صاحب (۲۹)، مولوی انعام الحسن صاحب (۳۰)، مولوی سید رضا سن صاحب۔

ان حضرات نے دوبارہ مشورہ کر کے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی یوسف صاحب ماشر اللہ ہر طرح اب ہیں۔ حضرت ثناء ولی اللہ صاحب نے خلافت کئے "العنوان الجلیل" میں جو شرائط لکھے ہیں وہ سب محمد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں۔ عالم ہیں۔ مترادع ہیں اور علوم دینیے سے اشتغال رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ الگم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر در بکت فرمائے گا، مجھے منظور ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ پسے مجھے تراکھ کا اور بے الینانی

تھی۔ اب بہت الہیناں ہو گیا ہے۔ امید ہے انتشار اللہ میرے بعد کام چلے گا۔

رات کے پچھے پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا اکرم الحسن صاحب کو یاد فرمایا۔ مولانا محمد یوسف صاحب سے فرمایا "یوسف آہلے ہم ترقیے" اور صحیح کی اذان سے پسے جاں، جاں آفریں کے سپرد کر دی اور عکس جبراہ کا تھکا مسافر جو شاید کبھی الہیناں کی نیزہ سویا ہو مenzel پر پہنچ کر بیٹھنی نہیں سویا ہے

لیعن رات بہت نکھلے جدگے صحیح ہوئی آرام کیا

صحیح کی نماز کے بعد بستے ہوتے آنسوؤں کے درمیان حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی علی میں آئی اور مولانا کامار مدان کے سر پر باندھا گیا۔

اب دعوت و تبلیغ کا پرالو جو حضرت مولانا محمد یوسف کے کامیوں پر آگیا اور دعوت و تبلیغ کے تاثر کے سالارین کر دنیا کے سامنے آئے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب تک

نظام الدین کے شب و روز

بتنی نظام الدین میں قیام کرتے ترشب و روز کا نظام ابھی طرح رہتا، صحیح کی نماز اکثر خود پڑھاتے بعد نماز دعا فرماتے، گوما نماز خوب اسفار میں ہوتی۔ دعا کے بعد تقریر فرماتے جو تقریر یا دو لمحہ ملک رہتی۔ بعض اوقات دھوپ کافی نہ آتی اور لوگ دھوپ میں سب سد شوق تقریبی سنتے۔ مولانا کبھی مجھے بتاتے، جوش آتا تو کھڑے ہو جاتے۔ دھوپ کی تیزی کی بنا پر کوئی خادم یا طالب علم چلتے سے مبانی کی طرف سے درسی (جسی پر نماز پڑھی جاتی تھی) لٹکا دیتے تاکہ حضرت مولانا کو دھوپ سے تکمیل نہ ہو۔ اس کے بعد جا علومن کی تشکیل ہوتی۔ اس کے بعد حضرت مولانا اپنے حجرہ میں آنے والے مہاذوں کو ناشستہ کرتے اور بیان ہی مولانا تک گفتگو جاری رہتی اور موصوع اور مرکزی نقطہ اس گفتگو کا بھی دین کرتے ہوتے و قربانی ہی سمجھتی۔ کبھی جا علومن کی سرگزشت اور مختلف علاقوں سے آنے والے مہاذوں سے کام کے متعلق دریافت حال، اکثر اسی مجلس میں اجتماعات کی

تاریخیں بھی طے ہوتیں، پھر مہان رخصت ہوتے تو ان کو ہدایات دیتے۔ اس کے بعد انہیں کے قریب بالعمور کی روائی کے وقت حضرت مولانا حنفی تقریب فرماتے جس میں اصول، طریقہ کام اور نظام الاذفات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے۔ پھر نام ہمانوں کے ساتھ کھانا تادل فرماتے اس کے بعد ظہر تک قبیلہ، ناز ظہر کے بعد مطالعہ اور درس حدیث ہج قریب عصر شاہ جاری رہتا بعد عصر خطوط کے جوابات لکھاتے، حمازوں سے ملتے اور کنجی بھی اس وقت بھی تقریب فرماتے بعد ناز مغرب سورہ نبیین کا ختم ہوتا، ختم پر دعا ہوتی، کبھی خود دعا کرتے، کبھی صرف شرکت فرماتے، کبھی کسی کی تقریبی ہوتی۔ اس کے بعد ہمانوں کو کھانا لکھایا جاتا جن کی تعداد عکس سینکڑوں ہوتی، اس کے بعد ناز عشا ہوتی، عشاء کی ناز کے بعد عذر نیزی اور عدم صحابہ کے واقعات کا کیا درس ہوتا پھر تو یہ کام اکثر البدایہ والہایہ سے میا جاتا تھا لیکن جب سے خود مولانا کی ترتیب دی ہوئی حیات الصحابہ تیار ہو گئی تھی وہی سامنے رہتی، اور چند سالوں سے بعد ناز عشا کا یہ درس دوسرے حضرات کے پر دہوگیا تھا۔

دین کے لئے محنت و قربانی کی دعوت مولانا کی روح بن گئی تھی۔ ہر تقریب اور گفتگو کا مو صفع یہی ہوتا تھا۔ شروع میں تین چلوں اور سات چلوں کی دعوت دی جاتی تھی لیکن اکسندر زمانے میں عمر اور ہر سال ۸-۸ چینی کی دعوت دیتے تھے۔ مولانا کی دعوت اور اس کی کیفیت میں سلس ارتقا جاری تھا اور گزشتہ سال جب مولانا نے اپنے رفقاء کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ آخری حج کیا۔ اس حج میں اور حج کے بعد مولانا پر اپنے کام اور اپنی دعوت کا اور زیارتہ غلبہ ہو گیا تھا۔

آخری حج | اپنی زندگی کا آخری حج کیا۔ اس حج کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس سفر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا ہمراه تشریف لے گئے اور تبلیغ کام سے نعلق رکھنے والے خواص کی ایک بہت بڑی جماعت ساتھ تھی۔ خود حضرت مولانا اور حضرت شیخ الحدیث

اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور چند اور رفقاء تو ہوائی جہاز سے گئے تھے؛
حضرات بھری جہازوں سے گئے تھے۔ مکہ مغفرہ پہنچ کر صبح و شام حضرت مولانا کی تقریبیں
شروع ہو گئیں۔ حرم شریعت میں اور اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات کے خصوصی اجتماعات
میں خطاب فرماتے۔

۲۶۔ رذی الحجہ کو کمرہ سے مدینہ منورہ کے نئے روایہ ہوتے۔ لفظ نیم اور ایک
شب راستیں بد رہرے۔ ۲۷۔ رذی الحجہ کو مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینہ منورہ میں بھی صبح و شام
اجماعات ہوتے۔ ہر ہر طبقہ میں خطاب فرمایا۔ سہن و ستانی جمیع، بخاری جمیع، عزیز جمیع، الفرض
کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں مولانا کا خطاب نہ ہوتا ہو۔ حرمین پاک میں سوراہ تحریر کی نماز غسل میں
(یعنی اندر ہیرے میں) ہوتی ہے۔ حضرت مولانا کا خطاب نماز کے بعد ہی شروع ہو جاتا اور رسولؐ
خوب بلند ہونے تک جاری رہتا۔ لوگ ہمہ تن گوشہ ہر کہ خطاب سنتے اور پبلو نہ بدلتے۔
اس مبارک سفر میں طالبین حق کا ایسا رجوع عام ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

مولانا کی دعوت پر مبہی لمبی مدت کے لئے ۲۹ جا عیش نکلیں جن میں سے اخوارہ یورپ
و عیزہ کے دور دراز مالک فرانش، مغربی جرمنی، انگلستان و عیزہ کے لئے اور آٹھ جماعتیں
مختلف مالک عربیہ کے لئے۔

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ والی ہوئی اور رسول دن والی پھر قیام فرمایا، پھر داں سے
کراچی تشریعت لائے اور پہنچتے ہیں والی کے تبلیغی مرکز مکی مسجد میں تقریباً میں گھنے تقریبی کی۔ تین
دن کراچی میں قیام رہا۔ کراچی سے لائل پور تشریعت لائے۔ راستے کے قریب قریب ہر شیش
پر اللہ کے نئے محبت کرنے والے زائرین کا جمیع ہوتا تھا۔ جہاں وقت میں گنجائش ہوتی آپ پر
کچھ بات فرماتے اور دعا ہرتی۔ لائل پور سے سرگودھا، سرگودھا سے ڈھنڈیاں (جہاں
حضرت اندرس رائے پوری نور اللہ مرقدہ آزادم فراہیں، اسکے بعد راولپنڈی، رائے دہڑ
لاہور۔ ان تمام مقامات پر کم و بیش قیام فرمایا۔ ہر عکس صبح و شام گھنٹوں خطاب فرماتے ہے۔

پر لئے بستے گئے میں سوجن ہو گئی۔ ڈاکٹر دن نے اصرار سے مشترکہ دیا کہ کچھ دلوں کے لئے بونا چھوڑ دیا جائے۔ مگر حضرت مولانا اس پر آمادہ ہنیں ہوتے۔ حسب عادت تقریب دن اور گفتگو قن کا سلسہ جاری رہا اور مرض ترقی کرتا گیا۔

پاکستان کا آخری سفر حضرت مولانا فضل دری ۱۹۶۵ء کے دوسرا ہفتہ میں براستہ لاہور ڈھاکہ کے اجتماع میں تشریف لے گئے وہاں کے اجتماع سے فارغ ہونے کے بعد مشترکہ پاکستان کے اہم مقامات پر اجتماعات ہوتے اور تقریب دن کا سلسہ جاری رہا۔ اس کے بعد پھر مغربی پاکستان تشریف لائے۔ کراچی۔ میرپور خاص۔ سلطان۔ لکھن پور۔ ٹیکل، کوہاٹ، اور راولپنڈی کے اجتماعات ہوتے ہیں جن میں حب معمول حضرت مولانا تقریبی فرماتے رہے۔ اس کے بعد راستے وندکے اجتماع میں رونق افزود ہوتے ہیں آخری دن ۲۳ مارچ کو، تقریباً ستر جا عین رخست گیں۔ اس پر سے دورہ کے اجتماعات میں دوستقل تقریبیں صبح اور شام کو صڑور ہی فرماتے۔ اس کے ملا دہ عصر سے مغرب تک خصوصی محلیں میں بیان ہوتا۔ ناشستہ اور کھانے کے وقت بھی گفتگو کا سلسہ جاری رہتا۔ راستے وندکے اجتماع کے بعد لاہور تشریف لائے۔ پھر وہاں سے نارووال کے اجتماع میں تشریف لے گئے۔ اندر ورنی طور پر کچھ تکلیف محسوس کرتے رہے مگر ان کے بے شک ضبط و تحمل نے اس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ احباب کو وقت آخر جا کر علم سہرا کر دہ کتنی تکلیف میں مبتار رہے ہیں۔ وہاں دو دن کے بعد حجۃ المبارک کی ادائیگی کے لئے گجرالزال رک گئے اور اس تکلیف کے باوجود جمیع سے قبل اور اس کے بعد وہاں تقریب بھی فرمائی۔ سعفہ کے قریب لاہور بلال پارک پلے آئے اور ہیاں بھی اس تکلیف کے باوجود بیانات برابر جاری رہے۔ ہفتہ کی شام کو دو گھنٹے تک تقریب فرمائی اور اگلی صبح اتوار کو جا عین کو رخست کرنے سے پہلے ہیاں سے زوال پونے دس بجے فارغ ہوتے تو دیکھا کہ مولانا سیفیون کی پادنمیں چلے گئے۔ وہاں دس بجے سور تلن کا اجتماع ہونا تھا اور مولانا کا بیان ہونا تھا (سید ذوالفقار حسین بنواری حضرت جی بنبر خدام الدین لاہور)

و دشمنی کو پھر راستے و نڈ تشریف لے آئے۔ تین دن بعد جمعرات تک پھر قیام فرمایا
روزانہ صبح کو خواص سے خطاب فرماتے۔ ان تین دنوں میں بڑی اہم ہاتھیں اور نیچیں
کام کرنے والوں کو فرمائیں۔

**۲۔ اپریل جمعہ کے دن ٹرین سے سارن پور کے
لاہور کا ورود اور انتقال** لئے روانہ ہے تھی، جمعرات کے دن رائے و نڈ
سے فارغ ہو کر لاہور تشریف لے آئے۔ ایک دن پہلے دبھ کے دن، گلے سے مدد سے
تم سالن کی نالی میں چین محسوس فرماتے تھے۔ لاہور پہنچ کر طبیعت میں تقریر کے لئے آمدگی
نہیں تھی۔ حضرت مولانا کے لئے یہ بالکل غیر معمولی اور نئی بات تھی اور طبیعت کے اس حال کا انداز
بھی فرمادیا تھا۔ بلال پارک میں (جبان لاہور کا تبلیغی مرکز ہے اور وہیں مولانا کا قیام تھا) حسب
معمول بعد نماز مغرب جمعرات والا اجتماع شروع ہوا اور چونکہ عام طور سے یہ اطلاع تھی کہ حضرت
مولانا کل جمعہ کو مہند دستان تشریف لے جائیں گے اور لوگوں کا خیال تھا کہ آج کے اجتماع میں
مولانا کے اس سفر پاکستان کی آخری تقریر ہو گی اس لئے مجس زیادہ آگیا اور کچھ ایسے حضرات
بھی آگئے ہوں گے جو عام طور سے تبلیغی اجتماعات میں آیا ہیں کرتے۔ اس لئے بعض مخصوصین نے ۶ منی کیا کہ
کچھ صور فرمادیں۔ مولانا نے ارادہ فرمایا اور طبیعت کے انتہائی احساس صفت کے باوجود
سہمت اور وقت ارادی استعمال کر کے کھڑے ہو گئے اور سو اگھنے تک تقریر فرمائی۔ صفات
محسوس ہو رہا تھا کہ مولانا زبردستی تقریر فرمارہے ہیں۔ پیشانی تک سے پسینہ چوت رہا تھا،
اور کوادر میں بہت نقاہت تھی۔ تقریر کے بعد تشکیل شروع ہوئی۔ اس وقت بھی طبیعت پر
جیر کر کے بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ایک لکھ پڑھانا تھا وہ بھی پڑھایا لیکن اس موقع پر تقریر
نہیں فرمائی اور دعا بھی مختصر فرمائی جو ان کے عکر بھر کے معمول اور طریقہ کے لحاظ سے بالکل نزاں
بات تھی اس لئے خاص ساختیوں کو اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔ محض لکھ سے
اٹھ کر قیام گاہ کی طرف چلے جو بالکل برابر میں تھی۔ چلتے ہوتے فرمایا۔ مجھے کو سنبھالا سعید بن صدیق

صاحب اور ریاض لاہوری نے ملے اور کر کو ہاتھوں سے ہمارا دیا۔ چند قدم پڑھتے ہی لڑکہ رکھنے اور غشی طاری ہو گئی۔ اٹھا کر کرہ میں لایا گیا اور اسی بے ہوشی کی حالت میں لٹا دیا گیا۔ ایک چیم صاحب حضرت میں ساختھ تھے ان کے پاس حواہ مرہ تھا انہوں نے دودھ میں ٹھول کر چھپے سے پلایا۔ چند منٹ کے بعد کچھ ہوش آیا۔ ہانچہ پاؤں بالکل ٹھنڈے تھے۔ بیقق بت بی خ ضمیمت ہتھی۔ لاہور کے نامور ڈاکٹر کرنل صیار اللہ صاحب کو بلا یا گیا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا کہ قب پر ایسا شدید حملہ ہوا تھا کہ ان سے بچ جانا بس ایک کرامت ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ مولانا کو اسی وقت بستیال میں داخل کر دیا جائے لیکن اس پر عمل نہیں ہو سکا اور ڈاکٹر صاحب کی تجویز کردہ دواؤں کا استعمال شروع ہوا۔ آدمی رات گزرنے کے کافی بعد حضرت مولانا نے عشاء کی نماز ادا کی۔ صبح تک طبیعت ایسی سنبھل گئی کہ کرنل صیار اللہ صاحب نے جب آگر دیجتا تو انہیں سخت ہیرت ہوتی۔ سب لوگ ایک درجہ میں معتمی ہو گئے۔ اس اثنامیں مولانے کے چھڑو ری باتیں بھی کیں۔ اس سلسلہ میں مولانا الفعام الحسن صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ میری کتابوں کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ بہر حال دوپہنچ طبیعت بہت قابلِ اطمینان رہی لیکن جمعیت کی نماز کے وقت پھر ایک طبیعت بگڑای اور سانس بے قابو سا ہو گیا۔ فرمایا مجھے مختصر سی نماز پڑھوادو۔ مولانا الفعام الحسن صاحب نے بہت مختصر نماز پڑھاوی۔ مسجد میں جمعیت کی نماز بھی مفتی زین العابدین صاحب نے بہت مختصر پڑھائی۔ ڈاکٹر اسلام صاحب نے آگر دیکھا تو کہا مرض کا دوبارہ حملہ ہو گیا ہے فراً اسپتال لے چلنا چاہیے تاکہ وہاں آکر بھیں دی جائے۔ حضرت مولانے سنا تو فرمایا وہاں نہیں بھی ہوں گی۔ مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ اس کا پورا استظام کر لیا جائے گا کہ کوئی نہیں اور عورت قریب نہ کرے تو لے چلنے کی اجازت دے دی۔

آخری وقت [ہو گئی۔ حضرت مولانا الفعام انسن ، مولوی الیاس میراتی اور ڈاکٹر اسلام ساختھ بیٹھے۔ اس وقت سالنے زیادہ اکھر نے ملے۔ اس وقت زبان پر تھار بیتی اللہ]

دینت اللہ۔ مولوی الیاس صاحب میرا تی کا بیان ہے کہ اسی کے ساتھ حضرت مولانا نے شام کے وقت کی ماواڑہ دعائیں پڑھنی شروع کر دیں اور کفر شریعت پڑھنے لگے۔ گذھی شاہر کے چوک کے قریب جب مولوی پہنچی تو دریافت فرمایا اسپیال لکٹنی دور ہے ہے عزم کیا گیا ابھی آدعا ناصل ہے۔ اس کے بعد زبان صحیح طور سے اپنا کام کرنے کے لائق نہیں رہی۔ آنکھوں میں بھی تغیر آگیا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے لیئیں شریعت شروع کر دی اور بس پندرہ مہین میں حضرت مولانا نے گلر شریعت پڑھتے ہوئے متبرم چڑھے کے ساتھ جان، جان آفزیں کے پرد کر دی یعنی ۲۹ ذی القعده ۱۳۸۳ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۶۵ء مجمعر کے دن درجنجے کے قریب ۲۱ برس تک مسلسل اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے جان کھپانے والی یہ سہی اس فانی دنیا سے عالم جا روانی کی طرف رحلت کر گئی۔ اسناللہ وانا الیہ مل حجعون ہ

یا یتھا النفس المطستة اس جمعی ای س بھی راضیہ مرضیتے
فنا خلی فی عبادی و ادخلی جنتی ہ

نماز جنازہ سو کر رہ جاتا تھا، جیسے جیسے خبر پہلی گئی، مجمع بڑھنا گیا۔ عشا ہستے ہوتے ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔ نماز جنازہ ہری جو حضرت مولانا النام الحسن صاحب نے پڑھائی حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گھٹلوی (خلیفہ خاص حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ) سرگودھا سے ایک تافلہ کے ساتھ اس وقت پہنچے جب نماز جنازہ ہو چکی تھی۔ حضرت مددوح نے دوسرا دفعہ نماز جنازہ پڑھائی۔

اگرچہ حضرت مولانا العام الحسن صاحب دیغیرہ کی رائے یہ تھی کہ حضرت مولانا کو دین
دن کر دیا جلتے لیکن حافظ صدیق صاحب میوان دیغیرہ حضرات کے شدید اصرار پر اور حضرت
شیعہ الحدیث مظلہ سے فون کے ذریبہ استغوا ب پر ہوائی جہاز سے دہلی جہازہ لانے کا
فیصلہ ہوا۔ جہازہ کے ساتھ حضرت مولانا العام الحسن صاحب مولانا محمد ناصر صدیق پالپنڈی

حافظ صدیقی صاحب، قاری رشید صاحب، مولوی ایاس صاحب میراثی، میاں جی الحاق
صاحب پانچوڑی بھی ساتھ بیٹھے۔ جنازہ ڈریور بنجے رات لاہور سے روانہ ہو کر ۲ بنجے دہلی
کے ہواں اُو سے پرا ترا اور سارے تین بنجے کے قریب نظام الدین لے آیا گیا۔ تھوڑی دیر
کے بعد سہارن پور سے حضرت شیخ الحدیث تشریف لے آئے۔ خبر دہلی میں اور اطاعت
میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ حضرت شیخ الحدیث مظلہ کی افتادا میں ناز جنازہ صبح ۹ بنجے
پڑھی گئی جس میں دہلی اور اس کے قریبی علاقوں اور میوائیں کے قریباً اسی ہزار مسلمانوں نے
شرکت کی اور حضرت مولانا ناصر حرم اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے پلے میں دن کر دیئے گئے۔

آسمان تیری لحد پر شیخ نام انشائی کرے
سرزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا ناصر حرم کی زندگی کی جو نماہ نوعیت میں اس کی بنا پر بلاشبہ
پہمانہ گان ساری امت مسلمہ اور بالخصوص ان کے لاکھوں عقیدتمند اور محبین جن
کو ان کے ذریعہ دین اور ایمان و بیعت کی دولت میں ان کے پہمانہ گان میں ہیں لیکن عرصت عام اور
قرابت و عزیزی داری کے لحاظ سے ان کے پہمانہ گان میں ایک صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب
ہیں جو الحمد للہ مولانا کے نقش قدم پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خاص الخاص ترقیات سے فائز سے۔

دوسری حضرت کی والدہ ماجدہ امام جی ہیں جن کے بارہ میں اپنی معلومات کی بنا پر پڑھنے
کو بلے اختیار بھی چاہتا ہے کہ اپنے وقت کی رابعہ ہیں۔ تیسرا حضرت مولانا ناصر حرم کی
شیخ الحدیث مظلہ کی صاحبزادی ہیں۔ چوتھے محترمہ سہیشہ صاحبہ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث
کی الہی محترمہ ہیں جن کے صاحبزادے مولوی محمد طلحہ ہیں۔ پانچویں حضرت مولانا ناصر الحسن صاحب
ہیں جو خاندان قربت کے علاوہ سہم نزلت بھی ہیں اور ساری عمر حضرت مولانا ناصر حرم کے ساتھ
دو مقابل ایک جان ہو کر رہے۔ عام طور سے محسوس کیا جاتا تھا کہ تبلیغ کے نام سے جو دینی
جد و جبد پل رہی ہے، حضرت مولانا محمد ایاس رحمۃ اللہ علیہ کے دصال کے بعد سے

حضرت مولانا ناصر حرم اس کا تلب ہی اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اس کا دمانع
حضرت مولانا کے وصال کے بعد ان کے جانشین خاص کی مشیت سے اس دینی جدوجہد
کی سب سے بڑی ذمہ داری اب انہیں پر پرسے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مد فرستے اور امت
کو ان سے دلیا ہی نفع پہنچائے جیسا کہ حضرت مرحوم سے پہنچایا۔ وما زال
علی البتہ بعزیز -

چھٹے ان کے برادر مفتوم شیخ الحدیث حضرت مولانا نحمدہ ذکر یا صاحب دامت برکاتہم
ہیں جو جگا زاد بھائی اور رئسر ہونے کے علاوہ والدہ ماجد حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بعد
ان کے استاد اور مرتبی بھی ہیں۔ حضرت شیخ کو حضرت مولانا ناصر حرم سے جو مشفقاتہ تعلق تھا
اور حضرت مولانا ناصر حرم حضرت شیخ کے ساتھ عقیدت دنیا زندگی کا ببر البلط رکھتے تھے
اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حضرت شیخ کے نئے یہ حادثہ کسی باکمال اور صاحب
فیض سے بھی گئے حادثہ سے کم نہیں ہے۔ حضرت شیخ اس دور کے شیخ المشائخ اور
مرجح خلائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ دیر تک قائم رکھے اور امت کو استفادہ کی توفیق
دے۔ ان حضرات کے علاوہ کامنزہم ہیں پورا خاندان سے جو میں حضرت مولانا انتظام الحسن
صاحب بھی ہیں جو حضرت مولانا ناصر حرم کے حقیقی مالکوں ہیں۔ ابھت سی معنید کتابوں کے
معصنٹ ہیں۔ ان سے علاوہ مولانا انعام الحسن صاحب کے والد ابدر مولانا اکرام الحسن صاحب
مولانا صونی انفار انھسن صاحب، مولانا انہمار الحسن صاحب، مصباح الحسن صاحب دیگرو
قریبی اعزہ اور متعلقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی رضا و محبت کے امپئے
مقام تسلی پہنچائے۔

وَمَا ماتَ مِنْ كَانَتْ بِنَيَامِنَّهُمْ ؛

شَبَابٌ تَاهٍ لِّلْعَلٍ وَكَبُولٌ

حضرت مولانا کی دو اہم تصنیفیں

اس کو تھریت مولانا کی صرف کرامت ہی کا باسکتا ہے کہ دن رات اپنی دعوت میں مہماں رہنے کے باوجود مولانا مرحوم نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی چبھاری رکھا اور ان سینئر ۲۰ دن مکاتیب کے علاوہ جن کی حیثیت مستقل رسائل و مقالات کی ہے، دو تصنیف تصنیف بھی پھر ری ہیں۔ ذیل کی سطروں میں ان کا بہت فخر اور اجمالی تعارف کرایا جا رہا ہے۔

امان الاجیار

مولانا مرحوم نے ۱۳۵۵ھ میں اپنے والد ماحد رحمۃ اللہ علیہ سے طمادی کی مرکزی اکادمیک اب شرح ممانی الاتمار بھی پڑھنی شروع کی۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ مولانا نے اس کی شرح بھی پڑھنی شروع کی جس کا سلسلہ آخر ٹک جاری رہا۔ اس کی دو جلدیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد قبیلے ساتھ کے ۶۰ صفحات پر ختم ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۵۰۰ سطری ہیں۔ دوسری جلد ۴۰۰ صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ تیری جلد کی تصنیف معلوم ہوا کہ، مکمل ہر پچھلی حصی لیکن چھپنے کی قوت ابھی نہیں آئی۔ پہلی جلد کے شروع میں طمادی کے اسما ارجمال کی فہرست اور قریباً چالیس صفحے کا مقدمہ فن حدیث میں مولانا کے علمی معتام کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

حیات الصحاہ

اس کا نام توحیات الصحاہ ہے لیکن دراصل یہ عمد نبوت اور تین صفحیم جلدیں ہیں۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد میں اس کی طباعت ہوئی ہے۔ پہلی جلد کے شروع میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا پیش لفظ ہے۔ پہلی جلد ۱۱۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے دوسری جلد ۱۲۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ تیری جلد کی خمامت بھی اتنی ہے۔ وہ بھی چھپ چکا ہے لیکن ابھی پرسیں سے نکل کر ثالیتیں کے ہاتھوں تک نہیں پہنچ سکی ہے۔ راقم الحروف

نے بھی نہیں ذکری ہے؛ گویا پوری کتاب کے صفات دوہزار سے زیادہ ہیں۔ محمد بن شیع کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ پہلی دلوں ملکیتیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کا ارادہ ترجمہ بھی ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔ مولانا کی ان دلوں کتابوں کو دیکھ کر ان لوگوں کو انتہائی حرمت ہو گی جو مولانا کے نظام الادارات اور دن رات کی مصروفیات کو آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ مولانا کی یہ دلوں کتابیں اس لائق ہیں کہ پوری تفصیل کے ساتھ ان پر تصریح کیا جائے اور اہل علم سے ان کا تعارف کرایا جائے لیکن ”الفتران“ کی اس خاص اشاعت کے لئے مجھے جو سوانح خاکہ لکھنا ہے اس میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت تو مقدمہ صرف ان دلوں کتابوں کا اجمالی تعارف تھا۔ راقم الحروف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان خوش تصویبوں میں ہے جنہوں نے حضرت مولانا مر حرم کی دن رات کی مصروفیتوں کو سفر و حضوریں باار بار دیکھا ہے ان مصروفیات میں الیٰ صنیعہ کتابوں کی تصنیف کو حضرت مولانا مر حرم کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ اہل علم کتابوں سے وہ فائدہ پہنچائے جس کی امید پر مولانا مر حرم نے یہ کتابیں لکھی تھیں اور ان کو پوری طرح قبول فرماتے۔

سَرَّ اِبَا بَحْرَ اَهْرَاجِهِ، آنکھوں میں بلکی چک اور کشش، خندہ پیشان، سر پر عام طور سے رومال باندھتے اور دوپلی لٹپلی بھی پہناتے۔ تینہ اور لانبا کرتا عام بآس ہوتا۔ کبھی کبھی پا جاسے بھی پہنچتے۔ پہلی نفسہ ڈال تو معلوم ہر کسی گھری سوچ میں ہیں۔ اول اوقیان ہیئت طاری ہوتی یہی ذرا ہی دیر میں انس پیدا ہوتا۔ ہر ایک سمجھتا کہ سب سے زیادہ تلقن اس سے ہے۔ دین کے علاوہ کچھ نہ کہتے اور نہ سننا گوارا کرتے۔ فہر صاف سبینہ لیفین سے بھرا ہوا۔ معلومات خاص کر یعنی بزری اور قرآن حجا بخدا تعالیٰ میں سے منتقل دیجیں سے دیسح تر۔ بوس پر مسکراہٹ، مگر دل میں آگ لگی ہوئی۔ نواب مصطفیٰ اخاں شلیفۃ

نے ایسے ہی مردان خدا کے لئے کہا ہے

تو اے افسر دہ دل زاہد بیچے در بزم رندان شو،
کہ بینی خنہ بربا ، دا لتش پارہ در دھما
بات کرتے کرتے آستین چڑھاتے پھر آتارتے ، تھوڑی دیر بعد ایک آہ ھبڑتے
جود رو دا تریں ڈوبی ہوتی ، اضطراب دبے گئے ایک سیاہی کیفیت پیدا کر دی تھی جہنوں
نے قریب سے نہیں دیکھا ان کے لئے سمجھنا مشکل ہے اور جہنوں نے دیکھا انہوں نے
یقین کیا کہ وہ اس دور میں اللہ کی ایک نشانی ہتھے ۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے در در دنگر کو سمجھنا آسان ہو جاتا تھا ۔

آخری لمحات

دعوت و تبلیغ کے فائدہ و راسہما مولانا محمد یوسف بر والد مفسجعہ کی دنات ایک ابیاالمناک سانحہ ہے جس کی یاد مُذکوٰن تمازہ رہے گی اور ہزاروں دل اس المیہ سے ٹیس محسوس کرتے رہیں گے۔ یہ سانحہ یوں تو کوئی انوکھا سانحہ نہیں۔ اس دارالفنون میں ہر آنے والے کو بالآخر جانا ہے۔ لیکن بوجہ اس واقعہ فاجعہ کی الہم الگیری زیادہ ہے۔ ان وجہوں میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ حادثہ اس تیزی سے وقوع پذیر ہوا کہ سامنے دیکھنے کے باوجود اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ مولانا رحمۃ الرحمۃ کی علاالت بھی اچانک ظاہر ہوئی اور انتقال بھی وضتہ بی ہوا۔ اس واقعہ کی جو جزئیات مشفقت و کرم مولانا رحمۃ نزین العابدین صاحب کی گفتگوؤں اور ان کی عطا فرمودہ دائری سے مل سکیں اور جو گفتگویں چند و مرے احباب سے ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

آخری ایام میں مولانا علیہ الرحمۃ، ۲۷ ذوالقعڈہ
جی چاہتا ہے ہم مدینہ طیبیہ میں ہیں، (۱۳۴۳، مارچ) کو آپ رائے و نظر میں تھے۔
 دوپہر کے وقت خاص احباب کے حلقات میں بیٹھے تھے، فرمائے لگے ”جی چاہتا ہے بیہاں (پاکستان ہیں) بھی تبلیغی کام چل نکلے اور ہندوستان میں بھی اور ہم مدینہ طیبیہ میں رہتے۔“ رفقاء نے اس اظہار آرزو کو کوئی اہمیت نہ دی اور سفر یادی رہا۔ لہو تشریف لے آئے اور حسب پروگرام اپنی مساعی میں مصروف ہو گئے۔

شب ۲۸ ذوالقعڈہ ریشم اپریل مجمرات، کوئی سوا اب توانزل طے ہو چکی آٹھ بجے کا وقت ہے۔ بعض منقص کارکن اصرار کر رہے

تھے کہ مولانا اس وقت خطاب فرمائیں۔ حضرت مولانا مرحوم بہت نکلے ہوئے تھے اور طبیعت بھی متاثر تھی۔ خصوصی احباب مولانا انعام الحسن اور مولانا مفتی زین العابدین بھی ہم نہیں تھے۔ مولانا مرحوم نے طبیعت کی خرابی کا ذکر فرمایا۔ مختصر مفتی زین العابدین سے فرمانے لگے، مفتی صاحب! یہ سینے کا درد ایک عرصہ سے چل رہا ہے، یہ معانع حضرات اس کا علاج نہیں کر پا رہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا حضرت! اس سے پہلے تو آپ نے کبھی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ پھر مفتی صاحب قریب میٹے ہوئے حکیم صاحب سے فرمائے لگے، حکیم صاحب! اس درد کے بارے میں کیا رکھ رہے ہیں؟ حکیم صاحب نے فرمایا تبہیر کی وجہ سے درد سے ابھی کھانے کے بعد دوادے دی جائے گی ایہ شکایت انش اللہ العزیز دور ہو جائے گی۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرمائے لگے،

مفتی صاحب! میری شخص بھی سینے۔ مفتی صاحب اور دوسرے احباب متوجہ ہوئے، مولانا نے فرمایا "جب مجھے یہ درد پڑیا تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں سپاری بکثرت کھاتا ہوں، سپاری کے کچھ مکروہ اور پاگئے ہیں تو میں پانی کا ایک گلاس پی لیتا ہوں۔ اس سے افاقت نہیں ہوتا تو میں ایک گلاس اور پنی لیتا ہوں، درد موقوف ہو جاتا ہے تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ اور چڑھے سپاری کے مکروہ سچے پلے گئے ہیں۔ مولانا یہ سب کچھ ازدواج تفہن فرمائے تھے اور احباب بھی گفتگو میں اس انتبار سے شریک تھے۔

اس مرحلے پر مولانا انعام احسن صاحب نے فرمایا، حضرت! اب عمر پکاس کو پہنچ گئی ہے، اب آپ کو محتاط رہنا چاہیتے، بے وقت کھانا، طوبیں تربین تفاہیر اور بے وقت سونا، اب اس عمر میں بہت زیادہ اختیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے انتہائی سنبھیگی کے ساتھ فرمایا "تو منزل طے ہو چکی۔"

مولانا انعام الحسن:۔ ابھی تو مشرقی طاقتوں میں فیصلہ کرائا ہے، اس کے بعد اسلام

کے پہنچنے کا زمانہ آئے گا۔ ابھی تو صرف بات صحیحائی جاری ہی ہے۔

مولانا ناصر بوسفت :- پالیسی طے ہو چکی، اب تو دسرے عمل کریں۔

مولانا انعام الحسن :- حکم اگر مشورے سے طے کرنا ہو تو کر لیجئے۔

مولانا ناصر بوسفت :- حضرت والد علیہ الرحمۃ کی عمر کتنی تھی؟

مولانا انعام الحسن :- ۶۳ سال

مولانا محمد بوسفت :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی کی عمر؟

مولانا انعام الحسن :- ۶۳ سال

اس پر مولانا علیہ الرحمۃ فرمانے لگے "اچھا چلیں، لوگ انتظار کر رہے ہیں کچھ کہروں" یہ فرمایا اور مسجد کی جانب چل دیئے، منبر پر تشریف فرمائی ہوئے اور خطاب شروع فرمادیا۔ اس خطاب میں مہول سے زیادہ وضاحت نہیں اور باتیں ایسی فرمائے تھے جو آج ہی نہیں، اس دعوت کے رہنماؤں کے لئے طویل مدت تک کام آنے والی ہیں۔ آپ نے آغاز میں "صفات الہیہ" پر تلقین اور عبادت میں حالت احسان پیدا کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ اگر نمازوں نماز ہو جو اللہ کو سامنے دیکھتے ہوئے ادا کی جائے تو اس نمازوں سے وہ سب کچھ مٹا بے جس کے لئے انسان نہ جانے کیا کچھ کرتا ہے۔ آپ نے یہ واقعہ اسی صمن میں ارشاد فرمایا۔

سیدنا ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا۔ حضرت عمر بن عبد الرحمن العاصی کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ غلے سے لرے ہوئے اونٹوں کا ایسا قافلہ بیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبیہ میں اور آخری اونٹ مصر میں ہو گا۔ اس غلے سے اعلیٰ ترین انتظام کیا۔ ایک وقت میں دس ہزار افراد کو لکھا کھلپا جا بارہا تھا۔ اسی دوران ایک شخص نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے اس صحابیؓ سے فرمایا عزیز سے کہو تمہیں کیا، ہو گیا؟ تم تو بہت عقلمند تھے۔

یہ خراب حضرت عمر فاروق کو سنایا گیا۔ تبیر صحیح میں نہ آئی۔ لوگوں سے پوچھتے رہے کہ بتاؤ صحیح میں کون سی تنبیہ واقع ہوتی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے؟

ایک شخص نے کہا بات صرف اتنی ہے کہ عمرؓ کی نمازِ حقیقی اور بنی ہوئیِ حقیقی۔ دعا قبول ہوتی ہے تو اسے چھوڑ کر انتظام کے چکر میں کیوس کپڑے ہوتے ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے، دعا کی تو بادلوں کا نام و نشان نہیں ملتا۔ دعا حباری رہی، ہادل ایکھ اور انہیں میں سے آواز آئی الخوٹ یا ایا حفص، ایا ابو حفص! عمرؓ نے ہجر مدد طلب کی تھی، یہ مدد آگئی ہے،

مولانا علیہ الرحمۃ فرمادے تھے، اگر تم اپنی دکان میں اپنے کاروبار اور اپنے طور طریقوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کو داخل کرو اور سب کچھ حضورؐ کے طریقے پر کرو تو اس طریقے سے بنیا ہوا جھونپڑا منشہ کین اور کفار کی ڈھانٹی لاکھ سے بنی ہوئی کوئی سے زیادہ قیمتی ہے اور اگر تم نے اپنے گھر کے نقشہ میں حضورؐ کے طریقے پر عمل کیا تو تمہارے جھونپڑے کو راکٹ نہیں نوڑ سکے گا۔ حضورؐ کے طور طریقوں کی وجہ سے تمہارا یہ جھونپڑا قیمتی ہے، جو تم نے بے قیمت مٹی سے بنایا۔ یہ قیمتی کیسے بنی۔ اس مٹی کی تو کوئی قیمت نہیں۔ یہ تو بے قیمت ہی ہے۔ قیمت تو حضورؐ کے طریقوں کی ہے اگر ساتوں زمین و آسمان کو بھی ہوا اور سب کو سونے سے بھر دیا جائے تو حضورؐ کے طریقے پر بنائی ہوئی پاؤں دھرنے اور پاخانہ کرنے کی جگہ کے برابر نہیں اور تیقین کرو کہ حضورؐ کی معاشرت سے خدا تعالیٰ ملے گا حالات درست ہوں گے اور اگر یہود و نصاریٰ کے راستے پر معاشرت اٹھاؤ گے تو حالات خراب سے خراب تر ہونے پلے جائیں گے۔

اس فرم کے موثر دل نشین ہونے والے جملوں سے بھر پور تقریر ختم کی سب ممدوں جماعت کی تشکیل کی۔ اس کے بعد عبد الحمید لیوری صاحب کے صاحبزادے

کا نکاح ہوا اور خلاف مہول آپ نے خفتر دعا فرمائی اور مسجد بلال پارک سے منصل رہائش گاہ کی جانب پل دیئے۔

احاطہ مکان میں داخل ہوئے تو غشن کھا کر گر پڑے، احباب نے اٹھایا دل کا حملہ اور چار پائی پر لٹا دیا۔ محترم احسان صاحب بھاگے ہوتے مسجد میں آتے اور مفتی زین العابدین سے کہا کہ حضرت جی کو غشن ہو گئی ہے۔ کسی محلا بیٹے۔ مفتی صاحب حکیم احمد حسن صاحب کو لے کر فوراً پہنچے۔ حکیم صاحب نے بغض و کیمی توانہ میں کمزور ہو بیکی نہیں۔ حافظ صدیقین صاحب نے فوراً جیب سے جواہر مهرہ کی شیشی نکالی۔ مفتی صاحب دودھ لائے تو اس میں جواہر مهرہ حل کر کے حضرت کے منہ میں پھیج ڈالا۔ آپ نے لے لیا تو نہیں پہنچ دودھ اور ڈالا۔ اس سے تھوڑی دیر بعد بغض بجال ہو گئی، مگر نقریباً آدو گستہ بعد پیسہ آنے لگا۔ حکیم صاحب نے پھر بغض و کیمی اور محترم قریشی صاحب را امیر جماعت تبلیغ منفری پاکستان، اجنبی کا انجکشن لگانا چاہئے۔ قریشی صاحب نے کہا کہ اگر علاج کرنا ہے تو ہم ڈاکٹر کو بلاتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد اسلم صاحب اور ساجی محمد افضل صاحب (سلطان فونڈری لاہور) گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کو لے آئے۔ انہوں نے معافی کیا، انجکشن اور کچھ دوسرا دو ایسے تجویز کیں۔

غثاء کی نمازوادا کی گئی ان دواؤں کے استعمال کے بعد دیکھا کہ احبابت پکڑوں میں ہی ہو گئی ہے۔ طہارت اور نیم کے بعد عشار کی نماز پڑھوائی گئی۔ نماز کے بعد جملہ احباب آپ کے پاس ہی رہے۔ نقریباً پونے تین بجے نیند آگئی تو اکثر خدام کمرے سے باہر چلے گئے۔

صحیح سوپا نجح بجے آنکھ کھلی تو فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا؟ مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا، حضرت بان! آپ نے فرمایا کیا وضو کرائیں گے؟ مفتی صاحب نے فرمایا، نہیں شیم، مولانا ملیہ الرحمۃ نے پوچھا، کیا نماز بیٹھ کر ادا کروں؟ مفتی صاحب نے کہا،

تہیں حضرت! صرف اشارے سے! چنانچہ یہ نماز اشارہ سے ادا ہوئی۔ نماز کے بعد مولانا صاحب نے فرمایا "چائے پلاو گے؟"

مفتی صاحب نے عرض کیا "حضرت! جی چاہتا ہے کہ تھوڑی دیر اور سو جابیں پھر چائے پیں گے۔ تو فرمایا" میرا بھی جی سونے کو چاہتا ہے" چنانچہ آپ سو گئے۔

مفتی صاحب سات بجے آئے تو حضرت مرحوم گھری نیند سورہ سے نکھے اور خانے لے رہے تھے وہ باہر بیٹھ گئے، حکیم احمد حسن اور قریشی صاحب بھی تشریف لائے اور باہر آئی بیٹھ گئے، سواسات بجے بیدار ہوئے۔ یہ تینوں حضرات آپ کے پاس بیٹھ گئے۔

مولانا علیہ الرحمۃ:- (مفتی زین العابدین سے مناطب ہو کر) "رات کیا ہوا تھا؟"

مفتی صاحب:- "حضرت چکر آگیا تھا!

مولانا:- (حکیم احمد حسن سے مناطب ہو کر) "میری بعض دیکھئے" انہوں نے نبض

دیکھی اور کہا "الحمد للہ، اب تو مجیک ہے!"

مولانا نے حکیم صاحب سے پوچھا "رات کیا ہوا تھا؟"

حکیم احمد حسن صاحب:- "دل کا دورہ پڑا تھا!"

مولانا نے مفتی صاحب کی طرف دیکھا تو مفتی صاحب آگے بڑھے۔

مفتی صاحب:- (مفتی صاحب نے حضرت کے ہاتھ میسرے تو دل ہی نہیں ہے پر اپنا منہ رکھا اور عرض کیا) "حضرت! ان حکیموں اور

ڈاکٹروں کو دل کے حال کا کیا پتہ؟ دل کا حال تو دل بنانے والا جانے یادیں والا جانے؟"

مولانا علیہ الرحمۃ:- راس پر سہنے اور فرمایا "مجیک ہے اور میرے تو دل ہی

نہیں، نکر کی بات تو یہ ہے کہ مرتے کے بعد کیا ہوگا؟"

قریشی صاحب:- "حضرت! ڈاکٹر صاحب کو بلا یا ہے وہ آگر تفصیلی معاذ کریں

گے تو معلوم ہو گا کہ رات کیا ہوا تھا!"

مولانا علیہ الرحمۃ: "آپ یہ اس لئے کہہ رہے ہوں گے کہ مجھے نکرنے لگ جائے جہاں اور سب دور سے پڑتے رہے، ایک دو رہ یہ بھی پڑ گیا۔ یہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ فکر کی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟"

ہر طرف جماعتیں بحیج و دو | اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے زفار سے پوچھا کہ کیا جماعتیں رخصت کر دی ہیں؟ آپ کو بتایا گیا "ہاں تمام جماعتیں رخصت کر دی گئی ہیں۔" مولانا علیہ الرحمۃ نے فرمایا "ہر طرف جماعتیں بحیج و دو! حضرت عمرؓ نے بھی فرمایا تھا۔

مولانا مفتی زین العابدین کے روز نامچہ کی عبارت یہ ہے :-

"اس وقت حضرت مرحوم ہشاش بشاش تھے۔ نہ پھر سے پہنچا ری کے آثار متھے اور نہ آواز میں نقابت تھی۔ میں نے عرض کیا حضرت چائے لائیں؟ فرمایا ہاں! چنانچہ چائے کی دو پیالیاں لیتے لیتے، داکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق، پھر تو چائے دانی سے پلاٹی گئیں۔ چائے کے بعد حضرت فرمانے لگے کیا پان کھلاؤ گے؟ میں نے عرض کیا اڑور کھلائیں گے۔ میں نے مولانا انعام الحسن صاحب سے پان مانگا انہوں نے فرمایا آج چھالیہ اور تھماں کو معمول سے کم دینا اور دونوں چیزیں کم دلیں۔ ناری محمد شید صاحب نے مجھ سے پان لیا کہ میں تو ڈتاڑ کے منہ میں رکھوں گا۔ جب یہ پان لے کر حاضر ہوئے تو فرمایا، دکھلاؤ اور فرمایا تمبا کو کم کرو۔ انہوں نے کم کیا پھر فرمایا اور کم کرو، تو اور کم کیا۔ اس کے بعد پان کھالیا اور غالباً خیال بھی ہے کہ یہ آخری پان تھا۔"

مولوی ایاس صاحب کا بیان بتوسط مفتی صاحب یوں پہنچا ہے کہ

اس کے بعد میں نے عرض کیا حضرت آلام فرمایا، چلتے بھر کی بنبدیں جمع ہیں کچھ تکلفی ہو جائے، اور ہم کھڑے ہو گئے۔ اس وقت قریبی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا آج جانا بھی سے تو میں نے عرض کیا، حضرت انشاء اللہ جمائیں گے اور اپنے گھر جانا

ہے، جب جی چاہے پہلے جائیں گے۔ اس پر قاری محمد شید صاحب سے پوچھا تیری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت جاتا ہے، مگر آج نہیں، تو قریباً دو نوں طرف والے پریشان ہوں گے (مراد سہارن پر اور دہلی تھی) قریبی صاحب نے عرض کی کہ حضرت فون سے اطلاع کر دیتے ہیں، فرمایا بہت اچھا اور ہم دونوں جگہ صحیح ہی تاریخ سے اطلاع دے سکتے تھے، اور احسان سے کہا، تیل لگادو، وہ تیل لگانے لگے، ہم باہر چلے گئے۔ سارے ہے آٹھ بجے ڈاکٹر اسلام کافون آیا کہ کرزل صاحب ایک گھنٹہ تک آسکیں گے، مگر وہ تقاضاً گیا رہ بجے آئے اور آکر تفصیلی معانہ کیا اور حضرت سے پوچھا، حضرت آپ کیا کھائیں گے؟ تو حضرت نے فرمایا جو آپ فرمائیں گے، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، جی بہت خوش ہوا۔ یہ ہمارا کام ہے اور مریض اگر ہماری رائے پر چلے تو ہمیں علاج میں سہولت ہوتی ہے، اچھا یہ ہے کہ پیشاب بھی بیٹے ہوئے کریں، ورنہ کوئی اٹھادے اور چار پانی پر پیشاب کیا جائے۔ کروٹ خود نہ ہیں، یہاں تک کہ اگر چادر اور پرسکانی ہو تو کوئی اور سر کا نہ، خود نہ ہیں اور غذا کم کھائیں، مگر بار بار کھائیں تاکہ غذائیت پوری ہو اور معده پر بوجھ نہ ہو، اب تو کچھ کھانا ہے وہ ان ساختیوں کو بناؤں گا۔

ڈاکٹر صاحب باہر آگئے، باہر آکر انہوں نے ہمیں کھانے نہ کھانے کی چیزیں بتا دیں، اسی وقت قریبی صاحب نے پوچھا کہ حضرت، پر جانے کا بھی تقاضا ہے کہ تک اندازہ ہے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پندرہ دن سے پہلے سفر میرے نزدیک مناسب نہیں ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مکان سے باہر آگئے، میں نے عرض کیا کیا اندازہ ہے مرض اور صحت کے متعلق، تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا حملہ اتنا شدید تھا کہ اس سے نجع جاتا میرے لکھے پڑھے میں نہیں ہے اور اس کی ریپری چی اتنی ہی عجیب ہے اور یہ پریزوں نی جلی تو انتشار اللہ پھر یہ دورہ کمی نہ ہو گا، مگر تین دن انتہائی اختیاط کے ہیں۔

ڈاکٹر صدیق روانہ ہو گئے، ہم اندر آگئے تو حضرت نے پوچھا کیا کہنے ہیں ہم نے عرض کیا الحمد للہ بہت مطمئن ہیں اور تو سب ہلکا سامنہ چاہئے زیادہ دودھ کی، کون سگتہ، کیلا، شور بہ، بخنی، سبزی وغیرہ کھانے کو بنالیا ہے، امّا گوشت چند دن می خہ ہے۔ اس پر فرمایا چاہئے پلا دو، قریشی صاحب نے تو سب ہلکا سامنہ لگا کر کھلایا چاہئے پلاں، اس کے بعد عرض کیا کہ حضرت آرام فرمائیں اور ہم اٹھ کر چلے گئے۔

زکوٰۃ ادا کر دیجئے اس مملکے کے ہونے کے محا بعد حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا العلام الحسن صاحب سے فرمایا "اما فی الاجار" (مولانا مرحوم کی تصنیف)، پر جو رقم لگی ہوئی ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر دیجئے۔ مولانا العلام الحسن نے کہا حضرت بہت اچھا، مرا خذہ ہی کہا حضرت میں آپ کے ساتھ رہا ہوں، معاف فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا "معاف کیا؟"

مرض کا آخری اور جان لیوا حملہ! آرام فرمانے لگے، نیند آگئی۔ ڈبی حریجے مفتی زین العابدین صاحب اندر تشریف لے گئے تو آپ آرام فرماء ہے تھے۔ مفتی صاحب ڈاکٹر کرنل ضیا اللہ صاحب کی رائے سننے کے بعد شدید تشویش محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خطبہ مجععہ سے پہلے احباب کو اس جانب متوجہ کیا کہ یہ علاج معاجمہ تو ظاہری تباہی ہیں، مومن کی حقیقی تدبیر تو زندگی سمجھتے۔ والے اور صحت عطا فرمائے والے رب سے دعا ہے، حضرت کی حالت تشویش سے خالی نہیں، خوب خوب دعائیں کی جائیں، بجو و سیلہ دعا منظور کرنے کا ہے وہ اختیار کیا جاتے۔ حضور سرور کوئین، صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ذرائع کو قبولیت دعا کے لئے موثر فرمایا ہے وہ سب اختیار کئے جائیں صفتات کئے جائیں، روزے رکھے جائیں، رو رکھ کر دعائیں کی جائیں۔

اس تلقین کے بعد مفتی صاحب نے خطبہ مجععہ شروع کیا، دوسرے خطبہ کے

آخر میں آواز آئی کہ مفتی صاحب اور قاضی (عبد القادر) صاحب کو حضرت بلارہے ہیں
قاضی صاحب تو اٹھ کر چلے گئے۔ مفتی صاحب نے خطبہ ختم کیا اور نماز پڑھائی۔ ابھی
دعا کے لئے ہاتھ انھائے ہی تھے کہ پھر آواز کہ مفتی صاحب جلدی آئیں۔ پینا سچ پر مفتی
صاحب فوراً بھاگے، کمرے میں پہنچے تو حالت خطرناک تھی۔

مفتی صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب حضرت کو ہسپتال لے جانے
پر مشورہ کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں حضرت نے ان حضرات کی جانب دیکھا اور
قدر سے بلند آواز سے کہا :-

”لَا إِلَهَ إِلَّهُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْجَحَ وَعْدَهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عِبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَهَدَى لِلنَّاسِ
قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ لِلنَّاسِ قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ لِلنَّاسِ قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ“۔

ہسپتال میں تو عورتیں ہوں گی [کریہ کیا ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، سانس
جھیک نہیں آرہی، اس پر مفتی صاحب نے مولانا انعام الحسن صاحب سے کہا کہ حضرت
اگر اس وقت آپ کو ہسپتال لے چلتے تو اچھا تھا۔ حضرت مرhom نے اس پر فرمایا کہ
وہاں تو عورتیں ہوں گی۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت! وہاں عورتیں بالکل نہیں
ہوں گی۔ ہمارے کمرے میں کوئی عورت نہیں آئے۔

حضرت مرhom اس پر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور منکرات و فواحش سے خفیقی
حضرت سے مجبور چذبے کے ساتھ فرمایا :-
”کیا اس کا انتظام ہو جائے گا؟“

مفتی صاحب نے کہا کہ حضرت اس کا انتظام انشار اللہ یعنی تو جائے گا۔

جب اللہ کے اس مخلص اور اطاعت شمار بندے کو یہ تقبیں ہو گیا کہ ان کا
کمرہ نرسوں سے پاک ہو گا اور وہ اس شدید مجبوری کے عالم میں حضن اللہ تعالیٰ کے
فضل سے اس مذکور سے محفوظ رہیں گے تو آپ ہسپتال نظریت لے جانے پر راضی ہو گئے
اور فرمایا کہ ننگی کی جگہ پاجامہ پہنا دو، چنانچہ پاجامہ پہنا دیا گیا۔

بمثیل نہام اس داعی الی اللہ کو کار پر لٹا کر ہسپتال پہنچانے کے
ہم تو چلے لئے لے چلے، مفتی صاحب ہسپتال میں انتظامات کی خاطر دوسروی
گاڑی میں روانہ ہو گئے، حضرت مرحوم کے ساتھ قربیشی صاحب، مولوی الیاس صاحب
اور چند دوسرے حضرات تھے۔

حضرت مرحوم پہلے توضیح دشام کی مسنون دعائیں اونچی آواز سے پڑھتے رہے،
پھر آواز دھیمی ہوتی اور آخر کار صرف ہونٹ بل رہے تھے، آواز سنائی ہمیں دے رہی تھی۔
اسی اشتار میں آپ نے دریافت فرمایا کہ "تمہارا ہسپتال کتنی دور ہے؟" قربیشی
صاحب نے بواب دیا "حضرت! تقریباً دو فرلانگ!"

اس پر آپ نے فرمایا "اچھا پھر ہم تو چلے۔" یہ آخری جملہ تھا، جو احباب نے
نہ اس کے بعد ہونٹ بتتے رہے اور محسوس ہو رہا تھا کہ آپ دعائیں پڑھ رہے ہیں۔
إِنَّا إِلَهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ!

بطل جلیل اللہ کے حضور مختزم زین العابدین اپنی ڈاٹری میں لکھتے ہیں۔
ہسپتال پسخنچے پر میں نے دیکھا منہ اور ناک سے ایک
مجاگ سی نیکلی ہوئی تھی۔ اور غور سے دیکھا تو ناک کے سانس سے جھاگ بل
رہی تھی۔ اس کے علاوہ چہرہ، آنکھ اور نبض پر آثار دفات ظاہر ہو چکے تھے
وَإِنَّا إِلَهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ!

وہیا بھر کو سفر کرنے والے نے آج جلتے چلتے جان، جان آفریں کے

سپرد کر دی۔ اس وقت تین بھنے میں دس منٹ باقی تھے، چار بجے نعش مبارک کو لے کر واپس بلال پارک آئے۔ دفن کے مغلق مشراہ ہوا، طے پایا کہ حضرت شیخ سے پوچھا جائے۔ سارے ہے چار بجے سہاران پور بات ہوئی، حابیری صاحب خود نے تھے۔ ان کے آدمی کو پیغام دیا کہ حضرت شیخ سے عرض کریں۔ حضرت جی کا وقت موعد آچکا، دفن کیا جائے؟ اور اس سے تاکید اکھا کہ ہم سارے ہے پانچ بجے پوچھیں گے۔ تم جواب لے کر فون پرہننا چنانچہ سارے ہے پانچ بجے جواب ملا کہ نظام الدین لا تا ہے، آپ کی سماں کا ہر مرحلہ اللہ نے آسان کیا اور ہم ایکجے چار ٹھہراز نظام الدین روانہ ہو یا اور زندگی بھر کے اس مسافرنے ایک سفر موت کے بعد بھی کر ڈالا، اور پوری دنیا کے انسان اس نعمتِ عظیٰ سے محروم ہو گئے۔ ہسپیت میں وفات کے وقت یہ دو بھائی بار بار میرے دہن و زبان پر آتے تھے:-

”موت العالم۔ موت العالم“ اور موت اعلیٰ عامت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولتی سے آمدہ اطلاعات کے مطابق، حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہ کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب منتۃ اللہ المسلمين بطول حیات نے پڑھا اور آپ کو بروز ہفتہ ۳۰ سر زبی القعدہ ۱۴۸۲ھ / ۳۰ اپریل ۱۹۶۵ء، سارے ہے نوبجے صبح، آپ کے جلیل القدر والد حضرت مولانا محمد ایاس صاحب کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

بِرَدِ اللَّهِ مُضْجِعٌهُ وَنُورٌ صَّدَّاقَةُ اللَّهِمَّ لَا تُخْرِمَنَا جُرْهَةً لَا تُغْشِنَا بَعْدَهُ

ایک ایسے داعی کا انتقال، جس کا پوری دنیا میں ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔
 ایک ایسے خبادہ کا انتقال ہے جس نے ۴۰ سال میں سینکڑوں سال کا کام انجام دیا۔
 ایک ایسے مبلغ کا انتقال ہے جس کی بہت مردانہ سے دنیا کے دور راز گوشوں
 میں دینی وعوت و اصلاح کا پیغام بہیج گیا۔

ایک ایسے عالم کا انتقال ہے جس کی زندگی سرتاپا عمل تھی۔

ایک ایسے روحانی پیشوں کا انتقال ہے جو ہر دم میدان میں سرگرم کار رہا۔

ایک ایسے بندہ کا انتقال ہے جس نے اس چودھویں صدی میں قرن اول
 کے اسلام کا نونہ پیش کیا۔

ایک ایسے امتی کا انتقال ہے، جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنت محمدی کی
 زندہ جگلکیاں دکھائیں۔

ایک ایسے انسان کا انتقال ہے، جس کی قوت کارکردگی کے سامنے سینکڑوں
 افراد کی اجتماعی کارکردگی بہیج تھی۔

ایک ایسے صاحبِ دل کا انتقال ہے، جس کا دل سوز و تپش کی بھٹی تھا۔

اور

ایک ایسے معلم کا انتقال ہے، جس نے لاکھوں انسانوں کو معلم دین سکھا دیا۔
 آج حضرت جی کے غم میں ایک پورا عالم سوگوار ہے۔
 آسمان ان کی لحد پر شبیم افشاری کرے۔

تیرے پغیر

— صادق لبتوئے امر دبها : —



حاصل تبلیغ دیں حتیٰ تری سعی متصل
اب جہاں کو راہ حق پر یکھن کر لاتے گا کون

جب کبھی دیدار کو ترسیں گے دیلانے تیرے
بن کے شیخ الجن دہلی سے اب آئیگا کون

تو نے لکارا تھا دنیا کو پتے حق آگئی
اب بخلافِ رُنگِ مسلم کو گرمائے کا کون

اپنی بڑھاں پر جو روتا رہا آٹھوں بپسہ
اس شکستہ دل کا آنسو پونچنے آتے گا کون

بہ حق اب کون ہو گا آہ سرگرم سند
لے کے پیغام عمل دنیا میں پھر جا آئیگا کون

کون نکلے گا حند اگی راہ میں دلیا نہ دار
دیں کی خاطر ٹھوکریں دُر دُر کی اب کھائیگا کون

آسمانِ زهد و تقوی پیکرِ حسن دل یقین
اب ہمیں رازِ توکل آہ سمجھائے گا کون

آہ اے عشقِ خداوندی کے بجھے بیکران
روز و شب باچشم نم مولا کے لئے گائیگا کون

مرفت دخشم بن گیا سارا جہاں تیرے بیزیر
مرکن تبلیغ یہیں اب نور بر سائیگا کون



لقتاریم

قاریبین کرام! آئندہ صفحات میں حضرت مولانا کی تقریبیں پڑھیں گے اور اصل اور صحیح تاثر ان لوگوں کو ہم تھا خود مولانا کی تقاریر ان کی زبانی سنتے تھے کہ ان کے لب والجھ میں سوز در دن اور قلبی کیفیات شامل ہوتی تھیں تاہم دل سے جربات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ان تقریبیوں سے حضرت مولانا کے احساسات اور درد و فتن کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہم نے ان کی چند آخری اہم تقریبیوں کو لیجا کر دیا ہے

اللہ بہت بڑا ہے

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف نوراللہ مرقدہ نے بہ تقریر دل پذیر
اپنی دفاتر سے ایک ہفتہ قبل گوجرانوالہ میں نماز جمعہ سے قبل فرمائی تھی۔ گویا یہ
آپ کی زندگی کا آخری جمعہ تھا۔ جس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ اس نے اسکے
چھوٹو گراں کا ہمارہ بلاں پارک میں آپ کا دعا صال بوجیا۔ اور آپ ہم سب کو سوگوار
چھوٹو گراں کے خالی حقیقی سے جاتے۔

إِنَّا بِهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَأَبْجُورُونَ وَ

فَخَدُّلَا وَلَصَكِلَّا عَلَى رَسْوَلِهِ الْكَرِيمِ صَدِّرَهُ

میرے بھائیو اور دوستوں انسان کو حتی تعالیٰ شانہ نے محفوظے دنوں کے لئے اس دنیا
میں بھیجا ہے اور محنت کی دولت دے کر بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اپنی محنت کو
اپنے اور پر خرچ کر کے قیمتی بنالے۔ اگر اس نے اپنی محنت کو اپنے اور پر خرچ کر کے اپنے
کو قیمتی بنالیا تو ہم تعالیٰ شانہ، دنیا میں بھی رحمتوں کی بارش بر سایں گے۔ اور جب یہ مر جائے
گا تو اس کی قیمت کے اعتبار سے جتنا اس نے اپنے قیمتی بننے میں محنت کی ہو گی اور جتنا اپنی
ذات کو قیمتی بنالیا ہو گا۔ اس کے اعتبار سے اسے جنت کے درجے عطا فرمائیں گے۔ ساتوں
زیلوں آسمان سے دس گنے سے زیادہ سے لے کر لاکھوں اور کروڑوں گناہک ایک انسان
کو ملے گا۔ اس کی اپنی قیمت کے اعتبار سے اس کے اندر کیا قیمت ہے۔ ۱۰۔ میرے ہر یہ دوسرے
یہ جو انسان کی محنت ہے۔ یہ دُور نہی ہے۔ اس محنت سے دُور نہ پہنچتا ہے، باہر ہیز دریں
کی شکلیں نہیں ہیں۔ النازوں کی محنت سے، سڑکوں کی شکل، موڑوں کی شکل، سڑاریوں کی شکل

غذاوں کی شکل، حلاؤں کی شکل، کھانے پینے کی چیزوں کی شکل، سواریوں کی مکان کی شکل تو چیزوں کی شکلیں تو بنتی ہیں انسان کے باہر اور یقین کی شکلیں بنتی ہیں انسان کے اندر نیت کی شکلیں بنتی ہیں انسان کے اندر علم اور جہل کی شکلیں بنتی ہیں انسان کے اندر غلط اور ذکر بنتا ہے انسان کے اندر اخلاق اور بد اخلاقی کا نور اور ظلمت بنتا ہے انسان کے اندر تو انسان کی محنت ہے جس طرح باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں اس طرح اندر میں ایمان کی، یقین کی اخلاق کی، محبت کی، عداوت کی شکلیں اندر میں بنتی ہیں محنت کرنے کرتے کسی سے محبت کرنے والا بنتا ہے کسی سے عداوت کرنے والا بنتا ہے محنت کرنے کرتے کسی پر اعتماد کرنے والا بنتا ہے کسی پر اعتماد نہ کرنے والا بنتا ہے تو محنت سے چیزوں کی شکلیں تو بنیں گی باہر اور یقین کی، نیت کی علم، وصیان کی، محبت کی، عداوت کی، اعتماد کی بھروسے کی یہ شکلیں انسان کے اندر بنیں گی جو باہر بن رہی ہیں شکلیں چاہے وہ وزیروں کے ہاتھ میں ہوں شکلیں چاہے وہ صدروں کے ہاتھ میں ہوں شکلیں چاہے وہ گورنمنٹوں کے ہاتھ میں ہوں، چاہے وہ ان سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں، چاہے وہ مردروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں شکلوں کو انسان ہر جگہ منتقل نہیں کرتا اور ان چیزوں کی شکلیں انسان کے ساتھ ہر جگہ منتقل نہیں ہوتیں آپ لاہور جائیں گے تو آپ نے میں تین چالیس، پچاس سال کی محنت سے ختنی دکان کی شکل بناتی ہے اور کوئی کی شکل بناتی ہے یا باعثے کی شکل بناتی ہے یا عیش کی شکلیں بناتی ہیں وہ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جائیں گی، کراچی نہیں جائیں گی، ملتان نہیں جائیں گی جو باہر کا بنا ہوا ہے وہ پہیں چھوڑ کے جاؤ گے کچھ پیسے لے جاؤ گے کچھ نقدی لے جاؤ گے کچھ لے جاؤ گے اکثر باہر کا بنا ہوا چھوڑ جاؤ گے مٹرکیں ہیں چھوڑ جاؤ گے پہل پہیں چھوڑ جاؤ گے اور جب اس ملک سے درستے ہوں میں جاؤ گے تو نقدی بھی چھوڑ کے جانی پڑتے گی، ساری نقدی بھی سانحہ نہیں لے جا سکتے جتنا پیسہ پنا ہوا

ہے، سب پسیں چھوڑ جاؤ گے۔ جتنا حکومت تمہیں اجازت دے گی، اتنا لے جاسکو گے، دوسرا ملک میں سارا بنا ہوا اس کی شکل میں ہنیں لے جاسکو گے اور پھر اس دنیا سے جب آپ آخرت کی طرف بایں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے وہ سو فیصد یہاں چھوڑ کے جانا پڑے گے ابدن کے کپڑے تک چھوڑ کے جانے پڑیں گے، یہ عینک تک چھوڑ کے جانی پڑی گی۔ جس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں ہوتا، گھر یا ان چھوڑ کے جانی پڑیں گی، یہ جو تے چھوڑ کے جانے پڑیں گے، تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے تو یہ دنیا میں کسی نے کہیں ساختہ چھوڑا، کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا آخری چیزیں جو ساختہ چھوڑیں گی وہ اس وقت چھوڑیں گی۔ جب یہ روح جسم سے نکل کر خدا کی طرف پلے گی۔ اس وقت ہر کچھ نہایہ دنیا کا باہر کا بنا ہوا۔ وہ سارا یہیں کامیں رہ جائے گا۔

لیکن میرے عزیز دوستو! جو انسان کے اندر بنتا ہے اسے چوبیں گھٹنے جہاں جاتا ہے۔ اپنے ساختہ لے کے جاتا ہے۔ پاخاون میں جاؤ گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ساختہ لے کے جاؤ گے۔ دستِ خوان پر بیٹھو گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساختہ لے کے بیٹھو گے۔ چارپائی پر سونے کے لئے جاؤ گے۔ چارپائی پر بیٹھو گے تو اندر کا جو کچھ بنا ہوا ہے ساختہ لے کے بیٹھو گے۔ اگر لا بور جاؤ گے اندر کا بنا ہوا سارا لے کے جاؤ گے، کراچی جاؤ گے سارا لے کے جاؤ گے۔ دنیا کے کسی ملک میں جاؤ گے، اندر کا سارا لے کے جاؤ گے جو بیکن اندر میں بنا ہوا ساختہ جائے گا اور جو محبت اندر میں بنی ہوئی ساختہ جائے گی جو عادات اندر میں بنی ہوئی ساختہ جائے گی جو علم اندر میں بنا ہوا ساختہ جائے گا۔ جو دھیان اندر میں بنا ہوا ساختہ جائے گا، جو اعتماد اور بحث اندر میں بنا ہوا جائے گا۔ تو اندر کا بنا ہوا ہر وقت ساختہ چلتا ہے اور باہر کا بنا ہوا ہر وقت ساختہ ہنیں چلتا ہے۔ یہاں تک کہ جب دنیا سے آخرت کی طرف انسان منتقل ہو گا تو اندر کے بنے ہوئے کو سو فیصد ساختہ لے جائے گا۔ اب اگر وہ بنایو جو قیمت ہے تو یہ جہاں جاتا ہے۔ کامیاب برتا ہے اور اگر اندر میں وہ بنایو جو بے قیمت ہے۔ تو جہاں جاتا ہے ناکام ہوتا ہے، وہ خلوٰۃ

بنا جس میں ملوٹ ملتی ہے وہ یقین بنا جس میں بلندی ملتی ہے، وہ محنت بنا جس پر پر انعامات ملتے ہیں، وہ اعتماد بنا جس پر مدد کے درد از سے کھلتے ہیں، وہ علم بنا جس علم پر خدا پہنکاتا ہے، وہ دصیان بنا جس دصیان پر خدا کا میاب کرتا ہے تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے کے لئے خدا نے دنیا میں بھیجا۔ اور جس کے بننے کے لئے خدا نے محنت کی دلست علاذ فرمائی تو محنت کر کے اندر میں اگر وہ بن گیا تو دنیا کے جس علاقے میں چاہے پہر سے جس ملک میں جائے اور جس سڑک پر چاہے نکل جائے اور جس سواری پر چاہے سوار بر جائے چاہے گدھے پر سوار ہو کے نکلے، چاہے موڑ پر سوار ہو کے نکلے چاہے پیدل نکلے، چاہے سواری میں نکلے، چاہے بھوپڑوں پر لیٹے، چاہے کوٹھوں میں لیٹے، چاہے چٹپٹی روٹی کھاتا ہوا نکلے، لاکھوں کے کھانے کھاتا ہوا نکلے، اندر کا بنا ہوا اگر وہ ہے جس پر خدا کا میاب کیا کرتے ہیں اور جو قیمتی ہے تو پھر جس لائن کو نکلو گے جس شکل سے گرد و گے کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر خدا نخواستہ وہ بن گیا، جو بے قیمت ہے وہ یقین بنا جس پر خدا پکڑ کرتے ہیں وہ محبت بنا جس پر خدا مصیبتوں ڈالتے ہیں اور وہ اعتماد بنا جس یہ خدا نہیں بلکہ اڑتے ہیں۔ اور وہ علم بنا جس کو خدا بھل قرار دیتے ہیں وہ دصیان بنا، جس کو اللہ غلط کہتے ہیں۔ تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے پر خدا ناکام کیا کرتے ہیں تو دنیا میں انسان بھاگ کو بھی نکلے گا۔ چاہے سواریوں پر نکلے، چاہے کاروں میں، چاہے ہوائی بھازوں میں، ذیلیں ہو گا، خوفزدہ ہو گا، غیر مطمئن ہو گا، پریشان حال ہو گا۔ دنیا میں چاہے جس شکلوں میں کوئی نکلے، کامیابی نصیب نہیں ہو گی۔ شکلیں بنی ہوئی مل جل گی۔ لیکن عزت نہیں ملے گی اور جب مرے گا تو اندر کا بنا خدا ہر ایک کو دکھائیں گے، کہ تیر سے میں کیا بنا، دھستیں ماف الصد و ریط اندر کا بنا ہوا دکھائیں گے۔ صاحبزادے! یہ یقین بنا کے لائے ہو۔ یہ تو دوزخ والی یقین ہے، جنت میں نہیں نے جانا یہ، یہ محبت تو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ یہ ذمیں کی محبت ہے۔ یہ تو دوزخ

میں لے جاتی ہے۔ یہ ہنیں لے جاتی جنت میں کہاں ہے وہ اللہ کی محبت وہ کون سے کو نے میں رکھی ہے۔ لا اُ لا کر دکھاؤ۔ لا اُ وہ رسول اللہ کی محبت نکال کر دکھاؤ وہ محبت جس پر آدمی دل و مال ماں باپ اولاد تک قربان کر دے۔ کہاں ہے وہ محبت؟ یہ دل میں رکھاؤ کہ محبت کی جگہ دل بے۔ زبان محبت کی جگہ ہنیں۔ زبان محبت کی جگہ ہے ہی ہنیں۔ یہ جو زبان پر ہے۔ اس کو رسول اللہ کی محبت کا انہمار کہتے ہیں۔ اور انہمار کی جگہ زبان ہے۔ محبت کی جگہ زبان ہنیں انہمار کی جگہ زبان ہے۔ ایمان کی جگہ زبان ہنیں ہے زبان انہمار کی جگہ ہے۔ ایمان کو ظاہر کرتی ہے، یہ زبان ایمان کی جگہ ہنیں ہے۔ ایمان کی جگہ تو دل ہے۔ محبت کی جگہ تو دل ہے۔ اعتماد کی جگہ تو دل ہے۔ زبان خائن مردی ہے اور ایسی منافق ہے یہ زبان کر جو دل میں ہوا سے بھی بول پڑے اور اس کے خلاف بھی بول پڑے کوئی آدمی آیا، اب آپ کو بہت غصہ آیا، کلبے موقع آگیا۔ روٹی کھا کے سوتے ہیں تو بیکم کر بلکہ ہے۔ اس وقت اور بے موقع آگے بیٹھ گیا اور خوب طبیعت میں ناگواری ہے۔ اور زبان سے کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کے آنے سے بڑی مسرت ہوتی۔ تو زبان نے وہ ہنیں بولا جو دل میں ہے اس کے خلاف بولا۔ تو زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں ہنیں ہے۔ انسان زبان سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ مل کر قیامت میں زبان سے وہی نکلے گا جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے۔ جو دل میں ہنیں ہو گا وہ زبان پر ہنیں ایگا اسی واسطے لکھا ہے علمائے محققین اور مفسرین حفظات نے کہ یہاں دنیا میں کوئی کتنا ہی قرآن حفظ کر لے اور سارا پڑھ لے اور ایسا یاد ہو کر بے بھجکے، بے اٹکے سارا قرآن پڑھ جادے۔ لیکن مل کر قیامت میں جب قرآن پڑھنے کا وقت آئے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجہ پر چڑھا، پڑھنا چلا جا بڑھنا چلا جا، تو اس طرح فرمایا کہ جتنا قرآن پر عمل ہو گا زبان پر اتنا ہی آئے گا عمل میں ہنیں ہو گا تو قرآن پڑھا ہنیں جائے گا۔ دنیا والی بات ہنیں ہے۔ عمل کچھ اور قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دل میں کچھ اور زبان پر بول رہے ہیں۔ دہاں تو جو

عمل ہو گا۔ وہ زبان بولے گی، جو لفظین ہو گا وہ زبان بولے گی۔

اس لئے میرے عویز دا در دوستو! اللہ رب العزت نے محنت کی دولت عطا فرمائی اور مسجد کے اندر آواز لگاؤانی کر دیکھو اپنے اپنے لفظوں سے نکل کر آذوقت تمہارے پاس موجہ دہے، آنکھ کھل جائے گی تو وقت جاتا رہے گا۔ محنت کرنے کا سوتے، اگر محنت کر لی تو تم اندر کی بنیادوں کو ٹھیک کر لو گے۔ اب اگر تم نے وقت پر محنت خرچ کی تو موت کے وقت یہ حرکت ختم ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گی۔ قرآن میں ہے وہ یوں کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا۔ ذبیحۃ الصورتاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہْ وَسَلَّمَ

نَذِیجَتُنَّا لَعْنَتَ صَالِحًا اِنَّا مُنْتَهِیَتُنَّا هُنَّ رَجُلُوْنَ «اسے رب دیکھ سن لیا (سب ہماری سمجھ میں آگی)۔ اب آپ دنیا میں واپس بصحیحی، ہم اچھے عمل کر کے آئیں گے»

تو گویا آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔ عمل کی جگہ نہیں ہے آخرت جیسے یہ ماں کا پیٹ یہ کمانی کی جگہ نہیں، کمانی کی جگہ دنیا ہے۔ ماں کا پیٹ ہے ہی نہیں کمانے، کھانے کی، حلود کی جگہ اور گلاب بجا من کی جگہ اور چائے پینیے کی جگہ وہ ہے ہی نہیں۔ تو عمل پر محنت کا میدان یہ دنیا ہے اب اگر آدمی مر جائے گا تو آخرت میں عمل کا میدان نہیں رہے گا، محنت کا میدان ختم ہو جائے گا۔ آج جیسے نہیں گے دیسا و رجہ قائم ہو جانے کا، خراب بن گئے تو دزخ، اچھے بن گئے تو جنت۔ جس شکل کے اچھے بنے اس شکل کی جنت ملے گی۔ اب اس کے لئے مسجدیں بنیں اور آواز لگاؤانی لگئی کر دیکھو یہ چیزیں تم نے اپنے میں پیدا کرنی ہیں۔ اگر تم اپنے کو قیمتی بنانا چاہتے ہو اگر کامیاب بنانا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے اندر یہ چیزیں اتنا فنی ہیں۔ دل میں اتنا دو زبان سے جو بلو بلو۔ اس کے خلاف مست کرو۔ اپنی اپنی زبانوں سے دھوکے مت کھاؤ۔ تمہارے دل میں ان چیزوں کو دیکھا جائے گا کہ تم میں یہ ہیں یا نہیں۔ سب سے پہلی بات! اللہ اکبر! اذ میں، آسمان ہوا پانی، اُگ، پھاڑ جتنی چھوٹی بڑی شیکلیں ہیں۔ ان سب سے اللہ مہبت بڑے نہیں۔ وہ

ہوا جس کو خدا اگر مشرق سے مغرب تک ایک دن کے لئے تیز چلا دیں، یا آدمیہے دن کے لئے تو موسیٰ و علی کے ہاتھوں جتنی ایجادات ہیں اور ان کے تینچھے چلنے والے جتنی شکلیں لئے بیٹھیے ہیں۔ وہ روئے زمین سے آدمیہے دن میں صاف ہو جائیں اگر عاد جیسی ہوا چلا دیں سب فنا ہو جائیں۔ اللہ اس ہوا سے بہت بڑا ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی شکلیں تو برا کے سامنے کچھ نہیں اور ہوا اللہ کے سامنے کچھ نہیں۔ یہ آگ اگر مشرق سے مغرب تک لگادی جائے۔ جتنی اس میں شکلیں بنی ہوئی میں ایک دن کی تاب نہ لاسکیں اور یہ ساری راکھ ہو جائیں جل کر اور ساری خاک ہو جائیں۔ اگر مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں آگ لگادے خدا، تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا اس آگ کے سامنے کچھ نہیں۔ جو خدا کی کائنات کے خزانوں میں آگ ہے۔ یہ ساری آگ اس آگ کے سامنے کچھ نہیں اللہ بہت بڑا ہے۔ یہ پوری زمین اگر اسے بلا دیا جائے۔ اور جانزوں کی طرح جس طرح جانزوں کو فرم کرنے کے لئے برتن کو ہلاتے ہیں۔ اگر خدا چند منٹوں کے لئے اسے بلا دیں تو تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ بنا ہوا ہے، وہ سارا زمین کے اندر مل کر ختم ہو جائے گا، یہ زمین اور تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر بنا ہوا ہے۔ اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں، اللہ بہت بڑا ہے۔ اگر یہ سارا کائناتی خزانوں میں جس قدر پائی ہے۔ اس کو پوری دنیا میں بھر دیا جائے طوفان نوح کی طرح تو یہ النازیں کے ہاتھوں کا جس قدر بنا ہوا ہے ایک دن کی تاب نہیں لاسکتا، سارا ٹوٹ کے ختم ہو جائے گا۔ تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا پانی کے سامنے کچھ نہیں اور پانی خدا کے سامنے کچھ نہیں اللہ اکبر۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑے ہیں، اللہ کی ٹہرانی کی تحقیق کرو، قرآن سے اللہ کی ٹہرانی کی تحقیق کرو، حدیثوں سے اللہ جیسے بڑے ہیں۔ ولیسی بڑائی دل میں آتا و تھیں ایسا پیدا کرو۔ ختنے وہ بڑے ہیں۔ جیسا وہ پیدا کرنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ دینے میں بڑے ہیں، جیسا وہ پالنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ حفاظت کرنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ پکڑنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ ذیل کرنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ بڑے ہیں

ان کی بڑائی کو تم خالی اللہ اکبر کہہ کر نہیں جاؤ گے۔ تم ان کی بڑائی کا قرآن سنو، بلیکر ان کی بڑائی کی حدیثیں سنو بلیکر۔ دو کی بڑائی دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ خداوند قدوس اپنی بڑائی کو اس وقت نہ کہاں نہیں گے۔ جب تک کہ ان کے دل سے بڑائی نکل کر باہر تھیں آجائی۔ خدائی کی بڑائی بول بول کر سن سن کر اپنے دلوں میں آتا رلو۔ اور ملک دھال اور زمین و آسمان اور راکٹ دائمیات اور دنیا بھر کے کارخانے اور طیں، اور دنیا بھر کا سونا اور چاندی اور دنیا بھر کا لوتا اور پتیں ان سب کی بڑائی دل سے نکال دو مرنے سے پہلے پہلے، اور مرنے سے پہلے پہلے دل میں خدا کی بڑائی آتا رلو۔ اگر غیر دنی کی بڑائی کو لے کر مر سے تو رو سیاہ اٹھو گے اور وہ پٹائی ہو گی کہ الامان الحفیظ۔ ان کی بڑائی کو دل میں یوں جما کر جتنا کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ معبدو ہے، اللہ مقصود ہے، اللہ مطلوب ہے، اللہ عزت دینے والے ہیں، اللہ غیر دنی کے بغیر جو جی میں آکے اپنی قدرت سے کر دیں اور غیر وہی خدا کے بغیر کچھ نہیں بروگا بلیز دن سے نہ ہونے کو دل میں آتا رلو۔ زمین سے آسمان، مشرق تا مغرب اپنی محنت کا یقین نکال کر کہ ہماری محنت سے کچھ نہیں بروگا، خدا کے بغیر خدا سے تمہاری محنت کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ دنیا کی چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا خدا کے بغیر۔ اور خدا سے دنیا کی چیزوں کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کو کسی اور کی ضرورت نہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور جتنی اس میں شکیں ہیں نہیں بنا کھی میں۔ وہ ساری شکیں خدا کی محنت ہیں اس یقین کو دل میں بٹھالو۔

اب ان دو اعتبار سے سارے انسان اندھے، جتنے انسان دنیا میں ہیں۔ خواہ وہ حاکم ہوں یا ملکوم، مالدار ہوں یا غربب ہوں۔ مولانا صاحب ہر چیزیں ہوں، ان دو باتوں کے اعتبار سے اندھے ہیں، ایک انہیں خدا کی ذات ان کی بڑائی اپنے آپ نظر نہیں آتی۔ ایک انہیں غیر سے نہ ہونا اور خدا سے ہونا دکھائی نہیں دیتا۔ انسان خدا کی ذات کے

اعنبار سے اندھے ہیں۔ بڑائی کے اعنبار سے بھی انهاد اور خدا کی ذات کے ہونے کو دیکھنے کے اعتبار سے بھی انهاد اور بینا ہے، از ملبوں کو دیکھنے کے اعتبار سے، پھاڑوں کے اعنباً نہیں۔ بینیل کے اعتبار سے یہ بینا ہے تو مخلوقات کے اعتبار سے یہ نابینا ہے خالق کے اعتبار سے۔ ذات باری تعالیٰ کے اعنبار سے نابینا ہے یہ۔

اب اگر اللہ کی بڑائی ول میں آثار فی ہے اور اللہ سے اپنی زندگیوں کو بہذا نہیں تو بین جب اللہ دکھانی نہیں دیتے تو اللہ کے اعتبار سے ہم استعمال خود کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو چیز دکھانی دیتی ہے، اس کے اعتبار سے ہم استعمال خود ہو جائیں گے جو دکھانی دے گا وہ اپنے لئے طریقہ استعمال خود تجویز کرے گا، جو چیز دکھانی دے گی۔ وہ طریقہ استعمال خود تجویز کر لے گی۔ خود مالی دکھانی دے رہا ہے۔ طریقہ استعمال آپ تجویز کر لیں گے۔ لیکن وہ خدا جو سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ سب اچھوٹے ہیں۔ اسی سے سب کچھ پڑتا ہے۔ اس کے غیر سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اب وہ آپ کو دکھانی نہیں دے رہا۔ تو صاحب تباہی ہے! آپ اس کے اعتبار سے اس کی غلطت کے اعتبار سے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے اعتبار سے آپ کیا طریقہ استعمال تجویز کرتے ہیں۔

اب کیا کرنا ہو گا؟ اندھے کے پلنے کی ترکیب یہ ہے کہ بینا کی آواز پر حرکت کرنے والا بن جائے۔ یہ ہے اندھے کی کامیابی کا ناز۔ اگر انہوں نے اندھے پن سے چل دے یا موثر سے مکر کھا کر مرمے گا یا کچھ سے سر پھوٹے گا، یا سانپ کو ہاتھ لگا دے گا، وہ کاٹے گا، یا مہو کا مرے گا، یا پیاسا مارے گا۔ یا نریاق کی جگہ زہر کھا جائے گا مر جائے گا۔ ٹوٹنے پھر سے گا چیزیں کھانے کو ہیں۔ لیکن اوہ را درہ سے گزر جاتے گا۔ ہاتھ لگا کر تو نابینا اپنی زندگی کے منزوں کا حل اپنی حالتون کا حل نابینا اپنے اندھے پن سے بینیں کر سکتا، اسے بینا کی ضرورت بے تو آواز لگائی جا رہی ہے کہ ساری دنیا کے انسان نابینا ہیں اور دہ جو بینا ہیں وہ تمہاری اللہ علیہ دسم میں۔ خدا نے اپنیں آسمانوں پر بلا یا۔ خدا نے اپنی ذات کو اپنیں دکھایا۔ خدا نے اپنی جنت

دوزخ انہیں دکھائی۔ خدا نے اپھے بر سے عملوں کا نفع نقصان انہیں دکھایا۔ خدا نے سو و پر زندگی کس طرح بگڑتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے دکھایا..... بل کو بھجو کا مارنے سے اور اسے بازدھ کر رکھنے سے زندگی کس طرح بگڑتی ہے۔ آنکھ سے دکھایا تو اللہ رب العزت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنیا بنایا ہے۔ خدا کی ذات کو دیکھا خدا کی جنت دوزخ کو دیکھا۔ خدا کے بنائے ہوئے اپھے بر سے نقشوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ان دجوہات کے اعتبار سے سارے انسان اندھے ہیں۔ اب یہ آواز لگائی جاتی ہے۔ کہ اگر زندگی بنانی ہے، کامیاب اور اندر بنیادیں کامیابی کی بنائی ہیں تو دو تین چیزیں محنت کر کے بناؤ خدا کی بڑائی کو دل میں آتا رہ۔ خدا سے ہوتا غیر سے نہ ہونا دل میں آتا رہ۔ غیر کا چھوٹا ہونا اور خدا کا بڑا ہونا دل میں آتا رہ۔ اور سب کا اندھا ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیا ہونا دل میں آتا رہ اور اس کے بعد سب مشق کرو اس بات کی کہ بنیا کی آواز پر استعمال ہونا آجادے۔ پہلے طریقہ استعمال سیکھو۔ تجارت بعد میں کیجو۔ پہلے بنیا کی آواز پر تجارت میں استعمال ہونا سیکھو۔ گھر کی زندگی بعد میں بنایو پہلے بنیا کی آواز پر گھر کی زندگی میں استعمال ہونا سیکھو۔ پہلے خوش بعد میں کیجو، مکان بعد میں بنایو، سارے کام بعد میں کیجو، پہلے تو بنیا کی آواز پر حرکت کرنا سیکھو، ان کی آواز پر کھڑا ہونا، ان کی آواز پر بیٹھنا۔ ان کی آواز پر بولنا، ان کی آواز پر سننا، ان کی آواز پر دیکھنا، جس طرح وہ کہے اس طرح جھک جاؤ جو بولنے کو کہے بولو، جہاں دیکھنے کو کہے دیکھو۔ کھڑے ہونے میں جہاں دیکھنے کو کہا دہاں دیکھو۔ بیٹھنے میں جہاں دیکھنے کو کہا، وہاں دیکھو، یہاں تک کہ یہ دل میں قیین پیدا کرو کر میں تو اندھا ہوں۔ مجھے تو اپنی کامیابی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بنیا بنایا ہے۔ وہ جس طرح کہ گئے اس طرح اٹھنے بیٹھنے اس طرح چلنے پھرنے میں اس طرح دیکھنے سننے میں اٹھ جائیں دینے میں اس طرح پکڑنے پھوٹنے میں میری کامیابی ہے اور یہ جو ملک دمال میں مجھے کامیابیاں دکھائی دے رہی ہیں یہ میرا اندھا ہوں ہے۔ مجھے

غلط دکھائی دے رہا ہے۔ ایک آدمی کمزور نگاہ کا باہر سے آ رہا، وہ یوں کہے، میاں یہ
مسجد ہل رہی ہے کیا؟ دوسرا سے کہیں یہ مسجد نہیں ہل رہی۔ آپ ہل رہے ہیں، کیوں بھی
یہ ایک کے دو یکسے نظر آ رہے ہیں، ایک بینار کے دو بینار کیسے ہو گئے آئیں؟ لوگ کہیں دو مزلا
بینار نہیں بنوایا۔ آپ کی آنکھ میں خرابی ہے، آپ میں اندھا پن آگیا۔ اب یہ مسجد اس
لئے بنی کہ اس کے حساب میں وقت نکالا جادے۔ خالی اللہ اکبر چاہے تم ساری عالم کو، اللہ
کی بڑائی دل میں تب بیٹھیے گی، جب اس کا قرآن سنو گے۔ سب سے پہلا قرآن اللہ اکبر
کا آیا ہے، سب سے پہلا قرآن اشہد ان لا الا الا اللہ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن محمد رسول اللہ
کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن ان باقتوں کا قرآن پہلے آیا ہے۔ پہلے محنت کر کر کے قرآن سن
سن کر حدیثیں سن کر اللہ کی بڑائی کو جان جاؤ۔ ایک بڑائی دل ہے، جس کو جانتے ہو، سب
سے بڑا بیٹھا، سب سے بڑا پتھر، سب سے بڑی کوٹھی، اس قسم کے اگر بہت بولے جائیں دنیا
میں اور اکبر کو دیکھ کے بول رہے ہو۔ دیکھ جان کے سمجھ کے بول رہے ہو۔ اور ایک اکبر کو
دیکھے بغیر جانتے بغیر سمجھے بول رہے ہو۔ جیسے بہت بڑا ڈاکٹر جس طرح کہے اس طرح کرو بہت
بڑا ڈاکٹر اس نے کہا کہ دیکھو فلاں چیز ملت کھائیو۔ فلاں ملت کھائیو۔ فلاں ملت کھائیو، اور یہ
کھائیو۔ یہ کھائیو، یہ کھائیو وہ ملت پھیلو، یہ پھیلو اب سب کیونکہ بہت بڑے ڈاکٹر صاحب
میں، انہوں نے یہ پرمیز نہلا یا ہے۔ اس کہنے پر چل رہے ہیں اور اللہ کو بھی بہت بڑا کہہ رہا
ہے۔ رات دن انہوں نے کہا کہ سو و ملت کھائیو نہیں تو مصیبت میں آ جاؤ گے، جھوٹ بول
کے ملت کھائیو، رشوٹ سے ملت کھائیو۔ کسی کا حق وبا کے ملت کھائیو۔ وہ بھی اس کو بھی
کہتے ہیں۔ اکبر اور وہ بھی کہتا ہے کہ یہ کھالو گے تو نقسان ہو گا۔ یہ کھالو گے تو نامہ ہو گا۔ لیکن
عجال ہے کہ اس کے منع کئے ہوئے کوچھوڑ دیں اور اس کے بتلاعے ہوئے کو پکڑ لیں، پے کوئی
دنیا میں۔ آج ہے کوئی مسلمان ایسا کرنے والا۔ بہت بڑا ڈاکٹر جانتا ہے۔ بہت بڑا وزیر
جانستا ہے، بہت بڑا سُفْدَان جانتا ہے۔ بہت بڑی بندوق جانتا ہے۔ یہ ہر ایک کی جنگ

کی بہت بڑے کو جانتا ہے۔ لیکن خدا کو بہت بڑا کہتا ہے۔ اس کو یقیناً جانتا ہی نہیں اس لئے کہ اس نے اس کی بڑائی کو دل میں آثار سے کے لئے کوئی محنت کی، ہی نہیں۔ ان کی بڑائی پر محنت کی ہے، ان کے پاس گیا ہے، ان کے پاس اٹھا پہنچا ہے۔ ان کی لائیں کی کتیں پڑھی ہیں۔ ان کی لائیں کی چیزوں کو معلوم کیا ہے، لیکن اللہ کی لائیں کی چیزوں پر کتنی محنت کی۔ یقین بنانے میں کتنے پانچھ پیر مارے، ان کی بڑی کو دل میں آثار نے میں غطا کی معلومات کو معلوم کرنے میں کتنا وقت صرف کیا۔ کتنا اس کو زندگی میں بولا، کتنا اس کی بڑائی کو سمجھا، غیروں کی تردید اپنی زندگی میں کتنی کی، نبیوں کی زندگی اس طرح گزروی کہ غیروں کی بڑائی کی تردید کرتے ہیں، ان کی تو زندگیاں گزروی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی اس میں گزروگئی۔ لیکن یہاں اس پھوٹی زبان سے ایک لفظ تردید میں ان چیزوں کے لئے نہیں نکلتا کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا، خدا سے سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں اللہ سب کچھ ہیں تو ہماری زبانیں گوئی، میں، اللہ اکبر کے اعتبار سے بولنے سے ہماری زبانیں گوئی ہیں لا لا لا اللہ کے اعتبار سے بولنے سے ہمارے کام ہے ہیں، اللہ اکبر کے اعتبار سے سننے سے اس لئے اندھے جو ہیں پورے بن چکے ہیں۔ یہ سجدہ اس لئے بنی بتی اس مسجد کی ترتیب قائم کرو، یہ ساری چیزوں دل میں اتریں گی، جان کی محنت سے اس لئے اس بات کی دعوت دی گئی، دعوت جو میں کہہ رہا ہوں، خدا کی بڑائی کی دعوت، اللہ سے ہونے غیر سے نہ ہونے کی دعوت۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات پر ہونے کی دعوت کہ جو انہوں نے فرمایا اگر اس کو توڑیں گے ناکامی ہوگی، اگر اس کو کریں گے تو کامیاب ہوگی، اور اس کی دعوت دی جائے گی، کہ ملک دمال کے نقشے سے کچھ نہیں ہوگا، یہ سب دھوکا ہے اور جب مرد گے تو دھوکا کھل جائے گا۔ اس سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ ایک نازلہ آتا ہے، کسی علاقے میں، دھوکا کھل جاتا ہے، ساری چیزوں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں، کسی علاقے میں سیلا ب آتا ہے۔ دھوکا کھل جاتا ہے، ساری چیزوں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں یہ

تو تمبارا دھوکا ہے کہ ان چیزوں کے اندر کامیابی ہے کامیابی اس میں نہیں ہے کامیابی اس میں ہے۔

حَتَّىٰ عَلَى الْمُصْلِهِ تَحْكَمُ الْفَلَاحُ هِيَ كَمِيلَةٌ پَرِمَانٌ پُرِطَّصَنَا يَكْهُ لَهُ اَدَر
کامیابی لے لے۔ پس اس میں ہے کامیابی، کسی کوٹھی میں نہیں، کسی مکان میں نہیں، کسی
کارخانے میں نہیں کان کھول کر من لے بعد میں جب آنکھ کھلے گی تو پختاد سے گامرنے سے
پہلے پہلے اس بات کو دل میں آتا رہے کہ حضورؐ کے طریقے میں استعمال ہونے میں کامیابی
ہے۔ اور ملک دہال کے چینیخواروں میں کوئی کامیابی نہیں، اس کو اپنے پہ کھول لے، مرنے
سے پہلے پہلے تیر سے دل پہ کھل جائے، ایکو نکتہ تیر سے مرتے ہی قبر میں جب جائے گا تو پہلا
سوال یہ ہو گا کہ بتا تیرا پالنے والا کون ہے؟ اگر اس پر محنت کی معنی کہ دکان سے پلتا ہوں
پہنی محنت سے پلتا ہوں، پیسے سے پلتا ہوں، تو قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب خدا ہے جو
دل میں نہیں تو زبان پر کیسے آئے، چاہے تو کروڑ مرتبہ روزہ پڑھ لیا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر
اور دکان پر نیشن جما ہے تو یہ نیشن معتبر نہیں ہے، جس کو پالنے والا سمجھا کرتا ہے، اس کے
خلاف کوئی نہیں کرتا، کوئی کرتا ہی نہیں، اس کے خلاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نہ اس
کو زبان سے کہا، جس کی ہیں معلومات عاصل نہیں ہیں تو پہلا سوال ہو گا۔ تیرا رب کون ہے؟
دکان جاتی رہے گی، کھبیتی جاتی رہے گی، ملک کا نقشہ ہاتھ سے لے لیا جائے گا۔ تو اگر اللہ اکبر
تیر سے دل میں بیٹھا ہوا نہیں ہے اور میں ہی ہے کہ میری محنت سے نقشے بنتے ہیں اور نقشوں
سے میری زندگی بنتی ہے تو خدا کی قسم یہ آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میرے رب ہیں
دوسرے سوال ہو گا، نیڑا دین کیا ہے؟ پلنے کے لئے کیا کیا؟ آخر پلنے کے لئے کیا کیا، کوٹھیا
بڑا بہیں نقشے بنائے آخر کیا کیا، پلنے کے لئے کیا کیا اگر محدث اللہ علیہ وسلم کے غریقہ پر یہ سب
پچھہ کہ تو چرکھے گا، کہ پلنے کے لئے اسلام پہلا ہوں، اور اگر بہیا نقشوں ہی میں پنا دکھان
دیتا رہا تو کوئی آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا پلنے کا طریقہ اسلام ہے۔ پھر یہ پوچھیں گے

کہ اس آدمی کو کیا کہتا ہے، جس نے گمانے میں نہ کہا کہ جس طرح حضور نے فرمایا اس طرح
گماڈن گا اور شادی کرنے میں یہ نہ کہا، جس طرح حضور نے شادی کرتبلا یا اس طرح کر دیں
گا، زندگی میں کہیں سرمایہ داروں کو بولتا تھا، کہیں حاکموں کو بولتا تھا، کہیں یورپ کو بولتا تھا
کہیں ایشیا کو بولتا تھا۔ کہیں نصاریٰ کو بولتا تھا، کہیں یہود کو بولتا تھا، مکان ایسا بنائیں
گے بکری سے ایسے بنائیں گے۔ فلاں چیز ایسی بنائیں گے۔ حضور کا نام زندگی کے کسی
مرحلے میں آیا ہی نہیں، شادی کی توغیردیں کے نام پر، غیردیں کے طریقے کیا ہیں، مکان بنایا
توغیردیں کے نام پر، فلاں جیسی کوئی بنا بیس گے۔ فلاں جیسی موڑ خریدیں گے، کہیں پھرٹی
زبان سے زندگی کے شبشوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام نہ آیا۔ وہ کہیں گے کیا کہتا ہے اس دی
کو؟ وہ کہے گا میں نہیں جانتاگیں کو پوچھتے ہو؟ مجھی میرے تو بہت سے ہیں۔ کوئی کوئی میں
میرا مفتدا ہے۔ کوئی کامیابی میں میرا مفتدا ہے۔ میں تو بزرداروں کے چیچے چلا ہوں، ایک بزر
تو بتاؤں، تم بتاؤ تم کون سے کو پوچھو ہو؟ میں تو سمجھا ہیں۔ ایک آفاؤ آوسے گی جھوٹا ہے
کم بخت! اس کے لئے آگ کے بنسنے پھاڑو اور قدر زخم کی کھڑکی کھوں وو۔ اور آگ کے کپڑے
پہناؤ۔ بس یہی تین سوال ہیں میرے عزیز دا!

ان تین چیزوں کے لئے ان تین پر محنت کرنی پڑتی ہے: وہ یہ ہیں، خدا پاتتے والا
ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر محنت کرنے سے خدا پاتا ہے۔ حضور کا طریقہ یہ زبان پر
پھرٹھ جائے، اور خدا پاتتے والا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر محنت کر کے ہانہ اٹھائیں
گے، خدا پاتے گا، لیں پہنچے نماز پر محنت کرو، حضور کے طریقے پر نماز پڑھنی سیکھ جاؤ، اس کی
دعوت دو، اس کے علم کے حلقوں میں، فضائل کے مذاکروں میں، مسائل کے سیکھنے سکھانے میں
دعاؤں میں، قرآن میں، ذکر میں، تلاوت میں اور نمازوں میں، یہی ہمارا اگر میں محنت کامیابان
ہے۔ یہی ہمارا بازار کا نعروہ ہے، یہی ہمارا کوئی ٹھیکوں کا نعروہ ہے، یہی ہمارا حاکموں کے پاس جانے
کا نعروہ ہے۔ کامیابی کے لئے نماز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بناؤ تو خدا کامیابی کے

دروازے کھوئے گا۔ پانچ یا توں پر نماز لے آؤ، نماز مقبول ہو جائے گی۔ دروازے کھل جائیں گے۔ لکھے داۓ یقین پر کہاً کلمے نماز کے فضائل والا شوق مسائل داۓ طریقے اخلاص والی نیت ہو جائے گی، اللہ والا دصیان ان پانچ چیزوں پر نماز آئے گی، نماز مقبول ہو جائے گی، انہی پانچ پر کہاً آئے گی۔ تو کامی حضور والے طریقے پر آجائے گی لکھے داۓ یقین پر کہاً۔ تمہاری شکوں سے پسیہ نہیں ملتا، خدا کے دینے سے ملتا ہے حضور کے طریقے پر آ جاوے گی۔ لکھے داۓ یقین پر کہاً، تمہاری شکوں سے نہیں پسیہ ملتا۔ خدا کے دینے سے ملتا ہے۔ حضور کے طریقے پر کہاً گے، خدا نہیں بہت کچھ دے گا۔ دنیا میں بہت دے گا۔ آخرت میں فضائل کے شوق پر، مسائل کے طریقوں پر اللہ کے دصیان پر اور اخلاص والی نیت پر جب کہاً آئے گی۔ ان پر، تو تمہاری یہ کامیاب تہبیں جنت میں پہنچائیں گی، مگر کی زندگی ان پانچ پر آئے گی تو مگر کی زندگی تہبیں جنت پہنچائے گی۔ اگر تمہاری معاشرت اور آپس کے میل جوں ان پانچ پر آئیں گے تو تہبیں جنت میں پہنچائیں گی، یہ پانچ چیزیں اپنے میں پیدا کرنا، اور ان کے لئے دنگت لانا اور اس کی محنت کا میدان قائم کرنا، اس کی دعوت دینا، اس کا ماحول بنانا، اس کے لئے پھرنا اور پھرنا، اس کے لئے مسجدوں میں اکٹھا کرنا اور بونا اب ایک چیز ہے کہ جو اپنا حصہ اس محنت میں ڈالے گا، اللہ کی ذات سے ڈالنے ہے کہ خدا کی بڑائی اس کے بونے میں آئے گی، سننے میں آئے گی، نیعلم کے علقوں پل جائیں گے، لکھے نماز کے فضائل کھل جائیں گے۔ لکھے نماز کی ترتیب حضور نے اپنے زمانے میں مسجد میں جو جلانی تھی۔ اگر ہم اپنی مسجدوں میں سبیطہ کران چیزوں کو چلانے لگیں گے اور نماز کے باہر جس قدر ہمارے شبے ہیں وہ بھی حضور کے طریقے پر آئیں گے۔ حضور کے طریقے پر نہ آئے تو محکومیت میں بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اگر آپ حضور کے طریقے پر چلنے تو مالداری میں بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضور کے طریقے پر نہ چلنے تو قبری میں بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اصل

میں کامیابی کی جوگا رہتی ہے۔ وہ تو حضور کے طریقوں میں ہے۔ مسجدیں ماحول بنا لے، حضور کے طریقوں کے سیکھنے سکھانے کا اور اس کے اندر کامیابی کے تلقین بنانے میں مسجدیں فرماتے رہیں اور جتنا نماز اور دعاوں کے ساتھ تلقین پڑھنا اللہ شرح صدر نصیب شعبوں کو بھی حضور کے طریقے پر لاتے رہو۔ ایک دم سارے طریقے ہیں بدلا کرتے ہیں البتہ محنت ایک دم شروع ہو جایا کرتی ہے۔ آدمی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے کھیتی کی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے۔ لیکن کھیتی ہوتے ہوتے ہوتی ہے ماکوٹی بنتے بنتے بنتے بنتے۔ لیں محنت شروع کر دی جائے۔ اسی تبلیغ میں محتوا ہے سی تربیت اپنی محنت کی کرنی ہے۔ لکھنے نماز کا مسجدیں ماحول بنانے کی محنت، ایک دفعہ ہت کر کے تین چلے دے دو۔ سال کا پہلہ دیتے رہو، بیسین میں تین دن کے لئے نکلتے رہو، بیستے کی دو گشتنی کرتے رہو۔ اپنی مسجدیں تعلیم، تسبیح اور نفلوں کا اور ایمان کی دعوت کا ایک ماحول بنا لے، لیں اگر اتنا کر لیا سارے مسلمانوں نے مل کر تو حضور کے زمانے کا دین زندہ ہو جائے گا اور ایک بات خوب سمجھو، کہ جب ایک دفعہ آنکھ بند ہو گئی تو آنکھ بند ہیں ہو گی، خواب والی بند ہو گئی۔ جاگنے والی کھل گئی، یہ جو تمہاری نظرؤں کے سامنے ہے، اس کا کوئی اغبار نہیں، جب آنکھ کھلے گی، پھر کیا ہو گا۔ تمہارے سامنے یہ ہے اصل، آنکھ کھل جائے گی، اس وقت پہچنادے گا۔ اگر اپنی زندگی کے شعبوں میں حضور کے طریقے چل رہے ہیں تو چلو مبارک ہو اور اگر حضور کے طریقے زندگی کے شعبوں میں ٹوٹے ہوئے ہیں تو کامیاب حرام ہیں، جب اس پر پکڑیں گے تو پھر دونا پڑے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا اور مجھاں آزاد اب گھر کی زندگی کی طرف، اگر گھر کی زندگی میں حضور کے طریقے ٹوٹے ہوئے ہیں تو اگر ایک بھی حرام کا لفڑ کھلایا، بیوی کریا اولاً کو تو اس پر پکڑیں گے کہ یہ کیوں کھلایا، اور یہ سوچ کی طرح ہے، سوچ پکا پکا کے کھلائیں اپنے بچوں کو، اپنے بیوی بچوں کو سوچ پکا پکا کے

کھلا رہے ہو۔ اور سو رو جو ہے، وہ سور سے زیادہ سخت ہے۔ علامہ کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی شریعت کے خلاف مکان ہو گا، وہ سو رو کے حکم میں ہے اور سو رو سو رو سے زیادہ سخت ہے تو اگر آپ کی گھر والی زندگی سو رو والے پیسے پر چل رہی ہے اور آپ کی کافی حضور کے طریقے سے ہٹ کر چل رہی ہے تو میاں پھر ایک منٹ کی گنجائش ہنیں۔ تا نجیر کی ک اس سے توہہ کی جائے۔ ایک منٹ کی گنجائش ہنیں تا نجیر کی اپھر تو باہر نکلو، یقینوں کو شیک کرو۔ اور اپنی کماں کو اپنے گھر کو حضور کے طریقے پر لانا سیکھو۔ اپنی کماں کو حضور کے طریقے پر کیے لاویں۔ یہود کے طریقوں کو توہم لئے آئے نصاریٰ کے طریقوں کو توہم لے آئے مشرکین کے طریقوں کو توہم لے آئے اپنی جان و مال کے خرچ کو ان کے طریقوں پر توہم لے جہنوں نے ہبھی ذرع کیا، ہمارے مکھ سے کئے اور چوڑہ سو بر س تک ہیں پیا ہے۔ اور اب بھی ہبھی رہے ہیں۔ ان کے طریقوں پر توہم اپنا سب کچھ لے آئے ہیں۔ پچھے اپنی کے اچھے لگتے ہیں۔ حضور کے اور آپ کے صحابہؓ کے پچھے اچھے ہنیں لگتے۔ لباس نصاریٰ کا رچھا لگتا ہے۔ حضور کا اور ان کے صحابہؓ کا لباس اچھا ہنیں لگتا، مکان نصاریٰ کے اچھے لگتے ہیں مکان حضور اور صحابہؓ کے اچھے ہنیں لگتے تو زندگیوں کو یہود اور نصاریٰ تک تو پہنچا دیا ہم نے۔ اب اس نکل کو سیکھو کہ کس طرح یہود اور نصاریٰ کے طریقوں سے ہٹ کر حضور اور انکے صحابہؓ کے طریقوں پر آ جاویں۔ اب تو حالت یہ ہے کہ یہوی پچھے، مکان، کار و بار اس کے اندر ان کے سامنے یہود ہیں، نصاریٰ ہیں۔ یہ ان کو دیکھو دیکھ کے چل رہے ہیں۔ ایک دفعہ بھی آنکھ اٹھا کر ہنیں دیکھتے کہ حضور کا مکان کیسا تھا، جب پہ کپڑا اپناتے ہیں، ایک دن یہ تصور میں نہیں آتا کہ اپنے پوچھ کے کپڑے ایسے بنالو جیسے حضور کے تھے۔ شناوری کرتے ہیں، کبھی تصور میں نہیں آتا حضور نے وس بیاہ کئے۔ جس طرح حضور نے کیا ہم بھی کہیں تو آپ تو حضور کو امام بنایاں گے ہی نہیں، آج امام بناد کھا ہے، یہود کو اس اندھے یہود کو جس نے ہبھی ذرع کیا، چردہ سو بر س تک دہ امام بن چکے ہیں زندگی میں، تھوڑے سے

نمازی! کچھ پڑھ رہے، کچھ نہیں پڑھ رہے۔ تو نمازوں نے بھی مقتدا بنایا یہود کو اور ان
بے نمازوں نے بھی اپنا مقتدا اور امام بنایا نصاریٰ کو۔

ذوق ابردی نہیں ہے، ذوق آذری ہے۔ ذوق موسوی نہیں ہے۔ ذوق فرعونی
ہے۔ ذوق عمدی نہیں، ذوق قارونی ہے، تو بھئی اگر یہی اچھا لگتا ہے تو مبارک ہے۔ چلے
آپ مرنے کے بعد دیکھئے گا۔ کیا ہو گا۔ اگر یہی اچھا لگتا ہے، اور چلانا اسے ہی ہجھے ہے اب چلا
رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے تو تین چلے کیا ہم ایک دن بھی نہیں چلتے۔ کسی سے ایک دن بھی
نہیں اور میاں اگر اس سے ٹرانا چاہیے۔ جیسے ہم ٹھہرے غلط پیش گئے اور زندگی میں ہم نے
اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑیاں ماری ہیں۔ یہ سب ہم نے خود کیا ہے اور دنیا
کے اندر جو ہم مصیبتوں کا شکار اپنے ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ اب ہم کیسے زندگی کے رخ کو
پھیریں تو سب سے پہلے اپنے بیس مجاہدے کی عادت ڈالئے، پہلے علم سکیتے۔ دعوت دنیا
یکھئے۔ تعلیم کے حلقوں میں بیٹھنا سکھئے تو تم سے کم مسجد والی زندگی کی مشق کیجئے۔ پھر آؤ اور
اسے محلے میں چلاو، خاندان میں چلاو، رشتے داروں میں چلاو، نیت میں رکھو، سب سے
منہ موڑنا ہے۔ ان کو سکھتے سکتے، پھر کسی کے جی کو لوگ گئی تو خاندان بن گیا۔ خاندان بن
جلے گا سارا اگر کسی ایک کے بھی جی کو لوگ گئی۔ ایک ایک نقصہ بدھ رہے آج عورتیں کہاں
نک پنچ گیئیں، عورتیں بیاں تک پنچ گیئیں کہ کتوں سے زنا کرائیں گی، یورپ کی میانی عورتیں
کرتی ہیں۔ کتوں سے زنا۔ اگر یورپ ہی امام بنادھا تو آدمی اپنی ماڈیں سے زنا کرے گا، اپنی
بیٹیوں سے زنا کرے گا، یہ زنا کے امام ہیں۔ دہاں تک پنچو گے، جہاں یہ پنچے ہیں۔ آف
آف! یہ خون کی ندیاں بہانے کے امام ہیں، تم بھی وہیں تک پنچو گے، لیتھے بنو گے
شریف انسان نہیں بن سکتے، شریف کسی پیچے چلو گے شریف بنو گے اور مکینوں کے پیچے چلو
گے تو گینے بنو گے۔ شریفوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ جن کیسا تھر شرافتیں
جمع ہیں، ساری شرافتیں، سارے کمالات، ساری خوبیاں ان میں جمع ہیں، ان کے پیچے چلو

اس کے لئے چاہیئے دقت، ذوق کی تبدیلی کے لئے چاہیئے دقت اور جتنا اس کے لئے فنت
کر دے گے، ذوق بدلتے گا۔ ہم کہاتے رہیں، کہاتے رہیں۔ ایک دم حصوں کا ذوق آجائے یہ نامکنی
ہے، ہم مکان بناتے ہیں۔ کوٹھیاں بناتے ہیں، بلڈنگیں بناتے ہیں۔ بیاہ شادیاں کرتے ہیں
شاندار چیزیں خریدتے ہیں۔ اور جو پسیہ ہائھیں آؤتے وہ حملے میں ملائید وہ سارا انہی
ہیں لگاتے رہیں اور اس کے لئے نہ مال گئے نہ جان تر خدا کی قسم ہیود اور نصاریٰ کی
طرف زیادہ قریب ہو جاؤ گے اور حصوں سے دور ہو جاؤ گے۔ اور خون چڑھنے والوں
کے اور قریب ہو جاؤ گے۔ جس نے (یعنی حصوں نے) ہماری حفاظت کے لئے خون دیا
تھا۔ اس سے دور ہو جاؤ گے اور جو اپنی حفاظت کے لئے ہمارا خون کرتا ہے اس کے اور
قریب ہو جاؤ گے تو گیا خون دینے والے سے دور ہوئے اور خون لینے والے سے قریب
ہوئے۔ حالانکہ حصوں سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے۔ اور حصوں سے دور ہونے میں
ہمارا نقصان ہے، اس لئے کہیں ہیں کہ اس ماحول کو بدلو۔ یہ ماحول ہنایت ذہریا ہے اس کی
کی تو ہر چیز غلط اس کی ایک چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ کچھی صحیح ہے۔ مجھے بتا دو کہ اس کی
کون سی چیز صحیح ہے۔ اب ایک بات ہماری مان لو۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ ساتھ
لے کے ہمارے ساتھ لاء ہو رچلو۔ تین دن تو سنتے رہو، پھر جتنا وقت خدا نہمارے دل میں
ڈال دے اتنا دے اتنا دے دیجو، پسیے لئے کے تین دن کے لئے چلو اور یہ نیت کر کے چلو کہ اللہ
میرے جی میں ڈال دے اور یوں دعا کرو کہ اللہ تو اس کو میرے جی میں ڈال دے۔ اگر جی میں
نہ آوے تو والپس چلے آئیو، اور اگر اللہ جی میں ڈال دے تو جتنا وقت اللہ جی میں ڈال دے
اتنا دے آئیو۔

دَآخِرَةَ عَوَّاتِ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

اپنے طرقوں کو نبیوں کے طرقوں سے بدلو

مودختہ ۸ اپریل ۱۹۶۸ء، مطابق ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

اجتمائی باب ابراہیم حرم شریف مکہ مُحَمَّد

وقت عربی ۲ بجے دن ہندوستانی ۰ بجے

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ رَبِّهِمْ سُبْلَتَا وَإِنَّ اللَّهَ لِمَنْ يَعْصِيْنَ طَهْرَتْ مُحَمَّد وَشَنَاعَ کے بعد۔

برادران اسلام ساری دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو حالات کی خرابی کے ساتے نظر آتے ہیں، حاکم و حکوم کے حالات خراب، مالک و مزدور کے حالات خراب، زمیندار و مضارع کے حالات خراب، تاجر و اجر کے حالات خراب، امیر و غریب کے حالات خراب نظر آتے ہیں۔ دنیا والوں نے محنت کے طریقے بدل لئے ہیں۔ ملک و مال والوں نے طریقے بدل لئے، سامان و جایزاد والوں نے طریقے بدل لئے، خبیثوں اور مل والوں نے طریقے بدل لئے۔ چونکہ یہ طریقے ان کے من گھرٹ طریقے ہیں۔ خدا کے بناتے ہوئے، انبیاء کے اپنائے ہوئے طریقے نہیں ہیں، اس لئے نیتیجہ میں جگہ جگہ، قدم قدم پر خرابی ہی خرابی نظر آتی ہے، اللہ پاک کے طریقے اور ہیں یعنی انبیاء کے طریقے اور ہیں۔ اللہ پاک کے حکام میں انبیاء، معترض نہیں ہوتے، بلکہ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور نبی کا عمل۔ اللہ اور نبی میں نزاع نہیں ہوتا، ملک و مال والوں کا نزاع ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے انبیاء کی محنت کا انکار کیا، اللہ نے ان کو بھاڑ دیا۔ اللہ تو نبیوں کو لوگوں کے حالات درست کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ لوگوں نے نبیوں کے اعمال کو اپنا لیا، فلاخ پاگئے۔ اگر نبیوں کے اعمال سے اپنے اعمال مکروہ ہیئے،

چور چور ہو گئے، چونکہ نبیوں والا نقشہ نبیوں والا عمل زندگیوں میں موجود نہیں رہا، اسی لئے زندگیاں بگظر رہی ہیں۔ اگر دین پر محنت نہیں ہوگی، دلوں کی درستی نہیں ہوگی۔ دل درست نہیں تو کوئی چیز بھی درست نہیں ہوگی۔ اگر نبیوں والے طریقوں پر محنت ہوگی تو حالات مٹھیک ہوں گے۔

حالات کی بنیاد، ملک و مال، زروز میں، راکٹ وغیرہ پر نہیں ہے بلکہ حالات کی بنیاد اعمال ہیں۔ انبیاء، صحابہ اور علماء کے اعمال حالات سنوارنے والے نہیں گے۔ حالات ملک و مال، سونا چاندی کی بدولت مٹھیک نہیں ہوں گے۔ جو یہ سمجھتا ہے وہو کے میں ہے۔ حقیقت یہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حالات کو اعمال کے ذریعے ہوا ہے۔

جیسے عمل کرے گا، حالات مرتب ہوں گے۔

لئین اگر لقین قرآن و حدیث کے مطابق ہے، اعمال نبیوں والے ہوں گے۔ لئین حالات مٹھیک ہوں گے، حالات کا تعین اعمال سے ہے۔ اگر لقینوں کو مٹھیک کرنا ہے تو انبیاء کے طریقوں پر چلیں، غلط لقین نکال کر صحیح لقین اپنائیں۔

محنت اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت کریں۔ انبیاء کرام نے سب سے زیادہ محنت کی، اگر ان جیسی محنت ہوگی، لقین درست ہو جائے گا۔ اگر تیرا لقین، ساز و سامان، فوج و ہتھیار جہاز و سالار سے ہوت کر اللہ کی ذات پر آجائے تو کامیابی ہے۔ اللہ اپنی قدرت سے سب کچھ کرنے ہیں، اپنی قدرت سے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ خدا کی قدرت پر لقین آجائے، امانت باللہ کو اپنایا تو اللہ کا ہو گیا، تو وہ تیرا ہو گیا تو تو نے سب کچھ پالیا۔ اللہ سامان کے محتاج نہیں، وہ بوجھ کرتے ہیں، اپنی قدرت سے کرتے ہیں۔ وہ ارادہ کرتے ہیں اور ہو جاتا ہے، وہ انسان کو بغیر انسان کے پیدا کر دیتے ہیں۔ زمین کے بغیر غلہ اگایا۔ حضرت سلیمان کے لئے قائم ہوا اُن، پرند و چرند کو نایخ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو

چاہتے ہیں کرتے ہیں، ان کے احکام میں، ان کے کام میں، ان کے نام میں، ان کی ذات میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس کعبہ کو تعمیر کر کے دعا مانگی، اسے اللہ ساری دنیا کے لوگ تیرے اس گھر کی زیارت کو آیا کریں۔ دعا قبول ہوتی۔ ساری دنیا کے لوگ اللہ کے اس گھر کی زیارت اور حج کے لئے آتے ہیں۔ اس گھر سے خدا کی قدرت کے آثار زیادہ نظر آتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو ایسی جگہ چھوڑا تھا، یہاں زندگی کی کوئی رمق نہ تھی۔ نہ درخت، نہ پانی، نہ کھیتی، نہ مکان، نہ سایہ، نہ انسان، نہ چیز، نہ پرندہ، غرضیکہ ہر وقت موت کی سی خاموشی تھی۔ انسانی عقل اس عمل پر آج تک دنگ ہے کہ یہ انوکھی بات حضرت ابراہیمؑ نے کیسے قبول کر لی؟ وہ پیغمبر تھے، وہ خدا کے احکام کو اپنی عقل کی کسوٹی پر نہ پرکھتے تھے۔ خدا شے پاک نے حکم دیا، انہوں نے تمیل میں سر جھکایا۔ یہی کو اللہ کا حکم سنایا، اس نے گردن جھکا دی۔ یہ ان مقدس ہستیوں کے انعام کا صدر ہے کہ یہ شہر، یہ جنگل میں منگل، یہ زرمم، یہ زرو ہوا ہر، یہ پاک باز لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔ اے لوگو! اگر قوم اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام کے سامنے ایسی جھکنے کی خوشی پیدا کرو؛ جیسی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ علیہم السلام میں تھی۔

اس سال پاکستان سے چھیسیں ہزار حاجی بذریعہ قرعہ آئے اور پندرہ ہزار بذریعہ پاسپورٹ آئے، کون لے آیا؟ قادر مطلق لے آیا۔ قدرت والے ہیں، ہر کام کر سکتے ہیں۔ پیغمبر نقشوں کے کر سکتے ہیں۔ اے یہاں آنے والے! تجھے تیرا روپیہ یہاں نہیں لایا، بلکہ تیرا اللہ لایا ہے، تو اپنے نیقین کو درست کر۔ اگر تو خود یہاں آیا یا اپنے روپے کے سہارے سے یہاں آیا ہے تو وہ شخص تجھے سے زیادہ بہتر ہے، جس کو روپے پر فراہمی بھروسہ نہ تھا، بلکہ صرف اللہ پر بھروسہ تھا۔ اس کا نیقین تیرے نیقین سے بہتر ہے، اس کا ایمان تیرے ایمان سے بہتر ہے۔ اللہ کے پیغمبر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ زندگی موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تیرا

دل کرتا ہے کام کیسے چلے گا، پیسے نہیں ہوں گے تو کام کیسے چلے گا۔ تیرے ہاتھ میں پیدائش کے وقت کیا تھا۔ دودھ کیسے ملا۔ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو صرف پانی سے پالتے والا کون تھا۔ تو اپنے دل و زبان میں یقین پیدا کر، سارے یقینوں کی جڑ اللہ پاک کی ذات پر یقین فائم کرنا ہے۔ پھر اعمال کا سلسلہ اسی بنیاد پر فائم کرنا۔

اعمال جیسے بارش ہونے سے زمین میں نباتات اگتی ہے، اسی طرح یقین کے ساتھ عمل۔ اگر اعمال درست ہوں گے تو حالات درست ہو جائیں گے۔

بیت اللہ شریف بازاری مظاہرے، عیش کے سامان، دنیا کی چیزوں، ظاہری نقشہ مکہ میں یورپ کے سامان ہیں۔ لوگ مکہ میں یورپ کے سامان کو دیکھنے آتے ہیں۔ اج کے کمکے کا تو یقین نہیں بنے گا، جو نبی والا کہہ دیکھے گا، نبی والا نقشہ لے کر جائے گا۔

اللہ نے پانی بنایا، پھر مکہ سے زمین پھیلاتی، پھر کھڑے کئے، پھر اڑوں اور زمینوں میں ٹری دلتیں پھیپا دیں۔ جب تک وہ چاہیں گے، نظام زمین و آسمان چلا میں گے جب چاہیں گے زمینوں اور آسمانوں کو پیپیٹ دیں گے اور اس نظام کو توڑ پھوڑ دیں گے۔

بیت اللہ شریف سے ثابت ہوتا ہے، عورت سے مرد سے انسان نہیں بنتا، قدرت سے انسان بنتا ہے۔ قدرت سے مکان، آسمان، شکلوں سے شکلیں، پیروں سے پیزیں، آنا خود نہیں بنتا، پیسے والا پیتا ہے، گوند ہنے والا گوند ہنتا ہے، پھر روٹی پکتی ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کے سوائے سب کو بنایا ہے۔ اے انسان تو بنا ہوا ہے، تو بنانے والا نہیں ہے۔ زمین و آسمان، جوان و انسان سب مخلوق ہیں، ایک اللہ سب کا خالق ہے، منی سے، خون سے لوختا، شکل انسان وہی بنائیں گے۔ یقین یہ ہو جاوے کہ خدا کے بنائے ہوئے سب کچھ بنتا ہے اور کسی سے نہیں بنتا۔ اللہ اپنی قدرت سے پالتے ہیں، پیزوں سے نہیں

پا لئے۔ حضرت اسماعیلؑ کو کیسے پالا، مزروؑ فرعون چیزوں والے تھے، کیسے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسئلے بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نقشہ بگرتے ہیں۔ اسی خادم کعبہ کو مٹانے کے لئے ہاتھیوں کا ایک لشکر آیا، جیسے اس زمانے میں امریکہ کے راکٹوں کا لشکر پہاڑوں میں لشکر پھیل گیا، کوئی ظاہری شکل نہیں کہ خانہ خدا نجح جاوے۔ لگنے سجائے والے نے بچایا، کیسے بچایا۔ ایک فرشتہ نے سفید ہاتھی کا کان کپڑا، ہاتھی بیٹھ گیا۔ لشکر رک گیا۔ اب ایل آئے، ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں تھیں، ہاتھیوں پر کنکریاں گرائیں۔ وہ سب لشکرنیت و نابود ہو گیا۔ اسی طرح رومنی امریکی طاقت کو اللہ جب چاہیں گے ختم کر دیں گے۔

یہ بیت اللہ شریف ستر انبیا زکی زندگیوں کا مرکز ہے۔ اس کا نگب بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رکھوا یا حضرت ابراہیمؑ کی دنیا یہ تھی کہ ایک امت ایسی تھی کہ ساری دنیا میں عماز کی عبادت کھڑی ہو جائے۔ ساری دنیا کے لئے ہمدرد اور محبت والی بن جائے، ساری امت پر محنت کرنے والے بن جائیں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی دعائی تھی دُسری دعا میری اولاد سے ایسی امانت ہو بودین پر محنت کرے، ان کو بغیر کمائے دنیا کے مال و زدے۔ مکتہ میں جماعتیں آئیں گی، دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں مکتہ کی محبت ڈال دے، اسی بیت اللہ شریف میں ضد اگئی، بنوں کی پوچھا ہوئی، اب گھر طیوں اور کپڑوں کی خرید و فروخت، آپ اپنی سکیم بنائیں، خدا نے پاک اپنی سکیم بنانا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی سکیم ابھرنے کا جب وقت آیا، حضرت رسول مقبولؐ تشریف لائے، سکیم چلانے والا آگیا۔ میتم، ان پڑھ، مال کے بغیر اسی مکتے سے چلے، صحابہؓ سکیم کے چلانے والے تھے سکیم چلاتی، ملک و مال و زر کے بغیر چلاتی، بنیتی کی صورت، غربی کی صورت، باہر کچھ نہیں تھا انہے میں سب کچھ تھا۔ لکفار دھوکے میں آگئے، محمد میتم ہے، بھوکا ہے، کچھ بھی نہیں، باپ بھی نہیں، سب چھوڑ گئیں، جب کوئی اور بچہ نہ ملا تو جلیسے نے لے بیا، وہ اونٹی۔ جو

سب سے پچھے آئی تھی، اب سب سے آگے آگئے تھی، رہبر کی رہبر اونٹی۔ اللہ کی سکیم طاقت سے نہیں، یقین سے چلتی ہے۔ اس کو چلانے والے مال و ملک والے نہیں بلکہ یقین حکم کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ سکیم ملک و مال سے نہیں چلتی، نقشوں اور شکوں سے نہیں چلتی ہے۔ آپ نے دیکھا ملک و مال کے بغیر اسلام کا نقشہ اسی مکتہ میں چلا لیا، ساری دنیا میں چلا لیا۔ روکنے والوں کے روکے نہ رکا۔ روکنے والوں نے ایڑی جوئی کا زور لگایا۔ اگر ان کے یقین کے طوفان پر کاہ کی طرح بہہ گئے۔ محمد اور ان کے صحابہؓ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، کپڑا نہ تھا، مکان نہ تھا، یقین درست تھا، اُسے اور تمام دنیا کے لشکروں کی موجودگی میں سب پر چھپا گئے۔ اب بھی اسی بنیاد پر جو بھی اٹھے گا تو اللہ اپنی فدرت سے کام چلا میں گے۔ وہی کار ساز، وہی مسبب الاسباب ہے۔ اللہ کے خزانوں کے لینے کا گھر بیت اللہ شریعت ہے۔ رسول اکرم نے سکیم چلاتی، چاہے تم لاکھوں میل دور پڑے ہو؛ بیت اللہ شریعت کی طرف رُخ کر لو گے، تو حضرت ابراہیم والی برکات کا اجر و ثواب اور امداد ملے گی۔ اللہ والے یقین پر اٹھو۔ صرف یقین کے رُخ کو موڑنے کی بات ہے۔ اگر تم نے سنتیں چھوڑ کر اپنا رخ بیت اللہ شریعت کی طرف کر لیا اور اس بات پر اسی طرح جگے رہے، جس طرح صحابہؓ کا یقین تھا۔

آج بھی گرہو براہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

نبی کی سنت و طریقہ | اسوہ نہیں ہے، بلکہ اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیم کے نقشوں کے مطابق بنالد، ارشاد باری ہے، ابراہیم کی اطاعت کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شام جیسے سر سبز و شاداب ملک کو حضرت ابراہیم کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ صحرائیں پنجا، دیس بیوی بچے کو چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ اکلوتے بیٹے اور جہنمی بیوی کا اور کوئی باپ ہزناؤ اس حکم سے کانپ اٹھتا اور مشتعل ہو کر بغاوت کر جاتا۔ لیکن خلیل اللہ جیسی ہستی پر گونہ مسرت

ہوتی۔ کیوں نہ ہو، پیغمبر کے لئے اپنے آقا و مولیٰ کی خوشی سے زیادہ کوئی چیز مجبوب نہیں ہوتی۔ خلیل اللہ کا آگ میں کو دنا، بیوی بچے کو صحرائے لق و دق میں الیسی جگہ چھوڑنا، ان کو آگ میں دھکینے سے کم نہ تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کی خوشنودی کے لئے قادر مطلق نے انہیں جھلستی آگ سے کیے بچا لیا۔ صرف پانی پر پال کے دکھا دیا۔ پھر آپ لوگوں کے لئے ہی نہیں، بلکہ تمام دنیا کے لئے اس زم زم کے پانی کو منیر ک بنایا۔ یہ سب اسی کے انعام ہیں۔ یہ سب بیت اللہ شریف، یہ زم زم، یہ مقام ابراہیم، یہ وادیاں وغیرہ سب اسی کی خوشی کے انعامات ہیں، ان کے مزے لوئیں۔ مگر اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیم کے نقشوں کے مطابق بنائیں، ان کے اسوہ سے اپنے اعمال کو مکرائیں نہیں۔ اللہ کی خوشنودی والے اعمال سے، اللہ کے غضب والے اعمال سے مکرائیں نہیں۔ یاد رکھو یہ بیت اللہ اللہ کا گھر ہے۔ یہ مرکز ہے، خدا کی قدرت کے منظاہرے کا۔ ابھی انسان چاند پر جائے گا۔ پھر و جمال بن جائے گا۔ سائنس کے بادل بن جائے گا۔ اللہ کیم یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ وہ ایسے ایسے ہونا کہ بتخیر بنانے والوں کو ختم کر دیں گے، جیسے اصحاب فیل کے شکر کو نکل دیں سے ختم کیا تھا۔ وجہ مروؤں کو زندہ کر کے دکھائے گا۔ پھر بیت اللہ پر چڑھیں گے تین جھلکے کہہ شریف میں آئیں گے، جو غلط یقین والے ہوں گے مکل جائیں گے۔ صحیح یقین والے مکر میں آجائیں گے۔ انسان راکٹ سے خود ایک بڑی طاقت بن جائے گا۔

اللہ جل جلالہ نے تمہیں حج کے لئے بلایا، ہاجرہ دوڑی، انبیاء دوڑے، تم بھی حج دوڑو، چکر کاٹو، کامیاب ہو گے۔ انبیاء نے دعائیں مانگیں، تم بھی گڑگڑاؤ۔ اللہ سے مانگ لو، اس کے در پر آکر اپنی اکڑفوں مٹالو، اس کے بندے بن جاؤ، مانگ لو اپنے مالک سے اس کے دروازے سے زاری کرو، شاید اس کو ترس آ جائے۔ یاد رکھو، اس کے رحم شروع ہو جائیں تو بڑے انعامات ملتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ان کی بیوی بچوں پر خدا کا رحم ہوا، اللہ نے ترس کھایا۔ صدیوں سے انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ وہاں

کی آبادی کا ایک اہم حصہ اس کرم سے مستفیض ہوتا ہے۔ اگر تو نبیوں والے راستے پر آجائے تو حِرَاطُ الْذِينَ أَنْتَ عَلَيْهِمْ سے مالا مال ہو جائے۔

لقدین، خدا کی ذات پر لقین دینا تو کس پر بنے گا۔ دل کے لقین کی بیماریوں کو ٹھیک لقین اکر لو، دل کے اندر لقین کی جبلکی پیدا کرو۔

حالات کی خرابی دوسروں کی وجہ سے خراب نہیں۔ یہ خرابی ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ حضرت ابراہیم نے امت مسلم نماز کے لئے مانگی۔ حضرت نوح نے جنت کی دعا کی نماز کے لئے کیا تو اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے امت مسلم نماز کے لئے کیوں مانگی۔ تجھے نماز کے انعامات کا اندازہ ہی نہیں۔ یہ اندازہ ابراہیمی آنکھوں کی سکتی ہے۔

محنت | گھر قربان کے، ہزاروں صحابہ کے گھر قربان کے۔ حضرت ابراہیم نے ایک گھر قربان کیا۔ نماز کے لئے ایک گھر کا قربان کر دینا اور خدا کی محبوبیت حاصل کر لینا نہایت سستا سودا ہے۔ زمین و آسمان بدل جائیں، لیکن تو نہ بدل مسلمان رہ۔ اُمّتی بن، ابراہیمی رہ، اسوہ محمدی اپنا، یہ ترقیوں میں سب سے بڑی ترقی ہے۔ یہ تیری عاقبت نک کام آنے والی ترقی ہے۔ اگر یہ عمل تیری طبیعت کے خلاف ہے، تو اپنی طبیعت پر غور کر، اس کی اصلاح کر۔

صلح حبیبیہ میں صلح کرنے حکم رباني تھا۔ محمد نے سرتسلیم فتح کیا۔ ظاہری انتبار سے یہ پیشگانی تھی۔ صحابہ کرام پر یہ پیشگانی بہت شائق گذری۔ ایسا موقع کبھی نہ آیا بخاسا بھی اعمال میں اتنی پیشگانی نہ آئی تھی، جبکہ حضرت نبی کریم صلعم میں تھی۔ اللہ کی طرف سے صلح کا حکم ہوا۔ پیغمبر آخر الزمان نے تسلیم کیا اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا۔ صحابہ کرامؐ کو پیغمبر عمرہ کے واپس جانے کا صدمہ تھا، مگر ایسا نہ ہو سکا کہ حضورؐ کی بات سے انکار کر دیں۔ معاهده لکھوانا شروع کیا۔ کفار نے "رسول اللہ" پر اعتراض کیا۔ حضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے

لفظ ”رسول“ مٹا دیا۔ اللہ پاک یقین رسول پر خوش ہوئے۔ ”إِنَّا فَتَحْنَا“ کے نتھارے بجھنے لگے۔ صحابہؓ فتح المبین کی خوشخبری پر اور بھی سپھاتے، مگر سب نے اپنے خدشات کے خلاف خدا کی بات کو مان کر اپنا یقین خالص کر لیا۔ اپنے خدشات کے خلاف اللہ کی بات کو ماننا ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر آج ہمارے فیصلے خدا کی مرضی کے مطابق ہو جائیں، نبیوں والے طریقوں پر آجائیں تو بات بن گئی۔

پس اسے مسلمان! اپنے طریقوں کو بدل، اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدل، اپنے نقشوں کو نبیوں کے نقشوں سے بدل۔ اپنی محنت کو نبیوں کی محنت سے بدل، ابراہیمؑ کی سکیم کو دنیا میں چالو کرنے کے لئے نکل۔ اخلاقی درست کرنے کے لئے نکل۔ یقین درست کرنے کے لئے نکل۔ اعمال درست کرنے کے لئے نکل۔ حرکت پیدا کر وطنیت کا دائرہ توار کر پھر و علم، اعمال، قرآن و دین کے لئے پھر و کماں تھے، وین اپنے کی بنیاد پر محنت کرو۔ امت کو اٹھاؤ۔

اگر آپ مسجد والی زندگی پر آجائیں گے تو نقشہ بدل جائے گا اسارے عالم میں دین کا بول بالا ہو گا۔ امت بھر کی امیدوں کا نقشہ بدل جائے گا۔

وَعْدًا اے خدا! مجھے یہاں بیت اللہ شریعت میں بھرت کرنے کی توفیق عطا فراز کے لئے فی سبیل اللہ نکل جائیں؛ تو اللہ کے فضل و کرم سے بیت اللہ والی برکات کے مطابق اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔

خطاب عرفات

ضبط کردہ : اسلامیۃ ذہیری حسن آباد

بوم عوفہ ۹ ذی الحجه ۱۴۸۳ھ مطابقت ۲۱ ایولی ۱۹۶۲ء شنبہ
 بزرگوار و ستوال اللہ جل جلالہ و عالم نواز، کہ بہت بڑا احسان ہے کہ ہم کو باوجود ہماری
 نااہلی کے اور اس بات کے کہ اس پاک میدان میں آئنے کے قابل نہیں تھے، کیونکہ ہم میں
 بہت زیادہ گندگیاں بھری ہیں، اس پاک میدان میں بلا یا، جہاں آدم علیہ السلام سے لے کر
 حضور اکرم ﷺ تمام انبیاء کو بلا کرچ نصیب کرایا۔ جس جگہ ہزاروں، لاکھوں انسیاء و رسول
 کا پیٹیزگرا اور آنسوگرے اور ان کے انوار اب تک اس سر زمین میں موجود ہیں، اس کی ذات
 سے امید ہے کہ ہمیں ایسی جگہ بلا کر ان کے آنسوؤں، ذکر و استغفار، تبلیغ، پیغم و پکار کی نسبت
 سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی منزت نصیب فرمائے گا؛ ہمیں یہی امید رکھنی چاہیسے کہ ضرور
 ہماری مغفرت ہوگی۔ ہمیں حضرت آدم اور حضرت حمّا ک توہ قبول فرمائی اور ملاقات
 بھی اسی میدان میں کروائی۔ اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں

بھی اپنی صرفت سے ایک قطرہ عطا فرمائیں (آمین)

حضور اکرم ﷺ نے اش میدان میں خطبہ دیا اور آخر میں فرمایا کہ *فَلِيَبْلِغَ الْمُتَّهِدُونَ الْغَايَاتِ*
 یعنی ہر شخص میاں سے مبلغ بن کر جائے۔ اس سے پہلے فرمایا یہ کون ساون ہے؟ کون سا
 مہینہ ہے؟ کون سام مقام ہے؟ کیا یہ فلاں دون ہنیں؟ فلاں مہینہ نہیں؟ فلاں مقام نہیں
 صحابہؓ نے عرض کیا بیشک ہے، پھر فرمایا کہ جس طرح یہ سب قابل احترام ہیں۔ متنبہ ہو جاؤ
 کہ اسی طرح تمہاری جان کا ایک ایک قطرہ، ایک ایک بال اور مال کا ایک ایک پیسہ ایک
 دوسرے کے اور پر حرام ہے۔ خواہ دنیا کے کسی حصہ کا مسلمان ہو، ساری دنیا کے مسلمانوں

کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان اور مال کی حفاظت کریں۔

بھائیو! یہ نہیں جس پر اللہ نے ہمیں اور آپ کو محض اپنے کرم سے بلا استحقاق پہنچا گیا
سارے انبیاء کے دعا مانگنے کی جگہ ہے اور قیامت تک سارے انسانوں کی دعاؤں کا مرکز
ہے۔ بیسا جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہو گا۔ اسی قدر اس کی دعائیں قوت ہو گی۔ پہلے سب
انبیاء سے یقینوں کے بدلتے کی اور اللہ جیسے ہیں۔ ان کی ذات کو پہچاننے کے لئے اور
اللہ سے یہنے کے لئے عبادات پر محنت کر دائی، پھر ان کی دعاؤں کی طاقت ان کے
علاقے میں دھکلائی، نوح کی دعا پر پوری قوم کو عذق کر دیا۔ اسی طرح سارے نبیوں سے
محنت کر کے ان کی دعاؤں کی طاقت کو ان کے علاقے میں ظاہر کیا، اپنے اپنے علاقے میں
محنت کر کے، علاقہ کی ترتیب کو بدلا کر سارے انبیاء کرام بیت اللہ پہنچا کرتے تھے جس
طرح ایک غلام اپنے آتا کے کام کو محنت سے کر کے اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بہت
ڈرتے ہوئے چکیوں سے روتے پیٹتے مجکاری بن کر اللہ کے در پر آتے تھے، پھر میدان
عنایات میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

سارے انبیاء و علیہم السلام کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک محنت کا
میدان قائم کیا اور سارے صحابہؓ کو انبیاءؓ کے طریقہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر
اعظازیا اور ظاہر کے خلاف محنت کر کے خدا کے یقین کی بنیاد پر دعا مانگ کر اللہ سے اپنی
حاجتوں کو پورا کر لینا سکھایا۔ صحابہؓ نے اللہ کی اطاعت میں ظاہر کے خلاف کیا اور پھر
دعا مانگی تو اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کے خلاف کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ حضرموت
کے علاقے میں صحابہؓ کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے موت نظر آرہی تھی، صحابہؓ پڑاڑ کرنے کے
لئے ایک میدان بیس رکے ہی تھے کہ سارے جانور بھاگ گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ
مorts پہنچے بھی سامنے تھی۔ بیسا جانور بھی بھاگ گئے۔ پہلے ایک ہی موت تھی، اب
دو موتیں نظر آئے گیں۔ ان کے ہمیر حضرت علام حضرت علیؓ نے کہا یا تم مسلمان ہیں؟ کیا

اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں، ہبہ کیا اللہ کی مددی حق ہیں ہیں؟ سب نے کہا ہیں۔ انہوں نے کہا پھر تم کرو اور اللہ سے دعا مانگو۔ چنانچہ فیر کی نماز قیم کر کے پڑھی اور پھر دعا مانگی اور اس وقت تک دعا کے ہاتھ نہیں چھوڑے جب تک زمین سے پھٹ کر پانی ہبیں نکل آیا۔ فرط خوشی سے ان کی زبان پر مخاکر یہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ خوشی میں پانی میں کو دپڑے اور پھر ویجاہ ک جاؤ رجھی چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کو جیسے کوئی ان کو پکڑ کر لارہا ہے۔

حضور اپنے صحابہؓ کو ظاہر کے خلاف عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ اپنے سارے مسائل کو حل کرنا سکتا گئے تھے۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے لیقین اور اللہ کی عبادت اور بندگان خدا سے ہمدردی، خدمت خلق اور اخلاص عمل کے ذریعہ ان کو دعا کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دعا، ایک ایسی بینا ہے کہ مال سے تو تم ناکام ہو سکتے ہو، لیکن تم مالدار ہو یا مغلس۔ ابیر ہو یا فیقر، حاکم ہو یا حکوم، بیساہ ہو یا تذرت، ہر صورت میں دعا کے ذریعہ سے اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو دعا کے راستے سے اپنی حاجتوں کا اللہ سے پورا کرنا خوب سکھایا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں مسائل میں ان کی دعائیں خوب چلا کرتی تھیں۔

ظاہر تو محض خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسے جیسا چاہے بدل دے۔ تیرہ سال کی مسلسل محنت پر تفصیلی دعا کا طریقہ آیا اور اس کے بعد جب آپ یہاں پہنچے تو آپ نے اور آپ کے صحابہؓ نے امت کے لئے دعائیں مانگیں۔ ہر بنی کو ایک دعا ایسی دی جاتی تھی کہ جس وقت وہ دعا مانگیں گے، اللہ وہ کر دیں گے، یہ دعا اس بنی کی محنت کے بدلتے ہیں دی جاتی تھی۔ سارے نبیوں نے اپنی قوم یا امت کے متعلق دعائیں یا بدعا مانگیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے فرماں کو قبول فرمایا۔ بنی کے مانسے والوں کو ان کی دعا نے چکار دیا اور نہ

مانسے والوں کو برباد کر دیا۔ یہیں آسمان سے کھانے آتار دیئے۔ اس طرح ان کی مختزیں
والی دعائیں دنیا ہی میں منت گئیں اور ختم ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی
وہ سرے انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک دعا منت دالی عطا فرمائی، لیکن حضور نے وہ دعا
دنیا میں نہیں مانگی، بلکہ اس کو پوری امت کے آخرت کے مسائل حل کرنے کے لئے محفوظ رکھا
فرمایا کہ سب بنی آکراپنی اپنی دعا کر گئے تھے میں اپنی محنت والی دعا کو آخرت میں لے
کر جا رہا ہوں، وہی "شفاعت" ہے۔ وہ میری محنت والی دعا ہے اور اللہ کا یہ وعدہ ہے
ہے کہ تم کو راضی کر دوں گا اور جب تک میری ساری امت جنت میں داخل نہیں ہو
جاتے گی میں راضی نہیں ہوں گا نام مسلمان تو کہتے تھے لا تقتطع میت شخستہ الشیع
شفاعت والی آیت ہے، لیکن اہل بیت کہتے تھے دَسْتَتِ يَعْلَیَّ تَرْبَیَّتْ فَتَرْفَعِی
شفاعت والی آیت ہے۔

ایک دعا بنی کی محنت پر قبول ہوتی ہے، ایک دعا بنی کی نماز پر، اور دوسرے پر اچ پر
قبول ہوتی ہے۔ ایک امت کی دعا بھی اسی طرح قبول ہوتی ہے۔ جس ذات نے نوح کو تمتع
کیا اور قیامت نہ کے لئے اس کو چالا کیا اور ایسا بڑھیا ج کیا کہ آدم سے لے کر آج تک ایسا
بڑھیا ج ہوا اور نہ آئندہ قیامت نہ کا ہو گا، تو اس ذات کی نوح والی دعا کس قدر اونچی اور
قبولیت والی ہو گی۔ آپ نے اپنی محنت والی دعا، کر بھی آفرت میں امت کی ابدی زندگ
کے لئے محفوظ فرمادیا، ادا پانے لئے کچھ مانگا، نہ اپنے خاندان یا صاحب خانہ کے لئے اسی طرح نوح کی
دعائیں بھی سوائے امت کے لئے کسی اور کئے لئے کچھ نہ مانگا۔ نہ یہ مانگ کر حسینؑ قتل نہ کئے
جا میں، حضرت عثمانؓ شبیدؓ کئے جائیں اور حسینؑ کی زندگی گزاریں۔ بلکہ ان دونوں کو تو
اس کی نجردے گئے، ساری امسعد کے لئے قربانی ورتیے رہے۔ حضرت امام حسینؑ جس
کے ہاتھوں قتل ہوئے، علیؑ مثل ہوئے۔ حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کو تو پیسے ادا، ساری
امت میں ان قاتلوں کو بھی شامل کر کے پوری امت کی دعا ہمگئے۔ خواہ کتنی تکالیف پہنچ

جاں ان کو بروادشت کر لیا جائے تو اللہ اپنا پیارا بنایتے ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندانوں
والوں کے بارے میں آپ نے ہر قسم کی تکلیفیں بروادشت کر کے بچ دالی دعا مانگی تو
وہ بھی ساری امت ہی کے لئے مانگی۔ آپ کو اپنی امت سے بہت زیادہ محبت اور
تعلق تھا۔ آج دین کے دشمن بے انتہا مال خرچ کر کے امت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش
کر رہے ہیں۔ امت اعمال تو چھوڑ رہی ہے۔ لیکن اب بھی دین چھوڑنے پر تیار نہیں
یہ برکت اور صدقہ ہے ان دعاؤں کا جو آپ امت کے لئے کر گئے ہیں۔ ایک مرتبہ
حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا دردی حضرت عائشہؓ اس دعا
کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہو گئیں اور کہا کہ یہ دعا وجد کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا
اے عائشہؓ! میں یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں۔ یہ حضرت
عائشہؓ کون میں حضورؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟

فرمایا عائشہؓ، ایسی عائشہؓ کو تزویہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے
وہ دعا ہر روزانہ ہر نماز کے بعد، بچ پر اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے
کے بجائے آپ نے امت ہی کے لئے دعا دمانگی۔ آپ اس قدر روہنے کے انسو سے
زمیں تر ہو گئی۔ عرض کیا کہ پہلے بی آئے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے تھے۔
اب کوئی نبی آئے والا نہیں، شیطان بہکانے والا نئے موجود ہے، امت گرے گی تو گرتی
چلی جائے گی۔ اب آپ یہ طے فرمادیجیے کہ یہ ساری امت جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ
نے آپ کے بہت رونے اور گردگرا نے پر امت کی مغفرت فرمادی۔ سوائے ظالم کے کہ
اس کو نہیں بنتشوں گا۔ اب مژده فرشتہ شریف لاگر ان ظالموں کے لئے بھی آپ روئے
جو مسلمانوں کو تباہیں اور پریشان کریں..... اور اللہ سے دعا کی۔ آپ کو امت سے کس
قدر تعلق تھا، ہم تو اس کو سمجھدی ہی نہیں سکتے۔ آپ کے سامنے ایک بخوبی لایا گیا، آپ نے
اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا جس وقت اس کا ہاتھ کاٹا جا رہا تھا۔ آپ کا چہرہ ذمہ دہو گیا

ادر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صاحبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ کو تو اس کے پانچھ کاٹنے کا ہست رنج ہوا، اگر ایسا تھا تو آپؐ اس کا حکم نہ فنا تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دہ بدترین امیر سے، جو حد کو جاری نہ کرے۔ تم اپنے بھائیؓ کو میر سے پاس تک لائے یکوں ہنیں سمجھا بھاکر تو پہ کر ادیتے۔ تم نے تو شیطان کا ساتھ دیا۔ اب میر سے ایک امتی کا ہاتھ
 نم سب کے سامنے کاٹا جا رہا ہے۔ اس پر مجھے یکروں رونج نہ ہو۔ آپؐ اپنی امت کے چور
 ہنک کے لئے اس قدر شفیق ہیں اور تو یوں ہمیں کہ کبخت چور تھا اچھا ہوا ہاتھ کٹ گیا
 اور سزا ملی، لیکن آپؐ کے آنسو اس کے لئے جاری ہو گئے۔ آج امت کے ہزاروں
 بیگناہ افراد، عورتوں اور بچوں کے گے کاٹے جا رہے ہیں۔ لیکن ان پر ہمارا ایک
 ایسا آنسو بھی ہنیں نہلتا، جیسے حضورؐ کے لئے شمار آنسو ایک امتی چور کے ہاتھ کٹنے پر
 نہلے تھے۔ اس امت پر آپؐ کو زبردست شفقت تھی۔ اس امت پر آپؐ نے اپنا عیش
 قربان کیا، للذین قربان کیں۔ ایک مرتب ایک دیہاتی حضورؐ کے پاس آیا اور اس زور سے
 آپؐ کی چادر کھینچ کر گلا گھٹ گیا اور رنگ بدل گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا حضور
 آپؐ کے پاس ایسے جاہل لوگ آتے ہیں۔ کوئی چادر کھینچتا ہے، کوئی ہاتھ پکڑتا ہے آپؐ کے
 لئے کوئی اونچی جگہ بنوادیں، جہاں آپؐ تشریف رکھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا ہنیں مجھ کو
 چھوڑ دوا ہمیں دیہاتیوں کے ساتھ۔ آپؐ کو جیسی شفقت امت کے ساتھ متعی کسی
 دوست کو دوست کے ساتھ ہنپیں ہو سکتی تھی۔ آپؐ نے دو روکر مزدلفہ میں ان کی خوش
 کرامی۔ عرض کیا کیا اللہؐ آپؐ کے خزانوں میں کمی ہنیں، مظلوم کو اپنے خزانے سے بدل دیجیے
 اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پنچاڑیجیئو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمایا۔ یہ
 دعا بھی ماںگی کر کی دشمن ایسا شہر ہو کہ سو فیصد ان کو ختم کر دے، یہ بھی قبول ہو گئی۔ پھر
 دعا ماںگی کر یہ آپؐ میں نہ لڑی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بدمالیوں کی کوئی سزا بھی تو
 ہو۔ اب یہ ہو گا کہ مسلمان اللہؐ کے دین سے، اللہؐ کے حکم سے اعراض کریں گے تو اللہ

ان کے دل پھاڑ دیں گے اور اس سے ان کا ضعف ہو گا۔ اور ان کے دشمن ان کو مکر زدہ پا کر ان پر وست و بازی کریں گے اور ان کا خون ہو گا۔ اور اسی میں ان کے عہیان کا کفارہ ہو جائے گا۔

خوارج کا قتل ہو رہا تھا۔ وہ پڑکر لائے جا رہے تھے اور مارے جا رہے تھے جب کسی خارجی کا سرکش تراپ صحابیؓ کے صاحبزادے ”فی النار“ کہتے تھے۔ باپ نے ڈانٹا کر کیا کہہ رہا ہے، یہ حضور کا انتی ہے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ ہیرے امتنی کو نافرمانی کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دے دیتے ہیں۔ حضور نے اپنا سب کچھ امت پر لٹایا ہے اور اس پر اللہ نے جتنا زیادہ دیا۔ وہ سب بھی امت پر لٹایا۔ انتقال کے وقت بیویوں یا رشتہ داروں کو بلا کرد تھے کا جذبہ نہ ہوا، جذبہ ہوا تو یہ ہوا کہ جاتے وقت میں اہنی امت کو دیکھتا جاؤں۔ فخر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ گھریہ وزاری سے نماز بھر کا ہوتی۔ امت کو دیکھنے کے لئے آپ نے پردہ اٹھایا حضرت انسؓ فرمائے ہیں کہ عنقریب تھا کہ ہم نہیں پڑ جاتے اور اللہ کی طرف سے ہستکر حضور کی طرف ہو جاتے۔ امت کو نماز پڑھنا دیکھا اور آپ نے پردہ کروا دیا آخری وقت میں آپ کی توجہ بجائے گھر والوں کے امت کی طرف تھی۔ حضرت اسماعیلؓ کو بلا کر کیا کہ اللہ کے رشتے پر چلے جاؤ اور آخر وقت میں یہ الفاظ تھے۔ ”الصلوٰۃ الصلوٰۃ وَمَا ملِکَتْ أَيْمَانُكُمْ“، اور اس کے بعد صرف ”الصلوٰۃ الصلوٰۃ“ کے الفاظ تھے۔ مجھے پر جو اپنے کو قربان کرتا ہے اپنے اپنے پیار ہو جاتا ہے۔ حضور نے امت پر انتہائی قربانی دی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ قیامت کے وہ مقام محمود آنارا جائے گا۔ آواز آئے گی کہ شیء اس پر بیٹھیں۔ فرمایا تھے ڈر ہو گا، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تھے اس پر بیٹھا کر جنت میں پہنچا ریں اور بعد میں میری امت کو درزخ میں بھیج دیں تو میں زمین پر کھڑے

ہوگ کار در عرش پر ہامنہ رکھ کر عرض کر دیں گا کہ اے اللہ پسلے میری است کو جنت میں بیسجا جائے۔ انوس آج اس است پر مرہٹنے والے ختم ہو گئے۔ اس است پر دلنے والے ختم ہو گئے۔ اس است پر محنت کرنے والے ختم ہو گئے۔ اگرچہ گھر پر محنت کرنے والے بہت ہیں۔ اپنے گھر والوں پر رونے والے بہت ہیں۔ باوجود مال ملک، امارات بھی کے بھی یہ است گھٹتی اور گرتی چارہ ہی ہے، اس کی بیس وجہ ہے کہ اس پر محنت کرنے والے، قربانی دینے والے آج ختم ہو گئے، اللہ نے تم کو یہ ترقیت عطا فرمائی، کہ است کی محنت کے لئے غم کھڑے ہوئے۔ تھا ری تھوڑی تھوڑی محنت سے نمازیں تاکم ہو گئی رج کے صحیح ہونے کی شیکیں پیدا ہوئیں۔ اس کاشکر ادا کرو اور است کا درد اپنے دل میں پیدا کرو۔ است کے لئے آنسو بہاد، رو و اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔ است پر محنت کرنے والا ہر سطح پر اپنے کو قصور دار قرار دے اور آئندہ کے لئے اور زیادہ کرنے کے نیصے کرے، پچھلی پر رونے اور آگے کو صحیح چلنے کا پورا اعزم کرے تو اگر بالکل بھی کرنے والا نہیں تو اس طرح دعا قبول ہو گی۔ جیسے کرنے والوں کی، جو محنت کرنے والے ہیں وہ اپنی محنت کی کوتایمیوں کی معانی مانگیں کہ ہم نے چل پھر کر جتنی محنت کرنی چاہیے تھی نہ کی کہ است کے اندر تقبیں، اعمال، علم اور معاشرت درست ہو جائیں، چاہیے تو یہ تھا کہ اس راہ میں ہم اپنا پورا مال ٹھا دیتے، جانیں جھونک دیتے، جس طرح حضور نے اپنا مال ٹھایا اور اپنی جان جھونکی۔ حضور کے پاس بہت مال آیا لیکن سب است پر ٹھا دیا اور خود فاتح ہر را شست کئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آخر وقت میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ حضرتؓ کے پاس بہت مال آئے، لیکن ہم پر لگا دیئے، کھانے ائے تو ہم کو کھلا دیئے۔ پھر، ہم آپؓ کے دیئے ہوئے مال اور گیرہ دیں اور رکھا نوں میں سے بچا کر آپؓ کو دیتے۔ حضورؓ کا فقر اخباری تھا، اضطرار می ہیں تھا۔ جو کچھ آتا است پر لگا دیتے نہ اپنا مکان بنایا، نہ کھانے پینے پر لگایا۔ حضور کی محنت ہیں قصور اقرار دے گی کہ ہم اس

طرح محنت نہ کر سکے ۔ ہم یہ نہ سمجھیں کہ دوسروں نے محنت ہنیں کی اور تصوردار ہنیں بلکہ ہم زیادہ تصوردار ہیں کہ ہم نے اس محنت کو کچھ کیا اور پھر سمجھا بھی ، اس طرح نہ کر سکے جیسا اس کا حق تھا ۔ ہم زیادہ تصوردار ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ بھی ہنیں کر رہے ہیں کرنے والے پہلے کر گئے ۔ اس پر بہت استغفار اور رونادھونا ہو کہ ہم اس کام کی شرط
پر بہت خام ہیں اور آئینہ کے لئے اللہ سے پوری توفیق مانگی جائے کہ ہم اس قابل ہنیں کر حق ادا کر سکیں ۔ ہمارا استحقاق ہنیں ۔ مگر آپ اپنے کرم سے پچھلا قبول فرمالیں اور آگے کو زیادہ کرنے اور حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادیں ۔ پھر دعا مانگی جائے کہ حضور اور ائمہ صادقین کی طرح اللہ ہم کو محنت کی توفیق عطا فرمائے ، ہمیں یہ ہماری محنت ملک د مال پر نہ پڑ جائیں ۔ بلکہ ہم دنیا میں سے اس کا کچھ بھی بدلتے نہ بیٹھنے والے بنیں اور سارے العادات آخرت میں چاہیں ۔ جنہوں نے سب سے زیادہ کیا وہ مال آئے پر بھی دیے رہے ہیں جیسے پہلے نہیں ۔ حضرت ابو بکرؓ ایک بیوہ عورت کی بگری کا جا کر دودھ روڑنا لانا کرتے نہیں ۔ آپ جب خلیفہ بنے تو عورت کی بڑی نے کہا کہ اب آپ دودھ ہنیں نکالا کریں گے ۔ حضرت ابو بکرؓ روٹے اور فرما یا کہ امید ہے میں ایسا ہی رہوں گا ۔ جیسے پہلے تھا حضرت عمرؓ نے ایک اپانی بڑی صیا پھانٹی جس کا کوتی خبر گیر ہنیں تھا ۔ اس کے گھر آئے تو سب کام ہوا ہوا ملا ۔ پھر آئے پھر کام ہوا ہوا تھا ۔ قبیر سے دن بہت سویرے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے ، اس کا پاخانہ صاف کیا ، اس کو کھانا دیا ، اس کا گھر صاف کیا ۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلا ، اسے ابو بکرؓ خدا کی قسم میں تم سے آگے ہنیں بڑھ سکتا جیسے حضورؐ کی زندگی میں نہیں ۔ دیسے ہی دنیا سے گئے اور وہ کیا ایک پوری قوم ایسی نہیں ۔ جس سے بہ مجاهدہ کرایا تھا ، کہ دنیا میں کچھ لینا ہنیں صرف آخرت میں طے گا اج امت کو ایک ایسی جامعت کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ ہم نہ ملک لیں ، نہ مال لیں ، نہ عورت چاہیں ۔ لبکہ حضورؐ کی امت کو مصیبت میں نکلانے کے لئے محنت کریں تربانی ।

دیں اور قیامت کے دن حصہ سے جا کر گئیں۔
 اگر ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو امت کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے اور امت
 بچک جائے جو تمہارے پاس ہے وہ لگا دو۔ کماں چھڑانا مقصود ہیں، کماں کرتے
 رہو اور جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے اپنی جان اور مال امت کے اوپر لگاتے رہیں
 پہلے اپنے قصوروں کی معافی مانگو۔ پھر آئندہ کی ترقیت اور امت کے لئے زیادہ
 سے زیادہ قربانی دینے کو امت کی ہدایت کو اللہ سے مانگو۔ گرد و غبار نے امت کی محنت
 کی چکاریوں کو دبارکھا ہے۔ اللہ سے مانگو کہ وہ اس غبار کو ہٹائے اور اس چکاری کو
 بڑھانے، کفار بھی امت دعوت ہیں۔ ان کے لئے بھی دعائیں کرنی ہیں اگر ان پر مسلمان
 مجاہدیوں کی بے دینی کی وجہ سے ہم ان میں اب تک دعوت کا کام شروع ہوئیں کر سکے
 لیکن ہم پرانا کام بھی حق ہے۔ ان کی ہدایت کی بھی دعا کرو۔ سامنہ سامنہ وہ کفار جو
 شریم ہیں اور شرارت کے ناکے ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ نے ہر لگادی ہے۔ ان
 کی تباہی کی دعائیں بھی مانگو۔

کامیابی اور ناکامی کی حقائقی تبدیلیاں

ذبیل کی تقریر پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری سفر میں خواص کے ایک اجتماع سے فرمائی تھی جس کو حضرت کے ایک خاص رفیق سفر نے قلمبند کیا تھا، انہی کی عنایت سے یہ ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ ہم نے ناظرین کی ہمولة فہم کے لئے کہیں لفظی تبدیلیاں کی ہیں۔

بھائیو و ستو! کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوتا ہے اس کے درج ہیں ایک رُخ
ظاہر کا ہے اور دوہی ہے کہ چیزوں میں سے چیزوں نکل رہی ہیں اور چیزوں میں سے اثرات اور
خواص ظاہر ہو رہے ہیں جیسے مٹی سے نفل۔ غذا سے غذا۔ غذا سے پیٹ کا بھرنا پھر اس کا خون
بننا خون سے منی کا یعنی نقطہ کا بننا۔ پھر اس سے خون کا لون خطرابنا۔ پھر اس میں اعضا کا اور شکل
انسان کا بننا اور اسی پر فیاس کر لیجئے دنیا کی ساری چیزوں کو۔ یہ دو رُخ ہے جو انسان پر
بیکثیت انسان ہونے کے کھولا گیا ہے یعنی ہر انسان اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کا مشاہدہ کر رہا
ہے۔ دوسرے رُخ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے اور اس کے حکم سے ہو رہا ہے اور یہ
سب اللہ کا نظر نہ آنے والا بخکر رہا ہے۔ یہ رُخ انسانوں پر بیکثیت انسان ہونے کے ہیں
کھولا گیا اس لئے ہر انسان اس کو دیکھ نہیں پتا۔ بلکہ یہ رُخ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں پر
کھولا گیا ہے یعنی یہ بات انبیاء علیہم السلام نے بتائی ہے کہ جو کچھ چیزوں سے بنتا ہوا اور ظاہر
ہوتا ہو انتہا ہے یہ چیزوں سے نہیں بتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر سے بتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 قادر ہیں کہ جس شکل سے جو چیز چاہیں بنادیں یا بلا کسی شکل کے مغض قدرت اور حکم سے چیز بنادیں
دیں اسی طرح وہ قادر ہیں کہ جس چیز سے جو اثر چاہیں ظاہر کر دیں پرانی سے چاہیں تو دیں اور

چاہیں تو ترادیں، آگ سے چاہیں تو جلا دیں اور چاہیں تو نہ جلا دیں۔ غذا سے چاہیں تو پھیٹ بھریں اور چاہیں نہ بھریں، موت کی جگہ سے چاہیں تو زندگی نکال دیں۔ اور زندگی کی جگہ چاہیں موت نکال دیں مجھزدیں سے یہی بات ظاہر کی جاتی ہے کہ پیزدیں میں کچھ نہیں ہے۔ اللہ جس چیز سے جو چاہے نکال سکتا ہے۔ وہ چاہے تو حکومتوں کی ایکبموں (اور منصوبوں) کو فیل کر دے۔ اور محکوموں کی ایکبمیں چلا دے۔ اس نے مفروض کی ایکبم کو فیل کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی ایکبم چلا دی۔ فرعون کے ارادہ قتل کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو خود اس کے گھر میں پلوادیا اور اس کو سارے لاڈشکر سمیت سمندر میں ڈبایا۔ ابراہیم علیہ السلام سے بیوی بچہ کو اپسے میدان میں ڈلوہ کر جہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ زندگی کا کوئی سامان نہیں تھا اپنے کے لئے پانی تک بھی نہیں تھا ان کی بیوی ایکبم چلا دی کہ اس بچے کی اولاد یہاں والی، ہدایت اکی دعوت لے کر سارے عالم میں جاوے اور سارے عالم سے لوگ یہاں جو کوآؤں بنو ایکبم والا ہاں تھا بھی نہیں تھا بلکہ شناسی میں نہ تھا بلکہ اس کی ایکبم حل کمی اور جس بچہ کے کھلنے پڑنے کا اور حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں تھا اس کی اولاد اقیموں الصلوٰۃ نکلے کہ دنیا میں جانے لگی اور ساری دنیا سے لوگ آج تک جو کوڈہاں آ رہے ہیں۔ ساری حکومیں جو میں کھتنے روڑتے اٹکا رہیں ہیں، یعنی جو کی حرکت برابر بڑھ رہی ہے۔ اور اس طرح حضرت ابراہیم کی چلانی ہوئی ایکبم اب تک کیسے زور سے چل رہی ہے۔

آدمی سمجھتے ہیں کہ کھینچنی اور باغات سے زندگی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قوم سماں کو کھینچتی اور باغات کے باوجود ہلاک کر دیا اور اسماعیل علیہ السلام کو اپسے جنگل میں جہاں کھینچتی اور باغات کا نشان بھی نہ تھا پال دیا۔ آج دنیا کا یقینی فوج پر ہے اللہ تعالیٰ نے ابرھم کی فوج کو جیز پر فدوں سے ہلاک کر کے اس یقین کو غلط ثابت کر دیا۔ الغرض صحیحات سے ظاہر کے عالم انسانوں والے یقین کی پوری نظری ہوتی ہے میحرات ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ میں یہ نظرت ہے کہ وہ عصا اثر دہا بنا دیں، نار کو باغ بنادیں۔ ہائی رشتنی اور چمک کی صفت پیدا کر دیں۔ دنیا

کی ساری چیزیں اور ساری شکلیں گھاس کے نشکے سے لے کر ایتم اور راٹ تک اور اس طرح ساری طائفت اور ساری حکومتیں قدرت خداوندی کے تحت ہیں۔ جو چیزیں قدرت نہیں میں بلکہ قدرت ان پر نصرف کرتی ہے یہ سب چیزیں فانی ہیں۔ اور قدرت مبنیل اور غیر فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ چیزوں سے زندگی بنانے بھی ہیں اور بھاڑتے بھی ہیں کامیاب بھی کرتے ہیں اور ناکام بھی کرتے ہیں۔ غرض جو کچھ بھی ہوتا ہے چیزوں سے نہیں ہوتا اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے ہوتا ہے۔

• کائنات کا یہ وہ رخ ہے جو انبیاء و علیمین السلام پر کھو لا جانا ہے اور انہی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور وہی قدرت کے اغفار سے استفادہ کے طریقے لے کر آتے ہیں۔ عالم کی چیزوں پر نظر رکھ کر اور ان میں نفع نقصان سمجھ کر ان کو استعمال کرنے والوں میں اپنے کو لگانے کا طریقہ ہر شخص خود تجویز کر سکتا ہے کیونکہ چیزیں نظر آتی ہیں اور ہر شخص ان کو دیکھتا ہے لیکن اللہ کا حکم اور اس کی قدرت جو چیزوں میں کام کرتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اس لئے اس سے استفادہ کا طریقہ انسان خود تجویز نہیں کر سکتا، یہ عالم اللہ تعالیٰ انبیاء و علیمین السلام پر کھو لتے ہیں۔ اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کے طریقے انہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے انسانوں کو نشکلوں اور چیزوں سے ہشیا بھیں بلکہ یہ بتایا کہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم کو اصل سمجھتے ہوئے ان چیزوں میں لگواد رہیں بنا لو کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے تشریی اور امر کتابداری کرتے ہوئے ان شعبوں میں لگو گے اور ان چیزوں کو استعمال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہی چیزوں سے تم کو لفظ پہنچائے گا۔ اور یہ نفع آخرت تک چلے گا بلکہ دہیں بھر جو راحصل ہو گا یہی ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کافی شاکر اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں برو گا اور کچھ نہیں ملے گا اس اللہ ہی کے کرتے سے ہو گا اور ملے گا۔ اور ان کا فضل درکم جب ہو گا جب ہماری زندگی اور چیزوں میں ہمارا لگتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہو گا۔ اب دو کام ہیں ایک پہنچے میں لا الہ الا اللہ و اے یقین کا پیدا کرنا اور دوسرا ہر عمل اور ہر شے

بیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا عادی بننا اور اس کی مشق کرنا۔ یہ دونوں باتیں پیدا کرنے کے لئے نماز دی گئی اور ایک محنت دی گئی۔ اور مسجد کو ان دونوں کا مرکز بنایا گیا۔

مسجد سے دن رات بیں پانچ فتحہ اعلان کرایا جاتا ہے جس بیں سب سے پہلے چار دفعہ کھلوایا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اس کائنات میں جو کچھ ہے دہ غناصر اربعدہ سے یعنی مٹی، باñی، ہوا اور آگ سے بنائے اور ان بیں سے ہر ایک کا حال کہ ان بیں سے ایک ایک ساری دنیا کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ مٹی یعنی زمین اگر کوئی دن کے لئے زلزلہ سے بلادی جائے تو ساری دنیا ختم ہو جائے۔ اسی طرح اگر پانچ چھوڑ دیا جائے تو نوح علیہ السلام کے زمانہ کی طرح ساری عزق ہو کر فنا ہو جائے۔ اسی طرح اگر قوم عاد کی طرح چھوڑ دی جائے تو ساری دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر آگ کو جلا ڈالنے کا حکم ہو جائے تو ساری دنیا کا ڈھیر بن جائے۔ تو افان بیں سب سے پہلے چار دفعہ کہا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ آسمان و زمین اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں غناصر بعد اور ان سے جو کچھ بنا ہے وہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ خدا کی رستی کے سامنے ہر پیز جنگ اور بے حقیقت ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ روس وامریکہ اور دنیا کی ساری طاقتون اور حکومتوں کی اللہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں اللہ کی رستی سب سے بڑی ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔

اس کے بعد دوسری بات یہ کھوائی جاتی ہے "اشہد ان لا إلہ إلا اللہ"، بناؤ بھگاڑوا لا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ شکلوں اور پیزروں سے کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ ہی کے کرنے سے ہو گا۔ اشہد ان لا إلہ إلا اللہ اس کے بعد کھلوایا جاتا ہے "اشہد ان محمد رسول اللہ"، اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے ہیں اور جن کے ہاتھ میں بناؤ بھگاڑا اور کامیابی و ناکامیابی ہے ان کی قدرت سے استفادہ کا طریقہ ہم خود نہیں جانتے۔ ہم اس راستے میں نا بینا ہیں، اس

کے راہ نما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے طریقے پر چل کر
ہی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اشہد ان محمد ارسلوں اللہ۔

اس کے بعد کہدا بیان ہے "صَحْنُ عَلِ الْفَلَاحِ" یہ باتیں اپنے اندر پیدا
کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے نماز کے لئے
بیان آؤ۔ کامیابی بیان ولے اعمال سے ملے گی۔

اللہ والے اعمال میں دینی عبادات میں، کچھ تو وہ بیں بن کے سانچہ چیزوں میں
بھی لگ سکتے ہیں۔ چیزوں سے کلی انقطع ضروری ہنیں۔ حج۔ روزہ۔ رکوۃ کا حال یہی ہے
روزہ میں کھانا کھا تو نہیں سکتے مگر کھانا پکا سکتے ہیں۔ دوسروں کو کھلا سکتے ہیں۔ بخارات
اوہ راعت و بغیرہ کے کام کر سکتے ہیں۔ ان کی باتیں کر سکتے ہیں اسی طرح رکوۃ زکوۃ دینے
وقت کھانا پینا دوسرا کے کاموں میں لگنا منع نہیں ہے، حج میں بھی دوسرا کے کاموں کی
مانعث نہیں ہے بیان تک کہ سلاپ کپڑا پہننے کی مخالفت ہے۔ لیکن پہننے کے لئے کپڑا بینے کی
مانعث نہیں ہے۔ لیکن نمازوہ عبادت ہے جس میں آدمی تمام چیزوں سے کٹ کر
لگتا ہے۔ نہ کھانا کھائیں گے، نہ کھلائیں گے، نہ پکائیں گے، نہ پکڑا بیٹیں گے، نہ کسی سے
کوئی بات کوئی گے، دھیان بھی ہر چیز سے ہٹا کر اللہ پر لگانے کی کوشش کریں گے۔
تو اذان کے ذریعہ پہلے مسجد سے "نَوْمَ اللَّهِ أَكْبَرُ، نَوْمَ اللَّهِ أَكْبَرُ" اور اشہد ان لا إلہ إلَّا اللَّهُ وَإِنَّمَا إِنْشَادُهُ سُبْحَانُ اللَّهِ
کی او اواز لگو کر لیتھیں درست کرنے کی دعوت دی جانی ہے اس کے بعد نماز کے عمل کے لئے
بلیا جانا ہے جس میں چیزوں سے کٹ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر اللہ تعالیٰ سے دا بستگی
کی مشن کی جاتی ہے اور اس میں کامیابی بتائی جاتی ہے۔

بھائی دوستقواب جو کوئی مثبتی بتائیں ہے وہی اس کے چلانے کا طریقہ اور بناو بگاڑ کی
بات بھی جانتا ہے۔ جو مثبتیں باہر سے آتی ہیں ان کے ساتھ بٹانے والوں کی طرف سے چلانے
کے طریقہ کے بارے میں بدیاں بھی آتی ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے

بنیا ہے۔ ماں کے پیٹ میں رکھ کر بنایا ہے جہاں کس دوسرے کا ہاتھ بھی نہیں لگ سکتا بلکہ نظر بھی نہیں جاسکتی۔ دہی اللہ جانتا ہے کہ انسان کی میثائق کس طرح استعمال ہونے میں اس کا بناء اور تعمیر ہے۔ اور کس طرح استعمال ہونے میں اس کا بگاڑا اور تخریب ہے۔ اس نے پیغمبرِ دن کو بیس بنانے کے لئے بھیجا اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اب جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اپنے کو استعمال کرے گا وہ کامیاب ہو گا۔ اور جو ان کے طریقہ کے خلاف اپنے کو استعمال کرے گا وہ ناکام ہو گا اور اس کی بینا کامی پوری طرح آخرت میں ظاہر ہو گی جو انسانوں کے لئے اصلی اور دائمی عالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف طبقوں میں بانٹ دیا ہے حاکم، محکوم، ایک غریب، کافر، گورے وغیرہ وغیرہ۔ اب ان کی تعییر اور کامیابی ان مختلف طبقات کے جوڑیں ہے جوڑوائے طریقے قرآن مجید نے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے کوئی جوڑ پیدا کرنا چاہے تو پیدا نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے اعمال میں لگنے سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جوڑ پیدا کر دیتے ہیں۔ **لَوْلَا فَعَلَتْ مَا فِي الأَرْضِ مِنْ جَمِيعِهَا فَلَمْ يَكُنْ تَلُوِّهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَنْتَ بَيْتُهُمْ (۱۷۴)** مدد ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے۔ ہم نے اپنی قدرت سے جوڑ دیا ہے۔

انسان کا مزاج ہے جو اس سے فائدہ کھینچنے اس سے کشائی ہے اور جو اس کو فائدہ پہنچائے اس سے جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقہ بتایا جس پر چل کر ہر ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والا بنے کوئی کسی سے فائدہ کھینچنے والا نہ بنے غربوں کو بتایا کہ مال والوں کے پاس جو کچھ ہو اس سے فائدہ اٹھانے کا سنبھال دوں۔ دل سے نکال دیں اور خود اپنی ذات سے ہر غریب ایکرو فائدہ پہنچانے والے بن جاویں۔ مثلاً وہ راستہ نہ جانتے ہوں تو نو چل کر اوزن کلیف الٹھا کر ان کو راستہ بتا دیں، میت ہو جائے تو اس کو اٹھانے اور دفن دغیرہ میں مدد دیں۔ خود قبر

کھو دنے میں لگ جائیں۔ سب سارے پڑھائیں تو عبادت کریں محض اللہ کے لئے ان کا بوجھ
اٹھا دیں اور اگر ان کے پڑھے ہوئے پسیے کہیں مل جائیں تو پہنچہ چلا کر ان نہ کہ پہنچا دیں،
کوئی خطرہ ہو تو ان کی حفاظت کریں، پھر وہ دیں، راستہ میں اگر ان کی موڑ کیہیں بھینس جاتے
تو نکالنے میں مدد کریں، اور ضرورت ہو تو اپنے جھوپڑے میں ان کو مٹھا دیں۔ اور بوجسراہ
کھلائیں اور سب وہ اپنی خدمتیں کے عوض میں پسیے دینے لگیں تو کہدیں کہیں نہ کچھ
کیا ناخا خدا کے راضی کرنے کے لئے اور اس سے نواب یعنی کے لئے کیا تم سے کچھ لینے کے
لئے نہیں کیا تھا میرے پسیے تم کو مبارک۔ بیٹھر بہوں کو بتایا گیا۔ اور مال دالوں کو بتایا با
گیا کہ اپنے مال کی ہر چیز اور ہر قسم ٹڑ بہوں پر لگائیں۔ پسیے بھی خرچ کریں کھانا نے میں بھی
ان کو شتر پکا کریں کپڑے بھی ان کو لا کر دیں۔ اپنی موڑ اور سواری بھی ان کے استعمال کے لئے
دیں اور جب اس کے عوض میں غریب اپنی جانی خدمت کے لئے پیش کریں تو یہ بالدار ان
سے کہدیں کہ ہم تم سے کوئی جزا نہیں چاہتے خدا سے لے لیں گے جب یہ طریقہ چالو ہو گا
تو غریبوں سے ایمیر اور ایمروں سے غریب جڑ جائیں گے۔

ایسے ہی حاکموں اور ملکوں کو بتایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والے بنیں
فاائدہ کھینچنے والے نہ بنیں۔ حاکموں سے کہا گیا کہ حکومت کے جو اختیارات اور وجود سائل ان کے
پاس ہوں وہ ان سے ملکوں کو فائدہ پہنچائیں اور ان کو سہولیتیں پہنچانے کی کوشش کریں ان
کی تجارتیں اور زراعتیں میں ان کی مدد کریں ان کے لئے تاقویٰ مشکلیں پیدا نہ کریں ان سے
لینے اور کھینچنے والے نہیں بلکہ ان کو دینے والے اور لفظ پہنچانے والے بنیں۔ جب اہل
حکومت ایسا کریں گے تو سپلیک کے عوام ان کو بدلتا ہی نہ چاہیں گے۔ ایکش کے ہنگاموں کی
ضرورت ہی نہ ہو گی۔ اسی طرح حکومت عوام سے کہا گیا کہ وہ حکومت والوں سے لینے کی نہ سوچیں
بلکہ ان کو اپنے جان مال سے فائدہ پہنچانے والے بنیں اور ان کے مسائل میں ان کی مدد کریں
ان کے لئے مشکلات پیدا نہ کریں۔ ان سے اگر کوئی ناہیاں ہوں تو درگزار کریں اور اللہ کے حوالہ کریں۔

الفرض ہر طبقہ کو دوسروں کی نفع رسانی کے طریقہ پر لگایا گیا اور بتایا گیا کہ اپنے جان و مال اور درود نکل کا نبیا وہ حصہ دوسروں کے بنانے پر لگاؤ۔ یہ اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ اگر اس پر چلا جائے تو ہر طبقہ کا دوسرے سے پورا جوڑ ہو گا اور ہر کام دیانت داری سے اور ٹھیک ٹھیک ہو گا۔ کوئی بے ایمانی سے دبپہرا اور جایدہ اور بیدا کرنے کی خوبیتیں کرے گا اور اگر اس کے بر عکس ذہن قائدہ اختانے کا ہوا تو پھوٹ ہی بھوٹ ہو گی اور لوگوں کی نینیں خراب ہوں گی پھر یہ ہو گا کہ پیچاس لاکھ کے ٹھیکے والے پل پر صرف دس لاکھ کی لگت لگائی جائے گی جس وجہ سے پل کمزور بنے گا۔ کوئی مٹرک ٹھیک نہیں بنے گی۔ کوئی کام ٹھیک نہیں ہو گا۔ خوب سمجھو لو یعنی والے ذہن سے کوئی تنبیر نہیں ہو سکتی، تنبیر نفع رسانی اور دوسروں کو دینے والے طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اور نفع رسانی کا ذہن جب ہی بن سکتا ہے اور اپنی پاس والی پیزیز دوسروں پر لگانے کا طریقہ جب ہی چاہو ہو سکتا ہے جب یہ یقین دل میں اتر جائے کہ دینے والے تو بس اللہ ہیں پیزیزون سے کچھ نہیں ہوتا اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے اور میں جب اس کی رضاکے مطابق استعمال ہوں گا تو اللہ میرے سب کام بنادیں گے اور نعمتوں کے دروازے کھول دیں گے۔ اس کی مشق تمازیں ہو گی۔

آج کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں اسلام چلنے والا نہیں ہے، صحیح ہے ایسے کافر ہیں رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کبھی چلے، اسلام کو اپنی خواہش اور اپنی حالت کے مطابق بنائے چلا گے تو وہ اسلام رہے گا ہی نہیں۔ وہ تو نہماں می بنائی ایک نئی پیزیز ہو جائے گی۔ کسی نے اپنے بدن پر گودنے والے سے شیر کی تصویر ہموانی چاہی جب وہ سوئی سے گودنے لگا ہو تباہیت ہوئی تو گودنے والے پسے کہا کہ کیا بمار ہے ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے شیر کی دم بنا رہا ہوں، اس آدمی نے کہا کہ دم چھوڑ دنے دم کے جبی شیر کی تصویر بن سکتی ہے۔ اس نے دم پھوڑ دی، اور دوسرا طرف سے بانا شفر دع کیا۔ اب اس نے کہا کہ اب کیا بمار ہے ہو، اس نے کہا کہ کان بنارہا ہوں، اس نے کہا بے کان بھی شیر بن سکتا ہے۔ تم کان نہ بناؤ

بے کام کا شیر نیاد و نوجہانی دو سنو! یہی اسلام کے ساتھ ہو رہا ہے کہ اپنے مزاج کے بدل جانے کی وجہ سے اسلام پر چینا مشکل ہو رہا ہے تو اسلام کی قطعہ مرید کی جا رہی ہے اور اس کو اپنی خواہش کے مطابق بنایا جا رہا ہے۔ اس لئے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے مزاج کو اسلام کے مطابق بنایا جائے اور یہ جب بنے گا جب اس بات کا یقین پیدا ہو جائے کہ کسی غلوت سے کچھ نہیں ہوتا سب اللہ سے ہوتا ہے اور حالات کا بنا فیکار اور تمہیر و تحریب اور کامیابی ناکامی پیروں کے ہونے نہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بنانے اور چکانے کا فیصلہ جب کریں گے جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر آجائیں گا۔ تو اس راستہ پر چلنے کے لئے خارجی نہیں بلکہ داخلی دوستیں چاہیں خدا کا یقین ہو، خدا کا وصیان ہو۔ خدا کا خوف ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر خدا کے خرازوں سے ملنے کا اور نعمتوں کے دروازے کھلنے کا یقین ہو۔ ان اندر دنی تبدیلیوں کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔ پیروں سے کامیابی کا یقین ہٹانے کے لئے اور اللہ سے کامیابی کا یقین جانے کے لئے کچھ مدت کے لئے پیروں میں سے نکلا ہو گا۔ ایمان کی مجلسوں میں بیٹھ کر ایمان کی باتیں سننا سناتا ہو گا۔ نماز کے فضائل اور اس کے برکات معلوم کر کے اس یقین کے ساتھ نماز میں لگنا ہو گا کہ ہم خدا میں مجبیں گے۔ خدا ہم کو نوازیں گے زاسی طرح اذکار و نیمات کے فضائل معلوم کر کے ان کے یقین کے ساتھ ان میں لگنا ہو گا۔ دوسروں کے ساتھ اچھے سلوک اور خدمت کی مشق اس یقین کے ساتھ کرنی ہو گی کہ ہم جتنا اچھا سلوک اللہ کے بندوں کے ساتھ کریں گے دیساہی اچھا سلوک اللہ تعالیٰ اپنی ثانی عالی کے مطابق ہم اسے ساتھ کریں گے خاص کر ایمان کی نسبت سے ہر مسلم کے اکام کی اور اپنے کو یقین و مکنزاً سمجھنے کی مشق کرنی ہو گی۔ ان باقوں کو دوسروں کو بھی دعوت اپنی حاجت سمجھ کر اس یقین کے ساتھ دینی ہو گی کہ جب میں اللہ کے دوسرے بندوں میں اس کے لئے کوشش اور محنت کر دیں گا اور اس راستے میں تکلیفیں اور فلیتیں اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے ان پیروں سے تحریم نہ رکھیں گے۔ اس کی بھی

مشن بکرنی ہوگی۔ کہ سارے کام صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوں۔ اس طرح کچھ مشن کر لینے سے اتنا اللہ سب طبقوں میں جوڑ کی شکل پیدا ہو جائے گی۔

امریکہ والوں کے سب کچھ بنایا یہیں کاؤن اور گورڈن کو جوڑنے میں وہ بالکل ناکام ہے۔ اس طرح انہوں نے مذاہب بند کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ ڈالا اور ساری کوششیں کر لیں یہیں بجا شکی کہ اس میں اور زیادتی ہوئی۔ الحمد للہ اس تنبیہ کے عمل سے لاکھوں ایسے آدمیوں کے جرام پھوٹ گئے جن کا جرام پھوڑنا ممکن معلوم ہزنا تھا۔

الحمد للہ اس کام میں سارے ہی طبقات لگ رہے ہیں جو طبقہ اس پر محنت کرے گا اور یہ بائیں اپنے اندر پیدا کرے گا اس سے سب لوگ جزو جانیں گے۔ ہم اگر اپنے ہی ساتھ بوڑنا چاہتے تو جوڑنے کی یہ نظر کیب آپ کو نہ بنا تے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سب اس طریقہ پر کچھ محنت کر لیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ذریعے کتنی آسانی سے سب طبقوں کو جوڑتا ہے لیکن ہر طبقہ میں ہر جگہ جو ناچل رہا ہے۔ اور مسائل بگروئی چلے جارہے ہیں اس کا علاج صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں ہے۔ جو جتنا کمرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اتنا پالے گا۔

ہم تے اس کام کے لئے کوئی انجم نہیں بنائی تھی اس کا کوئی دفتر ہے نہ جوڑ ہے نہ فنڈ ہے۔ یہ سارے ہی مسلمانوں کا کام ہے۔ ہم نے مرد جو طریقہ پر کوئی علیحدہ جماعت بھی نہیں بنائی ہے۔ جس طرح مسجد میں نماز کے عمل کے مختلف طبقوں اور مشغلوں والے مسلمان اگر بہڑ جاتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے پیسے گھروں اور مشغلوں میں چلے جاتے ہیں اس طرح ہم سب سے کہتے ہیں کہ کچھ وقت کے لئے پیسے گھروں اور مشغلوں سے نکل کر یہ محنت اور مشن کر لیجئے اور پھر اپنے گھروں اور مشغلوں میں اگر ان اصولوں کے مطابق لگ جائیے۔ آپ نے اگرچہ یہ چیز محنت کر کے حاصل کر لی تو دنیا بھر کے ساتھ والے آپ سے یہ طریقہ سیکھنے آئیں گے اور خدا نے چاہا تو آپ دنیا کے امام ہوں گے۔

آسمان میری الحمد پر بتم افشا ن کرے

- اذ مولانا محمد الحسني ندوی (ابید بیگر تعمیر حیاتے تکھمنو :-

ماہر حیپ خواندہ ایم فراموش کر دہ ایم الا حدیث دوست کے تکرار میں کنیم
یہ سطیریں لکھتے وقت قلم کا جگر شتن ہوتا ہے کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی
تبیینی تحریک کے رہنمای شیخ وقت اور عالم رباني حضرت مولانا محمد یوسف صاحب تقریباً
لیکن صدی ہنک مسلسل سفر، مسلسل جدوجہد، مسلسل دعوت اور مسلسل نقل و حرکت کے بعد
اب خدا کے جوار رحمت میں آرام کر رہے ہیں ہے

یعنی رات بہت نخے جاگے، صبح ہوتی آرام کیا

يَا أَيُّهَا الْمُقْسِمُ الْمُطْهِنُ أُجُحِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً
فَأَدْخُلْنِي فِي عِبَادِي وَادْخُلْنِي جَنَّتِي -

اللہ کے اس مقیوں دیرگزیدہ بندے نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کی جس اماشت کوان کے دوران علامت میں اپنے سینے سے لگایا تھا اس کو آخر دم تک اس وفاداری سے نجایا کہ عشق و محبت اس راہ کے فدائیوں اور وفاداروں اور محبت کا دم بھرنے والوں کو بھی اس پر شک آئے اور بڑے بڑے اہل عزیمت و اہل محبت اس حالت کی تمنا اور اس سعادت کے حصول کی دعا کریں۔

مولانا کی زندگی کا سب سے بڑا وصف اور سب سے بڑا کارنامہ نہیں تسلیقی کام کی وسعت و عجموبیت ہے اور نہ مردم سازی و تربیت، ان کا امتیاز یہ نہیں کہ انہوں نے اس کام کو ہندوستان سے نکال کر ممکن کر عربی، چین، جاپان اور یورپ و امریکہ پہنچایا اور نقل و حرکت اور داد دل کو سس قدر وسعت دی کہ اس کا مالی حساب

لگایا جائے تو شاید کروڑوں روپے تک چاہئے۔ اس کام کی وسعت و ترقی کی امیت اور اس کے زبردست نتائج سے کوئی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مولانا کا سب سے بڑا وصف اور ان کا اصل امتیاز دوچیزوں میں مضر ہے، اور یہ وہ چیزوں ہیں جن میں مبلغین و اہل دعوت و اصلاح کے حلقة میں ان کا کوئی شرکیہ وہ سر نظر نہیں آتا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ”زندہ بند“ اس عمدہ میں انہیں کے ساتھ مخصوص رہا۔ ایک یقین کی طاقت، دوسرے نبلیج و دعوت میں مکمل فنا یافت۔

ان کا اصل موضوع اور ان کی آواز یہی ”یقین“ نہ کا اور یہ یقین ان کے رُگ و ریشہ میں اس طرح پیوست ہو گیا نہ کا کہ ان کی زندگی کا کوئی لمجھ یا کوئی گوشہ اس سے خالی نہ رہتا۔ ایسا نہ رہتا کہ گوشہ نہماں یا عبادت و ریاضت کے وقت تو یہ یقین ان کو حاصل ہو۔ لیکن انتدار کی قوت و جاہت و دولت اور علم و فلسفہ کے سامنے یہ یقین ان کا ساتھ چھوڑ دے، اپنے مبلغین و محبوین کے سامنے یہ یقین پوری قوت کے ساتھ جلوہ ریز ہو، اور وزرار اہل حکومت یا اہل دولت کے سامنے اس میں اتنی قوت باقی نہ رہ جائے۔ یہ یقین اس وقت تک تو حاصل ہو جب تک اس کو آزمائے کا موقعہ نہ کئے اور امتحان و آزمائش کے وقت بے پار و مددگار چھوڑ دے۔

مولانا نے ایک مرتبہ دولت کے شرائط و آداب پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی سے منتاثر نہ ہو۔ یا تو آدمی منتاثر کرتا ہے یا خود منتاثر ہوتا ہے۔ درمیان میں کوئی درجہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر تم مناطب کو منتاثر نہیں کر سکے، تو یہ سمجھو کہ تم غیر ارادی طور پر خود اس سے منتاثر ہو چکے ہو۔

یہ بات سب سے پہلے خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے اسی قوت، اسی یقین، اسی صراحت، اسی دل سوزی

اور اسی سلطے سے بات کرتے ہو جو کارنیجوت کے شایان شان اور منصب علماء کے لائق اور مناسب ہو۔ وہ جس طرح ایک عالمی سے بات کرتے نہیں، اسی طرح ایک وزیر یا سفیر یا ایک کروڑپتی اور بڑے سے بڑے سیاسی مذہب سے بات کرتے نہیں بلکہ شاید اس سے زیادہ صراحت اور قوت کے ساتھ۔

پاکستان میں ایک مرتبہ بعض مخلص و اہل فلق نے جو حکومت کے اعلیٰ منائب پر فائز تھے، ایک مخصوص اجتماع کیا، اور اس میں وزراء میں حکومت کے اعلیٰ عہدہ والوں اور مقیاز ترین شخصیتوں کو مددوں کیا، مولانا تشریف لائے تو ان سب کا تعارف کرایا گیا کہ آپ فلاں وزیر ہیں، آپ اس محکمہ کے سیکرٹری ہیں، آپ فلاں جگہ کے ڈائرکٹر ہیں جب تعارف کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے بات اس طرح شروع فرمائی۔

”مجاہبو! ابھی آپ نے معلوم نہیں کن کن عہدیداروں کا تعارف کرایا۔“ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

”ہاں اگر آپ یوں تعارف کرتے تو شاید میں زیادہ سمجھ جاتا۔“ جن حضرات نے ان لوگوں کو مددوں کیا تھا ان کے سب مارے نداشت اور خوف کے جھکے ہوئے تھے کہ اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے۔ مولانا نے عجیب موڑ اور دل نشین انداز سے فرمانا تھوڑے کیا کہ ”میرے مجاہبو! وزیر تو مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی، ڈاکٹر مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی، اسی طرح تمام عہدوں کا سامان ہے۔ اس میں ہماری اور آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہمارے اسلاف کا جب بھی تعارف کرایا جاتا تھا تو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اتنی طوں کا مالک ہے، اتنی کوئی بھیوں کا مالک ہے اور اتنی موڑوں کا مالک ہے۔ بلکہ یوں تعارف ہوتا تھا کہ یہ بدتری ہیں۔ انہوں نے احمد میں حصہ لیا تھا۔ انہوں نے فلاں غزوہ میں حصہ لیا تھا۔ اور یہ اتنے غزوہ وات میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے دین کے لئے یہ قربانیاں دیں۔“ اسی دردمندانہ اور مخلصانہ انداز میں تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تقریبی کی۔

جن لوگوں نے یہ جلسہ بلا یا تھا وہ منتظر تھے کہ دیکھیں مولانا کی اس تقریب کا کیا رد عمل ہوتا ہے اور یہ لوگ کتنے غنیظ و غضب کے عالم میں واپس جلتے ہیں یہیں اس کا رد عمل صرف یہ ہوا کہ شام کے عمومی اجتماع میں نہ صرف وہ لوگ خود موجود تھے بلکہ اپنے ساتھ دوسرے عمدہ داروں کو بھی لائے تھے اور اسی پر وزرار کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی بہتر مخصوص اجتماع میں تھی۔

یہ یقین مولانا کے سینے سے چپتہ کی طرح اپنا اور کسی وقت (کسی دن یا کسی ہفتہ کا ذکر نہیں) اس کا سوتا خشک نہ ہوتا اور ابھی معلوم ہوتا کہ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہے ہیں اور یہ ان کا ایسا حال اور واقعہ ہے جس کے لئے کسی تصنیع اور تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ یقین ان کے پاس میٹھے والوں یا ان کی تقریب سننے والوں کو اس طرح متاثر کرتا کہ بعض اذفات ان کے مقابلین اور ان کی تقریبیں پوری طرح نہ سمجھتے اور وہ قوی و طرز بیان کے اختلاف کے باوجود وہ اس کی گرمی اور حرارت کو اپنے سینہ میں منتقل ہوتے ہوئے محسوس کرتے تھے یا کم از کم اتنا ضرور سمجھ لیتے تھے کہ اس شخص کو یقین کی بودولت حاصل ہے وہ کم لوگوں کے پاس ہے۔ بخی بات چیت ہو یا سگونی، ایک لاکھ کا مجمع ہو یا ایک سو کا، مولانا ہمیشہ یہ کسان طرز اور یہ کسان قوت کے ساتھ بات کرتے تھے اور ایک لمبے کے لئے بھی اپنے موضوع سے نہ ہٹتے تھے، وہ باقیں جو اس مادیت کے دور میں نامالوں ہیں اور جن سے اچھے اچھے علماء اور دینی رہنمای مصلحت کے خجال سے بیاز مانہ کے رجحان سے مجبور ہو کر یا انسان کی مادی ترقی سے مسحور ہو کر پریز کرنے لگئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا ذکر ان کی تحریروں اور تقریروں میں کم سے کم آئے اور زیادہ زور مسلمانوں کے سیاسی و معاشی مسائل اور اسلام کے جھوٹی تمدنی مسائل پر دیا جائے اور اس کو محض ایک سیاسی تحریک، ایک معاشرتی نظام، ایک اتفاقاً و تنظیم اور

ایک تمدنی ارتقادر کے طور پر پیش کیا جاتے۔ وہ بائیں مولانا بلاکسی چمک کے اور بغیر کسی معدودت کے اپنی پوری قوت کے ساتھ پیش کرتے تھے بلکہ یہی ان کی ہر گفتگو اور تقریبہ کا محور ہوتا۔ آخرت پر یقین، خدا کے وعدہ پر اختہاد، توکلی یعنی کانتزکرہ، اہل جنم کے واقعات، غیبی حقائق اور انسان کی روح کی اہمیت، مادیت کا انکار، دنیا اور آخرت کا مقابلہ اور رسول اللہ اور صاحابہ کرام کی زندگی اور ان کی نتائیں اور نمونے۔ دوست کی طاقت اور اس کی نتاشری و تفسیری یقین کی اہمیت اور اس کے مجرما العقول واقعات۔ یہ چیزیں تھیں جن پر مولانا کی تقریبی مشتمل ہوتی تھی۔ لیکن اس عقل پرست، بلکہ ہوس پرست عمدیں اور اس بدلے ہوتے ذوق درجمن کے باوجود ان کی بہ باتیں ہر طبقہ اور ہر طبقہ کو کسی نہ کسی پہلو سے ضرور نتاشر کرنی تھیں اور اس کا سب سے بڑا راز مولانا کی قبلی قوت اور یقین کی طاقت تھی، جو ان کے لفظ لفظ سے ظاہر ہوتی تھی اور پر شاران عقل اور گرفتاران نفس کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی تھی۔

اس کے ساتھ دوران گفتگو اور دوران تقریب میں ایسے معانی کا ورود ہوتا جس کو آورد اور نکلفت یا نکتہ آفرینی سے کوئی علاقہ نہ تھا بلکہ صفات معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور طاقت ان سے یہ مضامین اور حقائق و معارف کرواری ہے، وہ صرف اس کے ناقل ہیں ۔

گفت، او گفتہ اللہ بود گرجہ از حلقوم عبد اللہ بود
مولانا کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ "ایمان و یقین" کے بغیر امت محمدی میں کوئی تغیری اور انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کے بغیر کوشش کی گئی تو وہ اسلام کی روح اور اس امت کے مزاج اور اس کی تاریخ و تجزیہ کے خلاف ہو گی جس کا منفقہ فیصلہ ہے کہ ایمان ہی کے سہارے یہ امت آگے بڑھی اور بھروسہ پر چھاگئی۔ اور ایمان ہی کمزور ہونے اور خدا سے رشتہ منقطع ہونے کے بعد اس کا شیرازہ منتشر ہو اور اس کو اپنی پناہ گاہ میں واپس جانا پڑا ۔

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

مولانا کی دوسری اہم خصوصیت دعوت میں انہماں کامل بکرہ فنا یافت نامہ ہے، اور یہ دراصل اسی پہلی خصوصیت کا پرتاؤ اور عکس ہے۔ اس یقین نے مولانا کو اس وجہ سے چین، مضطرب اور سیحاب و ش بنا دیا تھا کہ ان کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا اور اس یقین کی اشاعت اور تبلیغ دعوت ان کے لئے اتنی بھی ضروری ہو گئی تھی، جیسے انسان کے لئے نہ اور ہمارے ان کی پوری زندگی اسی دعوت سے عبارت تھی اور وہ اسی کے سہارے جی رہے تھے۔ رات کے ایک مختصر وقت اور مختصر قبیلہ کے سوا ان کا سارا وقت اسی اسی مکر اور اسی نزد پ میں گز نہ تھا۔ جماعتوں کی تشکیل، دنود سے ملاقات، ان کی شخصیت کی دعا، دعوت کی حقیقت اور اس کی شرائط و آداب اور ایمان و یقین پر مسلسل تقریبیں کہ درس حدیث اور مسلسل گفتگو اور مشورے یہ ان کے شب و روز کا معمول تھا۔ رات پر یہ تک بہ سلسلہ جاری رہتا، جہاں کچھ نہ لگ آ جاتے، بس بھارا جاتی۔ مولانا چاہئے کہ اپنے سینہ کی ساری نفوت اور اپنے دل کا سارا اور دبھیج کر ان کے سامنے رکھ دیں۔ کام کی نوعیت کی وجہ سے آنے والوں کا سلسلہ برا بر جاری رہتا۔ اس لئے مولانا کی گفتگو برا بر جاری رہتی۔ تقریبیوں کے بعد مولانا پڑے اہتمام اور درد و سوز سے طویل دعا کرنے اور سننے والوں کی آنکھیں فم اور دل گرم ہو جاتے۔ بعض شدت اثر یا فرط نہاد میں سے بے ساختہ روپڑتے اور آنکھوں کو غسل صحت دیتے۔

یہ دعائیں اپنی نماشیر وقت کے لحاظ سے مانگنے والے کے خلوس و یقین، دل شکستگی اور شان بندگی اور بے کسی دبے چارگی کے ساختہ ناز و اعتماد کی وجہ سے تقریبیوں سے کسی طرح کم نہ یقین، اور بہت سے لوگ جو بعض اوقات مشغولیت کی وجہ سے ان تقریبیوں سے محروم ہو جاتے اس دعا کو غنیمت اور حاصل تقریب اور اپنی آمد کا سب سے بڑا فائدہ سمجھتے۔

مولانا ان جلسوں کو بالکل لا حاصل سمجھتے تھے، جن کے بعد عمل کا کوئی قدم آگئے نہ پڑتے۔ تبلیغ کے جلسوں میں بھی جہاں انہیں بلا یا جاتا وہ پہلے سے وعدہ لے لیتے کہ تمہیں اتنے آدمی فریبے ہوں گے یا انہی جماعتیں نکالنی ہوں گی شب و روز کے ان نکولات کے علاوہ اسفار اور دوروں کی ایک مسلسل زنجیر تھی جو شتم بونے کو نہ آتی متنی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت ان ہی سفروں کی رولٹ فائم ہے اور اس کی زندگی اور قوت کاراز اسی میں ضمیر ہے اس لئے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کے دوروں کا کیا حال ہو گا۔ جہاں مولانا تشریف لے جاتے وہاں پہلے سے بہت اہتمام کیا جاتا اور ہزاروں لاکھوں افراد ذوق و شوق سے جیسوں میں شرپ کہ ہوتے اور مولانا کی طوبی تقریبیں سنتے۔ سینکڑوں جماعتیں باہر نکلنیں اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی جاتیں۔

مولانا اگر کسی کام کے آدمی کو دیکھ لیتے اور اس کی کوئی صلاحیت ان کے علم میں آتی تو وہ بے چین ہو جانتے کہ کسی طرح اس کو تبلیغ کی طرف متوجہ کر لیں۔ اچھی انگریزی جانتا ہوتا تو پہانتے کہ کسی طرح وہ تبلیغ میں لگ چکے اور اس کو پورپ کے کسی ملک یا امریکیہ بھیج دیتے۔ اچھی عربی جانتا ہوتا تو پہانتے کہ عرب نماںک میں تبلیغ کے لئے بھیج دیں۔ اسی طرح انتظامی صلاحیت اور عقل و فرست جس میں جو بھی خوبی ہوتی مولانا دیکھ کر بے چین ہو جانتے کہ یہ دین کے کام کبھی نہیں آہتی ہے۔

مولانا کی سب سے بڑی خصوصیت اور ان کی عظمت کاراز یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول پر قرآن ہونا کس کو کہتے ہیں۔ اس کے راستے میں اپنے آپ کو مٹانے اور مٹا کر خوش ہونے میں کیا لذت ہے۔ وہ کیا بات بتے ہو جب کسی کو حاصل ہوتی ہے، اس کو بیسپرپل کر رکھ دیتی ہے۔ پھر اس راہ کا گرد و غبار اس کو نیم سحری سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔ راستے کے کانٹے مبنے ہوئے پھر بن جاتے ہیں اور لذت کے پھر پرے اپنے سانحہ "بوئے دوست" لاتے ہیں پھر

آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اور اس کو صرف ایک یاد رہتی ہے، اور اس میں وہ اس طرح مست و سرشار رہتا ہے کہ پھر کوئی فائی لادت، عارضی دولت اور وقتی منفعت اس کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔

کسی طرح اس کی تکریں ایک تکریں سست کر رہے جاتی ہیں اور انگلائیں ہر طرف سے ہٹ کر ایک "رخ زیبا" پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ کس طرح اس کا سبیله حسد سے ندادت سے نکلتے ہیں، انانیت سے خود غرضی سے اور تمام رذائل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اس کو کسی اور طرف رخ کرنے کی فرصت ہی باتی نہیں رہتی، کسی طرح وہ اپنے دیوار، اپنے جسم، اپنے دل، اپنی نگاہ، اپنے وقت، اپنے مال اور اپنے اہل و عیال سب کے ساتھ پروانہ کی بنے نتابی لئے ہوتے اور بلا کسی ملامت کی پروانہ کئے ہوئے اپنے محبوب و مطلوب پر شمار ہو جاتا ہے۔

اللہ کے انس بندے پر مرض کا حملہ بھی اس حالت میں ہوا کہ وہ تفریب کر رہا تھا اور انتقال کے بعد یہ شان خنی کر جنازہ تیار ہے اور جما عنتوں کی تشکیل بھی ہو رہی ہے اور ہدایات بھی دی جا رہی ہیں۔ فضائیم سے بو بھل ہے، لیکن دین کے قافلے پر عدم قدموں کے ساتھ اپنے راستے پر روائی دوائی ہیں۔ اور وہ کام جس کے راستہ ہیں اس نے جان دے دی۔ اسی قوت، لیکن سکون اور خاموشی کے ساتھ باری ہے۔ محبت کے دعویداروں اور اس "جنس نایاب" کے خردباروں کے لئے مولانا کی زندگی ایک ایسا آئیسہ ہے جس میں وہ عشق کی بولتی ہوئی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ اور اپنے "سفر جنوں" کے لئے سامان نشاط فراہم کر سکتے ہیں۔

پروانہ کا حال اس محفل میں ہے قابلِ رشک اے اہلِ نظر،
اک رات میں یہ پسیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا، اور مرجھی گیا

اتحاد اور امت مسلمہ

حضرت مولانا محمد پرسف صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال سے بین دن پہلے یعنی ۲۶ فریض ۱۴ مطابق ۳۰ مارچ منگل کے دن بعد نماز فجر رئے وہ نہ
ضلوع لاہور، میں ایک اہم تقریب فرمائی تھی ریڈ آپ کی زندگی کی اہم آخری تقریب
تھی، ہمیں یہ تقریب مولانا عبدالعزیز صاحب گھلوی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

”دیکھو میری طبیعت تھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی، اس کے باوجود
ضروری تجھ کے بول رہا ہوں۔ جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا۔ ورنہ اپنے
پاؤں پر کھڑاڑی مارے گا۔“

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور
صحابہ کرام نے بڑی مشقیں اٹھائی ہیں۔ اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی
کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ ہیں۔ بلکہ ملکوں سے ملکوں سے ہوں، اب مسلمان اپنا امت پنا
یعنی امت ہونے کی صفت، کھو چکے ہیں۔ جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری
دنیا پر بخاری تھے۔ ایک پیکا مکان نہیں تھا۔ مسجد تک پہنچنے نہیں تھی۔ مسجدیں چڑاغ تک نہیں
جتنا تھا مسجد نبوی میں ہجرت کے لوگوں سال چڑاغ جلا ہے۔ سب سے پلا چڑاغ جلانے والے
تمیم داری ہیں۔ وہ ۹۷ھ میں اسلام لائے ہیں۔ اور وہ ۱۰۵ھ قریب قریب سارا عرب اسلام
میں داخل ہو چکا تھا۔ مختلف قویں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جب یہ
سب کچھ ہو گیا اس وقت مسجد نبوی میں چڑاغ جلا۔ لیکن حضور ہبوب نور بدایت لے کر تشریف لائے تھے
وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی بھیل ہو چکا تھا۔ اور امت بن چکی تھی۔ پھر یہ امت دنیا میں
انہی جدھر کو نکلی ملک کے لئے پروں میں گرے۔ یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی

اپنے خاندان، اپنی بارداری۔ اپنی پارٹی۔ اپنی قوم۔ اپنے وطن۔ اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال و جایداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ رسول کیا فرماتے ہیں، امت جب ہی بنتی ہے۔ جب اللہ رسول کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک امت تھے۔ تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہر جانشینی۔ اب ہزاروں لاکھوں کے لگے کٹتے ہیں اور کافیوں پر جوں نہیں بیٹھتے۔ امت کسی ایک قوم اور ایک علاقوں کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے۔ بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے چڑکار امت بنتی ہے۔ جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے۔ اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے۔ وہ امت کو ذبح کرتا ہے۔ اور اس کے مکرے سے کرتا ہے۔ اور حضورؐ کی اور رحمابیؐ کی مختتوں پر پانی پھیزتا ہے۔ امت کو مکرے مکرے ہو کر کہ پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ بہود نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی ٹھانی امت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکار نہیں کر سکیں گی۔ ایسیم یہ اور راکٹ ان کو نہیں ختم کر سکیں گے۔ بلکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصیتیوں کی وجہ سے باہم امت کے مکرے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے تھبیا اور تمہاری فوجیں فخر کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پڑ رہا ہے اور مر رہا ہے کہ اس نے امت پسے کو ختم کر کے حضورؐ کی قربانی پر پانی پھیز دیا ہے۔ میں یہ دل کے غم کی بانیں کہہ رہا ہوں۔ ساری دنیا ہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی محبوں گئے کہ امت کیا ہے۔ اور حضورؐ نے کس طرح امت پناہی تھی۔

امت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدا نی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو۔ مدرسہ کی تعلیم ہو جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ابن محبم ایسا نازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرنے والت عصیتیں بھرنے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کرو بلکن میری زبان مت کاٹنا کہ زندگی

کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور نے فرمایا کہ علی کافائل میری امت کا سب سے زیادہ شقی اور بدجنت نہیں آدمی ہو گا۔ اور مدرسہ کی تبلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک تغیریبے نقطہ لکھ دی جا لائے اہنؤں نے ہی ایک روگمراہ کر کے دین کو برداشت کیا تھا۔ توجہ یا قیس ابن طہم اور ابوالفضل فیضی میں تھیں وہ امت بنسنے کے لئے اور خدا کی یعنی نصرت کے لئے کہے کافی جو سکتی ہیں۔ حضرت شناہ سعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید اور ان کے ساتھی دینداری کے حفاظت سے یہ تین عجوب عتیقے۔ وہ جب صرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنایا۔ تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال کر یہ دوسرے علاقے کے لوگ میں ایک بات بہاں کیوں چلے۔ انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرانی ان کے لئے ہی ساقی شہید کر دیئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر اعتماد پنپے کو توڑ دیا۔ اللہ نے اس مزرا میں انگریزوں کو مسلط کیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔

بیا در کھو بیسری قوم اور بیسرا علاقہ اور بیسری برادری یہ سب امت کو توطئے والی باتیں
ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعید بن عبادہ جیسے بڑے صحابی سے
اس بارہ میں جو غلطی ہوئی رخواگر دب نہ لگنی ہر ق تو اس کے نتیجہ میں انصار اور مهاجرین میں
تفصیلیت ہو جاتی، اس کا نتیجہ حضرت سعید کو دنیا ہی میں بھکٹنا پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو
جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آوازنامی وہی اور بوجنتے والا کوئی نظر نہ آیا۔

قتنا سید المخرجوں سعد بن عبادہ مریبانہ بہم فلم یخیط فنادک
اس دافع نے مثال قلم کر دیا درستین دیکاراچھے سے اچھا ادمی بھی اگر تو میت یا علاقہ کی بنیاد
پر امت پنے کمزورٹ سے گاتو اللہ تعالیٰ اس کمزورٹ کے رکھ دے گا۔

امت جب بُشے گی جب امت کے سب طبقے مخالفتی اس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کے گئے ہیں اور یاد رکھو امت بیٹے کو توڑنے والی ہیزیں معاملات

اور معاشرے کی خرابیاں ایک فرد یا طبقہ جب دوسرا سے کے ساتھ نہ انصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا راحت اس کو نہیں دیتا یا اس کو تجھیف بہنجاتا ہے یا اس کی تجھیف اور بے عزیزی کرتا ہے۔ تو تفسیر یعنی پیدا ہوتی ہے۔ اور امتحان پناٹھتا ہے۔ اس نے میں کتنا ہوں کہ صرف کلمہ اور تیسی سے امت نہیں بنتے گی۔ امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بننے گی۔ بلکہ جب بنتے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد فریاد کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تجھیشیں حبیل کے اس امت کو امت بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک دن لاکھوں گروڑوں روپ پر آئے۔ ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا۔ اس وقت امت بھی ہوئی تھی یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک بھی قبیلہ یا ایک بھی طبقہ کے ذمہ پر بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے دو لوگ تھے جو حسنگر کی صحبت کے غبار سے ہڑ سے اور خواص سمجھے جانتے تھے۔ انہوں نے مشورہ سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حسنگر کے قبیلہ والوں کو اس طرح حضرت عمرؓ کے اقارب حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ والوں کو پھر حضرت عمرؓ کے قبیلہ والوں کو اس طرح حضرت عمرؓ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے جب یہ بات حضرت عمرؓ کے سامنے رکھی گئی تو اپنے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس امت کو چونچھوٹا ہے اور مل رہا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور اپنے کے صدفی میں مل رہا ہے۔ اس نے بھی حسنگر ہی کے تعقین کو معیار بنایا جائے ہو جس سب میں اپنے سے زیادہ فریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے بخودم جو میں چاراں قبیلہ پر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے اس طرح سب سے زیادہ بھی ہاشم کو دیا جائے۔ اس کے بعد بھی بعد مناف کو پھر تفصیلی کی اولاد کو پھر کلاب کو پھر کعب کو پھر مرہ کی اولاد کو، اس حساب سے حضرت عمرؓ کا قبیلہ بہت بھی پر رچتا تھا حالانکہ بہت کم موجود تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلے کو اتنا پچھیے قابل دیا۔ اس طرح بھی تھی یہ امت۔

امت بخش کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ اپس میں جوڑ ہو پھر وہ نہ

پر سے حضور کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لا یا جائے گا۔ جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، نیلخ سب کچھ کیا ہو گا مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا۔ یعنی اس کی کسی بات نے امت میں تفرقی ڈالی ہو گی۔ اس سے کہا جائے گا۔ پہلے اپنے اس ایک لفظ کی نزاوج گفت لے جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہنچا، اور ایک دوسرا آدمی ہو گا جس کے پاس نماز، روزہ، حج وغیرہ کی بہت کمی ہو گی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہو گا۔ مگر اس کو بہت ثواب سے نواز جائے گا۔ وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے اس کو نیایا جائے گا کہ تو نفع فیض میں پیدا ہو گیا۔ یہ سب نیز سے اسی لفظ کا صدقہ اور ثواب ہے۔

امت پکھے بنانے اور بگاؤ نے میں بھوت نے اور بھوت نے میں سب سے زیادہ ذہل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور بچاڑتی بھی ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساوکی نکل جاتی ہے۔ اور اس پر لامٹی چل جاتی ہے اور پورا فساوکھڑا ہو جاتا ہے۔ اور ایک ہی بات بھوت پیدا کر دیتی ہے۔ اور پھر ہوتے دلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبان پر قابو ہو۔ اور یہ حب ہو سکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا غیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ ہے اور اس کی ہربات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خریج ان میں پشتون سے عدالت اور راہیں چلی آرہی تھی۔ حضور صل اللہ علیہ وسلم حب بحرث فرماد کہ مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضور کی اور اسلام کی برکت سے ان کی پشتون کی راہیں ختم ہو گیں اور اوس نورخراج شیر و شلنگر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ہر دلوں نے ایکیم بنائی۔ کہ کسی طرح ان کو بھر سے لے لیا جائے ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے۔ ایک سارشی آدمی نے ان کی پرانی راہیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کے انتقال پیدا کر دیا۔ پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں۔ پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضور کے کسی نے جا کر کہا۔ آپ فوراً تنزیہ لائے

اور فرمایا کہ میرے ہوئے قم آپس میں خون خرا بہ کر دے گے، آپ نے بہت منقصر گرد و دے بھرا اور
خطبہ دیا، دونوں فریقوں نے محسوس کریا کہ ہمیں شیطان نے ور غلایا، دونوں روئے اور
گھے مے اور بیہ آیتین نازل ہوئیں۔ یَا اَيُّهَا الَّذِينَ اَمْتُوا النَّفَّاثَاتِ هُنَّا لَا تَشْعُرُونَ
اِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْمِدُونَ ۝ ۱۷۸ اے مسلمانو خدا سے ڈرو جیسا اس سے
ڈرنا چاہیئے اور مرتے دم نک پورے پورے مسلم اور فرنبردار بندے بنے رہو، جب آدمی
ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا۔ اس کے قمر و عذاب سے ڈرنا رہے گا۔ اور ہر دم اس کی نابعدی
کرے گا تو شیطان بھی اُسے نہیں بہ کا سکے گا۔ اور امت پھٹ سے اور ساری خرابیوں
سے محظوظ رہے گی۔ وَاعْتَقُسُوا بِجَنَاحِ اللَّهِ جَبِينَ حِلَالَ لَقْرَفُوا وَأَدْكُرُوا بِعَمَّةِ
اللَّهِ سَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَادًا إِنَّمَا لَهُتَّ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْكُمْ بِيَنْعِيشَتِهِ
أَخْوَانَنَا وَحَكْنَتِهِمْ لَكُلَّ مَشَهَدٍ حُصْرَةٌ مِنْ الْمَسَارِيِّ نَاقِدُكُمْ
سِنْهَا — المفتراء — اور اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور
اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے نخاہے رہو ایعنی پوری اجتماعیعت کے ساتھ اور امت
پیشے کی صفت کے ساتھ سب مل جل کر دین کی رسی کو نخاہے رہو اور اس میں لگے رہو، اور قوم
کی نبیا و پریا علاقوں کی نبیا و پریا زبان کی نبیا و پریا کسی اور نبیا و پریا کو دے ٹکر دے نہ ہو، اور اللہ
کے اس احسان کو نہ بھولو لو اس نے تمہارے دلوں کی وہ عدالت اور دشمنی ختم کر کے بھو
پشتوں سے قم میں جلیں اور ہی تھی۔ تمہارے دلوں میں الففت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی
بنا دیا اور قم آپس میں لڑنے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے میں گئے ہیں دلے تھے
کہ اللہ تعالیٰ نے قم کو تحامیا اور دوزخ سے بچایا۔

شیطان تمہارے ساتھ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ قم میں ایک گروہ ہو جس کا موضوع ہی
محلالی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر بڑا اور ہر فساد سے روکنا ہو۔ وَتَتَكَبَّرُ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ
إِلَى رَحْبَرِيَّا مَرْوَدَنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْتَرُكَ هُنُّ الْمُفْلِحُونَ

امت بیں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ جیں کی طرف اور ہر قسم کے خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کمئے اور بخرا اور بیکی کے راستہ پہنچنے کے لئے محنت کرتا رہے نمازوں پر محنت کرے، ذکر پر محنت کرے، حشوں کے لائے ہوئے علم پر محنت کرے، برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے، اور ان عصیتوں کی دبھے سے امت ایک امت بھی رہے۔ **وَلَا تَكُونُوا كَأَنْذِيرَنَّ لَفَزَ مَتَّوْا وَ احْتَسَفُوا مِنْ نَعِيْدِ مَا هَبَّكُمْ مَتَّهُمْ اَبْتَيْنَتِ دَوْأِيْدِكُمْ عَذَابَ عَذَابِيْمِ ۝** جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیری دی کر کے اور الگ الگ راہوں پڑھل کے اختلاف پیدا کریں گے اور امت کے امت پیشے کو نذریں گے۔ تو ان پر خدا کی سخت مار پڑے گی۔ **وَأُدْنَىكَ نَهْمُمْ عَذَابَ عَذَابِيْمِ ۝** دین کی ساری تعلیم اور ساری پیزیں بھوڑنے والی اور بھوڑنے کے لئے ہیں۔ نمازیں جوڑنے ہے، روزہ روزہ میں جوڑنے ہے، تج بیں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبان والوں کا جوڑنے ہے، تعلیم کے حلقے بھوڑنے والے ہیں، مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحرث الخالق کا بین دین یہ سب بھوڑنے والی اور بست بیں لے جانے والی پیزیں ہیں اور قیامت بیں ان اعمال کے لئے محنت کرنے والوں کے چہرے نوافی ہوں گے۔ اور ان کے بخلاف باہم بعض دحسد، غیبت، بخشکوری، توہین و تحقیر اور دل آزاری یہ سب بچوٹ ڈالنے والے اور توہنے والے اور دفعخ میں لے جانے والے اعمال ہیں۔ اور ان اعمال والے آخرت میں رو سیاہ ہوں گے۔ **يَوْمَ شَيْءَنَ وَجْهُوهُ وَتَسْوِدَ وَجْهُوهُ ۝ فَمَا أَلَّذِينَ اسْوَدَتْ وَجْهُوهُمُ الْكُفَّارُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُرُّوْقَتُوْا الْعَذَابَ بِمَا لَنْتُمْ تَكْفِرُوْنَ ۝ وَإِذَا** **الَّذِينَ ابْيَضُتْ وَجْهُوهُمْ فِي دَحْسَنَةِ اللَّهِ هُمْ بِنِيهَا حَلِيلُوْنَ وَنَمَّ** "جنوپی نے بچوٹ ڈال کے اور بچوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہو گا۔ وہ قیامت کے دن قبروں سے کامے منہ بھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان و اسلام کے بعد کفر

والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب پچھوا درجہ محبک راستہ پر چلتے رہے ہوں گے ان کے چہرے نورانی اور حمکتے ہوئے ہوں گے اور ذہ بہیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے:

میرے بھائیوں و ستوابیہ سب آئین اس وقت انزی خبیں جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ان کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا، ان آئیوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو فرکی بات کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آج ساری دنیا میں امت پناہیوں کی محنت چل رہی ہے اس کا علاج اور توڑی ہی ہے کہ تم اپنے کو حضور والی محنت میں لگادو مسلمانوں کو مسجدوں میں لا اُد وہاں ایمان کی باتیں ہوں۔ تعلیم اور ذکر کے حلقوں ہوں، دین کی محنت کے منورے ہوں، مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقہ پر ان کاموں میں حصہ ہوں۔ جب امت پناہیوں کا ان بالوں سے پکیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے چار پانچ بیٹھیں تو بہیشہ بارکھیں کہ پانچوں یا چھٹوں اللہ ہمارے ساتھ ہی موجوڑ ہے اور وہ ہماری ہربات سن رہا ہے اور وہ کھر رہا ہے۔ کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت پناہیوں کی غیبت اور جعلتوں کو نہیں کر رہے۔ کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے یہ امت حضور کے خون اور فاقوں سے بنی تھی۔ اب ہم اپنی معمولی معمولی بالوں پر امت کو توڑ رہے ہیں یا اور کھونا ز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں ہو گی جتنی امت کے توڑنے پر ہو گی۔ اگر مسلمانوں میں امت پناہی جائے تو وہ دنیا میں ہر گز ذلیل نہ ہوں گے۔ روس اور امریکہ کی طائفیں بھی ان کے سامنے جھکیں گی۔ اور امت پناہی جب آجائے گا جب اذلۃ علی المُؤْمِنِینَ پر مسلمانوں کا عمل ہو۔ یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بنتے اور ذلت دنواضع اختیار کرنے کو اپنائے تبلیغ میں اسی کی مشق کرتی ہے جب مسلمانوں میں اذلۃ علی المُؤْمِنِینَ

والی صفت آجلاستے گی تو وہ دنیا میں اُخْرَیَةٌ عَلَى الْكُفَّارِ، یعنی کافروں کے مقابلہ میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے چاہے وہ کافر پورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

میرے بھائیو دوستو! اللہ رسول نے ان یادوں سے شدت اور سختی سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھیٹ کا خطرہ بھی ہو، دو دو چار چار الگ کانالپوسی کمیں اس سے شیطان دلوں میں بدگمان پیدا کر سکتا ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام تباہیا گیا۔ اِنَّا لِلتَّحْوِی مِن الشَّيْطَانِ لِيَكُنُونَ اَسْذِرِينَ آَمُتُوا وَلَبِئِسْ بِعْنَارٍ هُمْ شَيْئًا لَا يَأْدِنُ اللَّهَ، اسی طرح تحقیر اور استہزا اور تمسخر سے منع فرمایا گیا لایسخ قوم میں قویٰ عَسَى أَن يَكُونُ لَهُمْ هَنَيِّرًا مِنْهُمْ، اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی براہی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے اور جو براہی کسی کی معلوم ہو گئی ہو اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا۔ اور غیبت کو حرام کیا گیا۔ غیبت اس کا نام ہے۔ کہ جو دانتی براہی کسی کی معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے۔ دَلَا تَخْتَبِسُو اَلْيَقِنَ بَعْنَكُمْ بَعْنَتْ، یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت وہ پیغزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کر کے امت پسند کو تورتی ہیں ان سب کو حرام فزار دیا گیا اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے امت جرحتی بنتی ہے اس کی تائید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا۔ کیونکہ اس سے امت بنتی نہیں بڑتی ہے۔ امت جب بنتے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں اس لئے مجھے عزت نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کر دوں، ان کا اکرام کر دوں۔

اپنے نشسوں اور پانی ذالوں کو قربان کیا جائے گا۔ تو امت بنتے گی اور امت بنتے گی تو عزت طے گی۔ عزت اور ذات روس اور امر یکتا کے نقطوں میں نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھوں ہے۔ اور اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے جو شخص یا قوم، خاندان، طبقہ چمکانے

دلے اصول اور اعمال لادے گا۔ اللہ کو چکار دیں گے جو مٹنے والے کام کرے گا اس کو مٹا دیں گے۔ یہ ودیبوں کی اولاد ہیں۔ اصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کے ان کو توڑ دیا جسما پر کرام بت پرستوں کی اولاد تھے۔ انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا۔ اللہ کی رشتہ داری کسی سے ہنسی ہے۔ اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔ دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھوٹک دو کہ حضور کی امت یہیں امت پنا آجائے۔ اس میں ابیان و نیقین آجائے۔ یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی امت بن جائے۔ بخوبی نہ کرنے والی، نافرمانی نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور سانحیبوں کی تحریر و تفسیر اور تجسس و غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہی محنت اس طرح کریں گے جس طرح ہونی چاہیئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتیں میں بھجواد راصول کی پابندی کراؤ۔ پھر اتنا اللہ امت بنتے والا کام ہو گا۔ اور شیطان اور نفس خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے!

اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور رضاہا نے پر خصوصیت کے سانحمرد دیا۔ اور حسب معمول دعا پڑ تقریر ختم ہوئی۔

ایک اہم تصریح

ۃ میاں جوؑ محمد عبیتؑ کے بیاض سے :-

خَدَّهُ وَنَصِيلَ سَلَّمَ رَسُولُهُ الْكَرِيمُ ط

بھائی دوستو! بڑی وقت کی بات یہ ہے کہ اپنی غلط کاری کی بنابرہ ہمارا ذریعہ
الفرادی بن چکا ہے، دین کے بارہ میں بھی اور دنیا کے بارہ میں بھی، یہاں کے بارہ
میں بھی اور آخرت کے بارہ میں بھی۔ ذہن بیہن گیا کہ اس اپنی ذات والے حال میں
لگا رہے۔ خواہ دین کا حال ہے یا دنیا کا، اس سے اپنا سملہ درست ہو جاوے گا
حالانکہ شخصی احوال پر طاقت خرچ کرنے سے بلا و مصیبت کم نہیں ہوتی بلکہ اضافہ
ہوتا ہے۔ اجتماعی احوال کو جب تک مجیک نہ بنایا جاوے اس وقت تک شخصی
حالات درست ہونا مشکل ہے۔ اگر اجتماعی زندگی کی خرابی پر کوئی اجتماعی مصیبت آپرے
تو پھر ہر کسی کی شخصی بھی بگرتی چلی جاوے گی، اور اس کے بر عکس اگر اجتماعی زندگی کو بہتر
بنانے کی سی کی جا رہی ہوگی، تو ایک ایک شخص کا الفرادی مسئلہ بھی بہتر ہونا چلا آوے گا۔ جب
کسی قوم، ملک یا امت کا اجتماعی مسئلہ بگردا ہوا ہوا در طاقت اس کی وسیعی پر لگائی جاوے
تو وہ اجتماعی بھی درست ہو جاتا ہے اور ہر کسی کا شخصی بھی درست ہو جاتا ہے، میں
غلط نہیں، ہوتی ہے کہ فلاں نذریر کے نہ کرنے کی وجہ سے معامل بگردا ہے۔ حالانکہ ہمارے
ایک ایک مسئلہ کا بگڑانا اور بننا اجتماعی مسئلہ کے حافظ ہے۔ ہاں اگر تمہوڑے سے آدمی
مسئلہ پر طاقت لگاؤں تو سب کے مسائل اجتماعی اور الفرادی درست ہو جاویں گے اور
اگر کچھ لوگ بھی پوری قوم میں سے اس کا فکر رکھنے والے نہ ہوئے تو اجتماعی کے ساتھ
ہر کس کا شخصی مسئلہ بھی بگرت جاتے گا اور سوائے حسرت دیاں کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

اجتہادی مسئلہ کے بگڑنے کی صورت میں اگر قوم کے ادیاء اللہ اس کے سدھار کے لئے راتوں کو رو روگر بھی وعائیں کریں گے تو ان کی دعا بھی بھی حالات کو بہتر نہیں بنایا سکتیں اگر خدا تعالیٰ کے ہاں سے فضیلہ ہو جاوے کہ کسی ملک کے انسان بھوکے مری تا اگر بھوک سے بچنے کے لئے ایک ایک شخص پوری طرح جان بھی کھپا رہا ہوگا تب یہ بھی ایک ایک کر کے بھوک سے ہلاک ہو جاویں گے۔ اپنی ذات کے مثلم میں لگانا ہی تو اجتماعی کے لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ جوں جوں اپنی ذات کے لئے جان کھپا دے گا۔ اسی تدریج اجتماعی حالات بگڑتے جائیں گے اور یہاں تک بگڑیں گے کہ احادیث میں آتا ہے کہ لوگ قبروں پر سے گزرتے ہوئے حضرت کریں گے کہ کاش ہم بھی قبروں میں ہوتے، آدمی آدمی کو کاثر کھا جاوے گا، ہر جب ہو گا، کہ ہر کسی کا جذبہ جا نہ روندیکا طرف اپنی ہی ذات کے لئے ہوا، ایسے انسان انسانوں کے جامیں درندے ہوتے ہیں، ساری پریشانی اس وجہ سے ہے کہ وقت تو اجتماعی مسائل کے لئے قربانی دینے کا ہے اور کوشش اس کی کردے ہیں کہ اچھا ہے۔ جب تک دوکان چلتی رہے چلا رہا، یا زمین میں لگا جاوے لگے رہو، نعمت اپنے لگنے سے مسائل درست نہیں ہوتے بلکہ اللہ پاک ہی لگا رہتے ہیں اور وہ ہی بناتے ہیں۔

لیکن اس بات پر جانابہ کہ جس چیز پر اللہ پاک طاقت لگوانا چاہتے ہیں اس میں لگنے سے تو مسائل تھیں ہوتے ہیں اور جن مخلوقات پر انسان اذن خود طاقت خرچ کرتا ہے۔ اس سے مسائل بگڑتے ہیں۔ افرادی بھی بگڑتے ہیں اور اجتماعی بھی۔ طائفت جب مخلوق پر خرچ ہونے لگیں تو خدا کا خصب نازل ہونا ہے اور نیچو یہ ہوتا ہے کہ جو ایک ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں وہ جان لیوا ہو جاتے ہیں، جس طرح چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اسی طرح حالات بھی اللہ کی مخلوق ہیں، سوراخ مخلوق ہے۔ چاند مخلوق ہے، نہیں وآسمان مخلوق ہیں، اور سارے جانور بھی مخلوق ہیں، یہ حالات

لی مخلوق ہنیں ہیں احالت مستقل طور پر اللہ کی مخلوق ہیں، یہ بات ہنیں کہ انگرکسی نے چاہا تو امن کر دیا اور چاہا تو فساد کر دیا۔ ہنیں بلکہ یہ احوال اللہ پاک کے لانے سے ظاہر ہوتے ہیں، جس طرح سورج اللہ کی مخلوق ہے۔ اسی طرح وہ روشنی جو اس میں سے نکل رہی ہے۔ وہ بھی اس کی مخلوق ہے۔ جب چاہتے ہیں سورج سے روشنی نکلتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سلب فرمائیتے ہیں۔ کسی ہتھیار سے آدمی ہنیں مر جاتا بلکہ سورج وہ آدمی اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح اس کی موت بھی اللہ کی مخلوق ہے، جب اللہ پاک مارنا چاہتے ہیں تو موت و قرع میں آتی ہے، اسی طرح عزت و ذلت، فقر و فاقة وغیرہ سب اللہ پاک رہی کی مخلوق ہیں۔ ہمین علم سے پیٹ کا بھرنا لظر آتا ہے اور اسی طرح سے وہ سری چیزیں میں ہم غلط طور پر احوال کو دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور غلط تخلیق قائم کرتے ہیں، حالانکہ قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے کہ پرانی ہم اتارتے ہیں بھیتی، حسنه، اگاتے ہیں۔ ایک عورت اگر خدا کی مخلوق ہے تو اس کے اندر میں جو بچہ ہے وہ بھی اللہ رہی کی مخلوق ہے۔ مخلوق کی وقت خالق ہنیں بن جاتی، جماں اول چیز کو بنانے والا ہے وہ سری کو بھی دہی بنادے گا، کسی مخلوق کو مخلوق میں راستے ظاہر ہوتا) دیکھ کر (اس مخلوق پر) طاقت خرچ ہوگی تو منہد بگڑتے گا۔ روٹی کھانے میں پیٹ بھرنا (یعنی پیٹ بھرنے کی لازمی خا میست) ہنیں ہے۔ حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ کبھی میری یہ حالت تمی کر دوٹی کھاتے کھاتے میرا جیڑا دکھ جاتا تھا اور پیٹ ہنیں بھرتا تھا۔

جو کچھ بھی ہے زمین سے لے کر آسمان تک اور جو اس وقت موجود ہے اور جو آگے آنے والا ہے، ساری رہی چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اور سارے احوال بھی اس کے مخلوق ہیں، تو بس جب کچھ لینا ہو اس کے لینے کے لئے اللہ رہی پر طات مرف کی جائے۔ اگر خوف سے گھبراہٹ ہے تو بھی رابطہ اللہ پاک سے ہی پیدا کیا جاوے۔ جس خوف کو اللہ پاک سے ہٹوا دے گے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہٹ جاوے۔

گا۔ اگر مخلوق پر طاقت صرف کر کے کرنی چیز حاصل کی تو وجود تو اس کا بھی اللہ ہی کے پیدا کرنے سے ہو گا۔ تاہم مخلوق کے واسطے کے کرنے کی صورت میں وہ فانی ہو گی۔

جو شخص اللہ سے نہ لے گا، بلکہ مخلوق سے لے گا تو بہت ہی پچھتا نا پڑے گا۔ اس لئے کہ جو چیز مخلوق میں سے آئے گی وہ فانی ہو گی اور اس کے فنا پر حسرت و افسوس ہو گا اور جو چیز اللہ سے آئے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہو گی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَما مطلُوب یہی ہے کہ تمام مسائل کو ایک ذات باری تعالیٰ سے ہی حل کرنا ہے۔ لہذا وہ تدابیر اختیار کرو جو اس سے لینے کی ہیں۔ اگر خداۓ تعالیٰ سے لینے کی تدابیر اختیار کی جائیں گی تو دنیا بھی ملے گی اور آخرت بھی۔ غیر خدا پر طاقت لگا کر ہم جو کچھ رہے ہیں کہ چیزوں سے کچھ پیدا ہو رہا ہے تو اس میں نظر کت کی جو آتی ہے۔ کوئی مخلوق اللہ پاک کے حکم کے بغیر کچھ دے نہیں سکتی۔ قرآن پاک میں بجہ بجہ بتلا یا گیا ہے کہ مخلوقات میں کچھ نہ سمجھے، بلکہ عقیدہ رکھے کہ اللہ ہی کرنے والے ہیں۔ اسی کو توحید کہتے ہیں۔

جس طرح مخلوق سے فائدہ اٹھانے کی تدابیر ہیں اسی طرح خداۓ تعالیٰ سے لینے کی بھی تدابیر ہیں۔ سارے احکامات بعد کو آتے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ پاک پر یقین پیدا ہو جائے اور اسی کے پیدا کرنے کے لئے انسانوں میں کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں اگر تھوڑا سا یہاں خوف برداشت کرایا جائے گا تو ہمیشہ کے خوف سے چھکا را ہو جائے گا۔ تھوڑی سی بھوک و پیاس برداشت کر لی جائے گی۔ تو ہمیشہ کی بھوک و پیاس سے نجات مل جائے گی۔ تھوڑا وقت بپوی بچپوں کی بدلائی میں گزر گیا تو ہمیشہ کا ساتھ نصیب ہو گا۔

حضرات! صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے تھوڑے دن بھوک پیاس یرداشت کی تو اس دنیا میں بھی بڑی بڑی سلطنتوں کے دبے ہوئے خزانے تک ان کے پیروں میں آپرے - مزورت ہے کہ ذاتی نثار کسی چیز کا نہ رہے، تب ہی ملک و مال کے فتنوں سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور اللہ کے لئے ہر کسی سے معاملہ کرنا آجائے، جب روپیہ نہ ہو تو بھی مٹاٹر نہ ہو، اور یہ رفیق یہ آجائے تو اس سے بھی مٹاٹر نہ ہو۔ ایسے ہی لوگ صلح ہیں جو مخلوق کا مٹاٹر نہ کر دیں۔

غرضیکہ اس وقت کے بگاڑ کی وجہ صرف بھی ہے کہ ہم سب بواللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے والے ہوتے وہ مخلوق پر جان کھپانے اور اسی سے لینے کے غلط تصور کے عادی ہو گئے۔ اللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے پر جس تدری اللہ کی مددوں کا یقین ہو گا، اسی تدریغی سے دروازے کھلتے جائیں گے۔ اگر خدا کے دین کے لئے جان کھپانے والوں کی تعداد بڑی سے اور اس پر یقین ہو تو پھر نک ساری مخلوقات اللہ کی ذات سے والبستہ ہے، ہماری مرغوبات ہوں یا مکروہات، اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔

جب یہ بات ہے تو دنوں کو پوری طرح مخلوق میں اللہ پاک کا یقین پیدا کرنے کے لئے مٹھو کریں کھائیں۔ اور راتوں کو اس کی جانب میں پوری طرح گریہ وزاری سے دعائیں مأجیں، تو انشا اللہ ہر طرح اجتماعی والفرادی احوال درست اور موافق ہو جائیں گے۔

عہدِ نبوی میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنے والے رفقاء سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جنت الدار حب کا ایک خطاب

عظمیٰ انعام اخخار فریدی صاحب (زاد آباد)

یوں سمجھئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس محنت کو ان کے طریقے پر سمجھیں اور کریں۔

الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے لیکن کسی بھائی کی محنت کامل نہیں ہے بلکہ ابتدائی درجوں میں ہے۔ اب اگر ہر جگہ کے محنت کرنے والے یہ سمجھیں کہ پوری محنت یہی ہے جو ہر ہر ہی ہے تو پھر اصل شکل پر کوئی نہیں پوچھ پائے گا۔ اب جو انسان بھی محنت شروع کرے وہ یوں سمجھے کہ میری محنت ابتدائی شکل پر ہے اس کو کہتے کہتے اس شکل پر پوچھنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھیوں نے کی تھی۔ جب وہ اصل محنت ہے تو انسان اپنی محنت کو اس کے مقابلے میں بالکل ادنی سمجھے۔ لہذا اصل محنت کو سامنے رکھ کر نیت کرے کہ انشا اللہ مجھے ترقی کر کے انتہا تک پوچھنا ہے۔

اب ایک تو یہ سوچا ہے کہ اس محنت کا فائدہ کیا ہے؟ دوسرے یہ سمجھنا ہے کہ وہ محنت کیا ہے اس محنت کا فائدہ یہ ہے کہ محنت کرنے والوں کو اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے والانوں کو

ہدایت مل جائے اور انسان دین پر اتنا ہی جلپیں گے جتنی خدا کی طرف سے ہدایت ملے گی۔
 تو اب محنت کی سطح جتنی بلند ہوئی جائے گی اتنی ہی خدا کی طرف سے ہدایت کی تقدیر حاصل
 ہوتی جائے گی۔ وہ محنت جب ختم ہو جاتی ہے تو ہدایت مسلمانوں میں سے نکلا شروع ہو
 جاتی ہے۔ پہلے ہدایت کاروبار اور معاشرت میں سے نکلتی ہے کہ کاروبار میں جو دین کے احکامات
 ہیں ان کو چھوڑ کر دوسرے طرقوں سے کاروبار چلانے لگتے ہیں پھر فرائض نکلتے ہیں اور پھر
 مختلف برائیاں داخل ہونے لگتی ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان دین سے نکلنے لگتے ہیں اور جب یہ دین
 کی محنت کی جاتی ہے تو ہدایت خدا کی طرف سے آنی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر جس درجے میں
 محنت ترقی کرتی جائے گی ہدایت پھیلتی جائے گی۔

ہدایت کی ایک سطح یہ ہے کہ نماز پڑھنے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ روزے زکوٰۃ، حج ادا
 کرنے لگیں۔ تیسرا یہ کہ ماں کمائے اور خرچ کرنے میں احکامات شرعیہ کی تعمیل ہونے لگے
 اس سے آگے یہ ہوتا ہے کہ خدا تمام انسانوں کو ہدایت دینے لگے۔ ہدایت کے بعد دین زندہ
 ہو گا اور ہدایت محنت کے بعد آئے گی۔ قواب ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں پہل
 رہے، میں بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محنت نکل
 چکی ہے۔ اب جتنی جہاں کے بندوں نے دین کی محنت شروع کر دی ہے اتنی خدا نے پاک نے
 ہدایت دینی شروع کر دی ہے اور بعد از ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا یہے جہاں نمازی
 نہیں تھے وہاں کچھ نمازی ہو گئے۔ جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے جہاں
 حج نہیں تھا وہاں کچھ حج فائم ہو گیا۔ جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا وہاں تعلیم ہونے لگی لیکن ہدایت
 اس سطح کی ابھی نہیں ملی کہ کمائیوں کے اندر احکام پورے کریں اور کھانے پینے، مکان بنانے میں
 اور بیوں دین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی راہ اختیار کریں تو ابھی ہم مسلمان بھی اس کے
 محتاج ہیں کہ محنت کی سطح بلند ہوتا کہ پوری زندگی میں اسلام پر چلتے کی سعادت حاصل ہو۔ اور
 دوسرے انسانوں کو بھی اسلام کے سمجھنے کی ہدایت ملے۔ اب محنت میں دونوں یعنیں ہیں۔ ایک تو

محنت کرنے والوں کی تعداد بڑھا، دوسرے یہ محنت جو لوگ کر رہے ہیں ان کا مقدار محنت کی شکلوں میں بڑھنا۔ یہ دلخیجہ لاٹنیں ہیں۔ اگر لاکھوں محنت کرنے والے بن جائیں مگر محنت تصوری تصوری کریں تو پدایت تصوری تصوری آئے گی۔ اگر خدا الیسی صورت کر دے کہ محنت کر رہے ہیں ان کی مقدار محنت بڑھ جائے تو مسلمانوں کو بھی پدایت ہے گی اور تمام انسانوں کو بھی ہے گی۔

ابھی تک جو ہماری محنت کی نوعیت ہے وہ یہ ہے کہ مشغول لوگ اپنی مشغولیتوں میں سے تھوڑا تھوڑا وقت اس طرح نکال رہے ہیں کہ ان کے دینوں میں شاغل میں فرق نہ پڑے۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لئے قربانیاں دوائیں ہیں تھے اب محنت کرنے والوں میں جتنی حصوں والی قربانی پیدا ہوئی گی۔ محنت کی سطح بلند ہو گی۔ اب میر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا، تو ہر کام کرنے والے کو محنت۔ کب اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہئے یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین بھیلا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا عرب کار قبہ چھوٹا نہیں تھا۔ ہندوستان کے بڑے نہیں تو اس سے بہت کم بھی نہ تھا۔ اس وقت دنیا میں کمائیوں کے جو طریقے رواج پذیر تھے وہ بھی نہ تھے۔ پورے ملک میں کوئی حکومت قائم نہ تھی جس کے دفاتر وغیرہ کی نوکریوں کے ذریعہ بھی رزق کی سولت حاصل نہیں تھی۔ اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے جماجم سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حاجج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا تھا۔ لہذا حج کا شعبہ بھی اس زمانے میں کمائی کا شعبہ نہ تھا۔ کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے، تجارتی نظام بھی مکمل نہیں تھا۔ علاوہ نہ تھا۔ کہیں کھجور اونکوڑ اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ غرض کہ پورا عرب عام طور سے ننگا جھوکا پیاسا عرب تھا۔ زہب کے پاس کٹپے

تھے زمکنات تھے پانی اور کھانا بھی پورے عرب کو نہیں ملتا تھا۔ بھوک کی شدت میں کٹیرے کو دے بھی کھا جاتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین پر پڑا ہوا غون بقیہ تحقیق کے کہ کس جیزہ کا ہے، کس جگہ کا ہے، چاٹ جاتے تھے۔ اکثر علاقتے کمانی سے خالی اور بھوک سے بھرے ہوئے تھے۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ اس ملک پر حکومت کریں۔ حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی غدرت ہے اس وقت نہ پڑوں تھا نہ سونا۔ عرب کے لئے پر قیصر و کسری کی حکومتوں فوجی نظام رکھتی تھیں۔ کہ عرب ان پر کسی وقت پڑھائی نہ کر دیں۔ درستہ کوئی نظام حکومت عرب بھر میں نہ تھا۔ تو جس علک میں نظام پڑھانے کے لئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو اس ملک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی یہ جو مقامات تجارت وزراعت تھے وہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے سوانح مدینہ پاک کے آدمیوں کے سارے ملک کے خوش حال قبل مخالف تھے۔ سارا عرب منتظر تھا کہ کسے والے اسلام الائیں تو ہم بھی الائیں اور مکہ والوں نے آپ کی زندگی کے آخری دو یتک مقابلہ کیا۔ اب ایسے حالات میں جتنا کام ہٹوا۔ تمام کا تمام مدینہ کی بستی سے ہٹوا۔ جہاں بھی کوئی ایمان لانا۔ اُسے مدینہ بلا لیا جاتا۔ تو مدینہ ایسی بستی بن گیا جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر اگر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو اپنا ماں بھی لے کر نہیں آ سکتے تھے۔ مدینہ والوں کو ان کے رہنے کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں جما جرا اور مقامی برابر ہو گئے۔

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے، کچھ کے اموال مقام والوں نے چھین لئے۔ غرض کہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقروں اور مدینہ کے انصار کو سے کہ آپ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والوں کو کاروبار کرنے سے نہیں روکا گیا۔ جب تک کمانی کی شکلیں وجود میں آئیں مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں۔ غرض کے مدینہ میں بستے والوں پر اتنا بوجھ پڑ گیا تھا اور ان کے حالات ایسے ہو گئے تھے کہ کم از کم دس سال تک اپنے کاروبار جانے یا زیادہ اخراجات مہیا کرنے کے سبب ان کو کہیں باہر نہیں نکلنا چاہئی تھا

کمائی والے نظام کا ہی تقدیما تھا، انصار پر چونکہ آئنے والوں کا ضریب بھی پڑ گیا تھا اس لئے کھیتوں اور باغات کے کام میں بھی زیادہ انہاک کی اور زیادہ وقت لگانے کی ضرورت تھی تاکہ آئنے والوں کے اخراجات پورے کر سکیں کیونکہ مدینہ کے انصار کے بہت نے گھروں پر کمی کی خاندانی ٹھہرے ہوئے تھے۔ الفرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کو کمائی کی جھپٹی دینے کی بجائے دین کی پوری محنت اسی دن سال میں کی اور کرانی اور دین کی محنت کا ایسا نقشہ فائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضہ ہے پس گھر والوں کی پروردش (دیکھ بھال)، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھپڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے سب تقاضوں کو چھپڑ کر نکل جائیں۔ یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا انہیں مدینہ میں سونے نہیں دیا، جس طرح پکے نمازی آذان کی آواز سن کرتا مام چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی طریقہ سے مدینے والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جس وقت اللہ کے راستے میں دین و دین کی تقاضوں پر آدا لگتی۔ یہ آواز سودے خریدتے وقت سنی یا دوکان کھولتے وقت کان میں آئے یا ضریب و فرخخت کے انتہائی انہاک کے وقت سنی جائے۔ یہ آواز بھجوک کے باخوں میں گھجروں کے تروڑتے وقت لگے، نکاح ہونے کے وقت لگے یا خصتی ہونے کے وقت لگے۔ عورتوں کے بچپن ہونے کے وقت لگے یا بیماری کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھروں کی موت کے وقت لگے۔ اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز میں سب چھوڑ جھاڑ کر نکل جائیں جو اس ہوئے ہیں۔ جہاں ضرورت ہوچے جائیں۔ جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گزاریں۔ جو جہاں پرستی اسے چھیلیں۔ یہ مراج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔ مدینہ پاک کے دُن سال کے قیام میں طیر حصہ جاتیں نکالیں جن میں سے ۲۵ اسفوں میں آپ خود رثیف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار آدمی نکلے، کسی میں پچاس نکلے، کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے، کسی

میں تین سو تیرہ ملکے، کسی میں دس، کسی میں پندرہ، کسی میں سات یا آٹھ ملکے۔ مدت کے انداز سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے۔ کسی میں تین ماہ، کسی بیس دن، کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ جو سوا سو جا عین نکالیں ان میں بھی ہزار نکلے، پانچ سو اور چھوٹے سو بھی کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے۔ مدت بھی چھ ماہ، چار ماہ سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گزارنے کا کتنا وقت پڑا۔ اور سال میں کتنے سفر کئے۔ اگر مسجدوں کو جوڑ کر تجیز کرو گے تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصے میں آئیں گے۔ اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعویں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آگر سکھو۔ چونکہ اسلامی زندگی باخوبی سے آئے گی۔ اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا۔ تو باہر نکلنے والوں کو مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے میں باہر سے آنے والوں کو دین سکھانا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قیام کے زمانے میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا علم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جاسکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنائی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت شروع کی تو باری لگا می ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کوئی لما کر پہنچ جانا، کوئی شام کو پہنچتا اور اور رات کو رہتا، عشاء بعد سے عبادت میں لگا رہتا۔ پھر سوتا۔ کچھ عشاء پڑھتے ہی سو جاتے اور اور پہلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیں گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے اب جو باہر سے جس وقت پہنچتے آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود رہتے، کبھی تعلیم کے حلقہ ہو رہے ہیں۔ تو آنے والوں کو اس میں بھاتے۔ نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں۔ ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔ اب حساب لگاؤ چھ سات ماہ تو باہر خرچ ہوئے، مسجدوں کی باری میں بھی دو ڈھانٹی ماہ نکل گئے۔ اب دنیاوی ضرورتوں کے لئے کتنا وقت رہ گی۔ ہر شخص کا وقت بیرونی نقل و حرکت میں بہت سا لگ گیا اور کافی وقت مدینہ آنے والوں کے سنبھالنے میں لگ

گیا۔ ذرائع آمدنی تر نام حالات سے بھی کم ہو گئے۔ اور اخراجات کنٹی گنازیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ، اپنا اور گھر والوں کا خرچ، جو دسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ، جو مدینہ کے غرباً باہر سکل رہے ہیں ان کا سفر خرچ، سواری، لباس، کھانا، باہر رائے خوش حال آئیں ان کی بھی دعوت کرنا، پھر ہم علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے۔ ان کی بھی مدد کرنا، غرضیکہ خرچ تو نصلی و حرکت کے نہ لئے میں بھی اور قیام کے زمانہ میں بھی بہت بڑھ گیا اور کمائی کی شکل میں ٹوٹ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باہر بھی اور مقام پر بھی فانی چھینے پڑے۔ بری بھی سہنی پڑی، گرمی بھی برداشت کرنی پڑی۔ غرض کہ قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ اپنایت کاٹ کاٹ کر مقامی اور بیردنی خاکوں کو چلایا۔ توجہ ایمان کا کام کرنے والوں نے ایمان کے تقاضوں کو کمایوں اور گھر کے تقاضوں پر مقدم کر دیا تو حق تعالیٰ شاذ نے اس نقشہ سے خوش ہو کر تمام عرب کی بیسنے والی قوموں کو اسلام میں داخل کر دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہو گئی جو کہ تربیت کی حکومتوں کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ایک ایک گھر وال سے خالی ہو چکا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ شاذ نے قیامت تک کے آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اسلام ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محنت سے پھیلایا۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اکثر قبائل کو پھر مرتد بنادیا۔ تاکہ قیامت تک کے آنے والوں کو پتہ چل جائے کہ جب بھی ہم اس محنت کو لے کر اٹھیں گے تو سارے عالم کے خاکے درست ہو جائیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا۔۔۔ یہاں تک کہ تین نو اور تین سرتیں مدینہ پر ایسی گذریں کہ ہر وقت جملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا بالکل خالی تھا۔ اکثر تو ملک شام کے رخ پر جیشِ اسامہ میں بھیجے گئے۔ نقیبہ ڈیڑھ سو قرب و جوار

میں نکلے۔ ظاہر کے اعتبار سے نکلنے کا بالکل موقع نہ تھا۔ محض حکم کی تعمیل کے جنبے سے نکل گئے اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک تلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آگی۔ ایک عرب گھرانہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا اور اس میں صرف ایک اہلگا جنت بھی نہیں کہ مسلمان بن گئے، بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوث آئے۔

تو اصل ایمان کی محنت کا نقشہ یہ ہے کہ ایسی فضایا کی جائے کہ جس کو جس وقت بہاء کے لئے کما جائے، سب مشاغل چھوڑ کر راہِ خدا میں چلا جائے اور جب باہر کے آدمی دین سکھنے کے لئے اس کے مقام پر آئیں تو یہاں بھی ان کے ساتھ لگ جائے۔ تو اب آپ غور کیجئے کہ آج کی محنتوں میں اور اس محنت میں کتنا فرق ہے۔ تو اصل سمجھوا اس نقشے کو، اور یہ سمجھو کہ ہماری والی نعمتیں ابتدائی ہیں۔ اور یہیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے۔ پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

محصر سی زندگی ہے۔ اس میں سے تھوڑا سا وقت ضروریات کے لئے کافی نہ پڑے کافیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔ اب ذہن میں یہ کھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؐ کے اندر وہن سے تخلی ہے۔ اس لئے ان کے بعد اور سب کے اندر وہس قربانی میں موجود ہیں۔ لہذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شاذ سے آئے گی۔

دین والوں سے نہیں پہلے گا بلکہ دین کی محنت سے کمیوں کے نقشے میں جو نقصانات اور کمیاں آئیں گی۔ اس قربانی سے پہلے گا اور جب یہ قربانیاں کمال تک پہنچیں گی تو ان قوموں کو آپ کے ذریعہ ہدایت ملے گی جو آسمان پر اٹھ رہی ہیں۔ اور ہم غریبوں کی طرف دیکھتی بھی نہیں اور وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبے میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں دہ اپنے نام کاموں کو اسلام کے احکامات کے مطابق بنالے گا اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے۔ جہاں آپ نے انصار سے ملنے اور ان کی

قریانیوں کا صلد دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بشرطیکہ یہ طے کرنا کہ خدا جو کچھ ان مختتوں کے بعد دے گا وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔ ایسا کرنے میں حضور کی جملک پائی جاتے ہیں۔ کیوں کہ آپ فربانیوں کے درمیں صحابہ کرامؐ کے ساتھ رہتے اور جب فوتیں ہٹنے کا وقت آیا تو آپ تشریف لے گئے۔ اس طرح جو حضرات اپنی جان مال کی قربانی کریں گے اور دنیا میں کچھ لینا نہیں چاہیں گے اور صرف آخرت پر نکاح رکھیں گے وہی حضرات آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے انشاء اللہ۔

آخری تھت پر

رکنیہ کے از فیق سفرِ مورخ ۱۹ ذی القعده سنہ ۱۴۰۸ھ ایجروی بطابن یکم اپریل ۱۹۸۹ء کا برہت شب جمعہ نماز غرب
بقام سید بلال پارک لاہور

اما بعد : اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین و آسمان میں بنایا ہے اُس میں سب وقتی رکھا ہے
وقتی پیٹ بھرنا، وقتی پیاس بجھانا، وقتی عزت، وقتی ذلت، وقتی موت، وقتی حیات، تھوڑی سی ریز
کے لیے تند رکتی ہے پھر بیماری ہے، تھوڑی دیر لذت پھر تکلیف آتی ہے۔ وقتی پروشوں اور وقتی
حاجتوں کا پورا ہونا دنیا کی چیزوں میں رکھا ہے اور انسان میں جو کچھ رکھا ہے وہ وقتی بھی ہے اور ابدی
بھی ہے، وقتی عزت اور ابدی عزت ایسی ہی ہjt و مکون اور حیثیں و صحت وقتی و ابدی، انسان میں
بودولیں رکھی ہیں وہ ایک طرف دنیا میں کامیاب بننے والی ہیں اور دوسرا طرف مرنے کے بعد
ابدی کامیابی دولانے والی ہیں اس لیے ایک انسان کی دولت کی قیمت ساتوں زمین آسمان بن سکتے۔
اگر انسان کے اندر کی دولت بگزبانتے تو ساتوں آسمانوں اور زمین سے نہ بن سکے اور اگر انسان کی روت
بن جائے اور اس کے اندر کی ماہی اجھرے تو ساتوں آسمانوں اور زمین کی کامیابی سے زیادہ کامیابی طبقی
ہے۔ دولت تو بہت بڑی چیز ہے اس دولت کا حرف اقل اور خشت اقل "اللہ" کہنا ہے، اکوی
خالی "اللہ" کے اس میں بولنے کی دولت رکھتی ہے۔ یہ اللہ کہنا بھی بہت بڑی دولت ہے کیونکہ لفظ
اللہ کہنے والا ایک بھی دنیا میں باقی رہے گا تو زمین و آسمان اسی طرح کھوڑے رہیں گے اگر ایک بھی "اللہ"
کہنے والا از رہا تو اللہ تعالیٰ سارے زمین آسمان کو توڑ چھوڑ دیں گے۔ اگر آدمی کے اندر میں کوئی اور دو
بھی نہ ہو صرف ایک دولت نا ہو رہی کہ زبان سے اللہ کہہ رہا ہے یہ دولت اتنی بڑی ہے کہ ساتوں
آسمان و زمین اس پر کھوڑے ہیں، نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کچھ بھی نہ رہا صرف اللہ کو مانے اور کے
"اللہ" بس اتنی سی دولت اتنی بڑی ہے کہ اس سے ساتوں آسمان و زمین کھوڑے ہیں، اگر اتنی دولت
بھی نہ رہے تو پانچ ارب انسان بھی ہوں تو مرن گے، دریا، خشکی اور ہوا کے سارے جا نہ رجہا دات!

نیات رب ختم ہوں گے۔ اگر انسان کے پاس وہ اللہ والی دولت نہ رہے تو سب ختم کروئیے جائیں گے ایک اللہ کنا آنی بڑی دولت ہے کہ آسمان و زمین اسی پر قائم ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوكُرِبَتْنَا اللَّهُ مُشْفَرٌ أَسْتَقْعَدُ مَوْعِدَنِيَّةَ عَلَيْهِمُ الْمُتَعَلِّكَةَ أَلَا تَعْفَفُوا وَلَا تَحْذَأُنُّوا وَ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ (حَمْدٌ السَّجْدَةُ ۝ ۲۴)

ترجمہ:- "جن لوگوں نے رسول سے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اُس پر مستقیم ہے، ان پر فرشتے اُتریں گے کتنے زندگی کر دے رہے ہیں کہ وادیِ جنت (کے لئے) پر خوش رہو جس کام سے رپینگریں کی معرفت (و عده کی جایا کرتا تھا:-

اللَّهُ رَبُّ ہیں، یہ لفظ نہیں بلکہ ایک محنت ہے، اگر کہ کہیں دوکان سے پتا ہوں یا کسی کمیتی یا ملازمت یا سیاست یا حکومت سے پتا ہوں تو یہ کہنا لفظ نہیں ہے بلکہ ایک محنت ہے اتنا کہنے کے بعد محنت شروع ہو جاتی ہے کہ زمین غیرہ تا ہے، ہل چلاتا ہے، غلڈ لا کر بیچتا ہے جانور اور مکان خریدتا ہے، نکاح کرتا ہے غرض اس لفظ کے پیچے لمبی چڑی محنت کی زندگی ہے۔ اپسے ہی جب کہا کہ "ہمارے رب اللہ میں" تو بات ختم نہ ہوتی بلکہ یہاں سے شروع ہوتی کہ جب اللہ پانے والے میں توغیروں سے پلنے کا یقین نہ کھاؤ یہ پہلی محنت ہوتی کہیں زمین و آسمان اور اس کے اندر کی چیزیں دوں سے نہیں پتا بلکہ اللہ سے پتا ہوں اس کو محنت کر کے دل کا یقین بناؤ اس یقین کو رک دریشیں میں آوارنے کے واسطے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

"اللہ سے پتا ہوں" اس بول کی حقیقت دل میں آوارنے کے لیے ملک و مال تجارت زراعت کی محنت نہیں ہے بلکہ وہ قوی دل سے نکل کر زبان پر آتے گی۔ یعنی اللہ کی ربوبیت کے یقین والی محنت چھوڑ کر ملک و مال والی محنت پر لگے گا تو اللہ کی ربوبیت دل سے نکل کر زبان پر رہ جاتے گی۔ نبیوں والی محنت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت اس لفظ پر کرنی ہوگی یعنی کہ اس حقیقت تک پہنچ کر ہمیں براہ راست اللہ سے پتا ہے ٹھاکر پانے میں کمیتی اور دوکان کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے حکموں سے پتا ہے۔ اگر اس کی حقیقت پیدا ہو جائے تو امر کیا اور دوس سمجھی

تمہاری جو نیوں میں ہونگے شرط اتنی ہے کہ صرف زبان کا بول نہ ہو، دل کے اور کی حقیقت ہو تو بنایاں، کامیابی ملے گی۔ اور عذابِ قبر سے بچو گے، ہوریں، باغات اور سونا چاندی کے مکانات، ہمیشہ کی جوانی، حسن و جمال اسی پر ملے گا۔ اس کو دل میں فرشت کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے۔ کائنات میں جو کچھ ہے ذہن تابع، مدد و اور فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس لا محمد و دغیر فانی ہے۔ پروش اس لا محمد و دکی طرف سے ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر ہے۔ محنت کرد، اللہ تعالیٰ تربیت کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کو معبد بننا کر خدا تعالیٰ کی عبادت کر کے پکنا ہے۔ اگر عبادت سے پلنے پر محنت کر دے گے تسب ول میں اُترے گا۔ عبادت نماز ہے، نماز تمہارا اپنا طریقۂ استعمال ہے، زمین یا موڑ یا جانوروں کے طریقۂ استعمال کا نام نماز نہیں، بلکہ اپنے آئندھوں کا ان، ناک وغیرہ کو اس طرح استعمال کرنا سیکھو جیسے آپ نے استعمال کیا، سونا چاندی اور کائنات سے پلنے میں کیا ہے؟ زیندارہ یعنی زمین سے غلہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، تجارت یعنی دوکان سے فائدہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال نماز کیا ہے؟ کائنات سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دونوں ہبھاں میں لینے کے واسطے ہمارا طریقۂ استعمال یہ نماز ہے، ہم کو صرف اللہ پالے گا اس میں ہمارا استعمال آپ کے طریقہ پر ہو گا۔ آپ کی کس طرح غارِ ثور میں حفاظت ہوئی، بدھیں فتح کیاں سے ملی ہندتی میں پورش سے کیسے بچے؟ اس سب کے واسطے جواب ملے گا کہ نماز پڑھ کر خدا سے ماںگتا تو خدا نے کیا۔ آپ کے جتنے منکے ہیں اگر کوئی پوچھے تو یہی جواب ملے گا کہ نماز سے ہوا ان کی عینی عبادت آپ نے کی ہے کسی ولی نے بھی نہیں کی۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے اتنی لمبی نماز پڑھی کہ نماز پڑھتے پڑھتے سو کھی مشک کی طرح ہو گئے تھے اور رانوں تک درم آگیا تھا، اچھے بہادر بھی اگر نفلوں میں آپ کے پیچے کھڑے ہوتے تو سارے دن بدن میں درد ہوتا چاہر، پائیں، چہ پاروں کی رکعت ہوتی۔ ایک مرتبہ جتنا بڑا قیام آتا ہی بڑا کوئی، قمر، سجدہ اور جلسہ کیا، آپ نے ایسی چار رکعتیں پڑھیں ہو سماں بی آپ کے پیچے کھڑے تھے ان کا بڑا عالم ہوا، آپ نے صبح کر فرمایا اگر مجھ پر تہرا تو میں مختصر کر دیتا۔ آپ نے عبادت کر کے اللہ کو رسمی کیا۔ اللہ نے کہا مانگو، آپ نے قیامت تک اُمت کا

پلٹا نالہ کو کوئی دشمن نہ سمجھ سکتی سے نہ مٹا سکے اور اس امانت کو بخشنیش کا اور آخرت کی نجات کا نیندہ کر دیا۔ اب چاہے کتنے بھی گناہ کرے۔ آپ کام عانی چاہنا پوچھوں ہو۔

آپ نے کہا کہ آپ میں لڑائی ہے ویر دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ قوہ گلا۔ دنیا میں عملی کی سزا ہے، جو کچھ اللہ سے منوایا اُس کے لیے آپ نے کیا راستہ اختیار کیا۔ خدا جانے کتنی لمبی امانت ہے۔ قیامت تک کا بقاء کر دیا، اور آخرت کی مغفرت کر دی۔ یہ کس بات پر ہے؟ ایسی نماز پڑھی ہے کہ اللہ کو ترس آیا، جب آپ نماز پڑھ کر اس امانت کے لیے روتے تھے تو زمین تر جاتی تھی حضرت ہبہ نہیں کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ جا کر پوچھو اتنے کیوں رہ رہے ہیں؛ فرمایا کہ اُمانت کے لیے رورا ہوں جواب دیا کہ رودمت ہم اس امانت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے، یہ عبادت اور نماز پڑھیا۔ ایک دن آنالمبا سجدہ کیا کہ صحابہ کرام کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ کام ہے اُمانت کی مغفرت کی بشارت مل چکی، یہ اُس کے شکریہ میں آنالمبا سجدہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ دن کا فاقہ تھا لیکن کسی عاشق زار سے بھی نہ کہا بلکہ سجدہ میں جا کر نماز پڑھی اور خدا سے مانگا کہ اے اللہ اربوٹی فتنے والیں اگر حضرت عائشہؓ سے پوچھا، جواب دیا کہ ابھی کچھ نہیں ہے۔ پھر مسجد تشریف لے گئے تب میں چار تربے یوں ہی کیا تھیں۔ عیسیٰ یا چوتھی مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اللہ نے دیا یعنی حضرت عثمانؓ نے اگر دیا اور انہوں نے روکر کہا لھر سے منگرا لیا کرو، آپ نے کہا کہ جو تے کا نس بھی ٹوٹے تو اللہ سے مانگو۔ اللہ جمارے رب ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ نماز کے ذریعے مسئلے کو حل کراؤ ورنہ زبان پر رہے گا۔ اللہ رب ہیں۔ لیکن جب نماز پڑھنے کر کے روٹی، اولاد، مکان، صحت، عمرت اور امن کے مسائل حل کرائے جائیں تو نماز سے ہو گا بخشی مسائل کا حل شخصی نماز سے ہو گا اور ملک کے مسائل ملکی نماز سے حل ہوں گے اُنفرادی شہری ویہاتی مسائل کو نماز پڑھنے کر کے اللہ سے حل کراؤ۔ یہ رب ہونے کی محنت ہے، آپ نے سب صحابہ کرام کو محنت پڑالا، کسری و قیصر، امر کیہ و روس کی طرح تھے، دونوں بلاکوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے قدموں پر ڈالے اور دیباتی لوگ گورن بنئے، یہ سب کچھ نماز سے ہوا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتوحات ہوئیں۔ پھر بعد میں بڑا بھاری زبردست قحط پڑا۔ چاروں طرف سے لوگ میرے

آئے حضرت عمرؓ نے انتظام شروع کیا اور دعا کی کہ یہ لوگ مرنے نہ پائیں، بخاری انتظام تھا، حضرت عروج عاصیؓ کو مصر میں خط لکھا کہ مددی سے غل بھیجو، جواب دیا کہ کھلتے پینے کا سامان لا دکر اونٹوں کا آنا بڑا فائدہ بھیجوں گا جس کا پہلا افتادہ میرزا میں اور آخری مصر میں ہو گا رضاخا نجف غل آیا اس وقت ہذا میں پہچاس ہزار آدمی تو حضرت عمرؓ کے دستر خان پر روزانہ کھانا کھاتے تھے، دیبات میں اگر ایک گھر بھی بتوڑا تو کھانا دنماں بھی بھجا جاتا، بہت لمبا چڑا انتظام کیا گر قحط بڑھ رہا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک صاحب نے ایک بجری زندگی کی تو اس میں سوائے ہڈی، خون اور کھال کے کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد اس آدمی کی جنیگی اور کہا "د احمداء!" ہاتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "آنکھوں میں سے آنسو نکلے، پڑکر سو گئے خواب میں حضورؐ کی زیارت ہوئی، فرمایا کہ عکر کو میرا سلام کر کر کوک تو تو عقل مند تھا کیا ہوا؟ آنکھ کھلی تو حضرت عمرؓ کے دروازے پر جا کر ہیامیر المؤمنین احباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام لانے والے کو جواب دو، حضرت عمرؓ بھول میں آپ کا زمانہ جان کر دوڑے، دروازے پر یاد آیا کہ یہ حضورؐ کا زمانہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ لرز گئے اور کہا کہ میری زندگی میں فرق اگیا، سارے مدینہ کے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا میں آپ کی زندگی سے بدلا تو نہیں، فرمایا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟ خواب ناتر سب نے جانا، صرف حضرت عمرؓ نے سمجھا، مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری نماز اور دعا قبول ہے تو انتظام کے چکر میں کیوں بچنے دیا کیوں نہیں مانگتے؟ حضرت عمرؓ نے وہیں بارش کی دعائیگی، قحط دوڑہونے کی دعائیگی، مختصری دعا تھی اللہمَ إِنِّي أَنَا شَفِيرٌ وَ نَسْتَسْقِيْكَ مِنْ پَارِتِيْكَ سے پہلے بارش شروع ہوئی، جانوروں میں جان پڑنی شروع ہوئی، دیباتیوں نے کہا کہ جاردن طرف سے بادلوں میں سے یہ آواز آہی ہے اتنا کَ الْفَيْثُ ابا حفص! " اے عمر! تو نے بارش مانگی، آگئی " ایسی نماز اللہ کے رب ہونے کی بنیاد پر پڑھی تھی، اللہ پانے والے میں تو نماز پر محنت کر کے حضور ولی نماز بنانی پڑے گی۔ فضائل اور مسائل پر بھی محنت کرنی پڑے گی، وضو، امامت، اقتداء، کے مسائل پر بھی محنت کرنی پڑے گی، جو زمانے اُن کے لانے کے لیے بھی محنت کرنی پڑے گی، حضرت بناؤ کی سیرت بناؤ رکنے والوں کو مسجد میں لاو اور سیکھاؤ، صحابہ کرام کے زمانہ میں زبردست محنت

کے میدان قام کئے گئے تھے، اللہ کے رب ہونے کی بنیاد پر نماز کا قیام تھا، شریعت انسانوں کا اور پر آنا اور انسانی زندگی کا بنانا یہ سب جب ہو گا کہ آپ کے طریقہ کی نماز کو دنیا میں قائم کرنے کی محنت کرو، تم خود نہ کر دے گے بلکہ خدا کرے گا، دوکان کیتیت سے پلنے کے منصوبہ کی بجائے

اللہ سے پلنے کے لیے نماز پر محنت کرنی ہو گی، یہ زبردست محنت ہے پلے تو لا ربت الا اللہ میدان محنت ہے، پھر ایسی نماز کر کو کہ "اللہ تَبَشَّتَ" کی ترتیب قائم ہو ایسی نماز بناؤ کہ ایمان پر نماز ہو، اگر عذابِ قبر سے حفاظت ہو اور قیامت میں روشنی ملے۔ نماز کو ترتیب کے لیے چاکرو کرو، اپنی کمائی میں سے وقت نکالو اور کھیتی سے پلنے کے لیقین کو ختم کرو، اللہ سے پلنے کے لیقین کو پیدا کرو، اسی کی دعوت دو، ذاتِ الہی کے غزالوں کی عظمت اور بڑائی کو سنو اور آنسو نکلو وہ ذات تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جاتے، انْ تَعْبُدُوا اللَّهَ كَاتِبٌ تَرَاءُوا لَخْ۔ یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کر کر گویا خدا کو دیکھتا ہے یا اُس وقت ہو گا کہ ذات و صفات کو دیکھنے کلہ، نماز کے فائدوں کا علم اندر کر لینا ہو گا، ذکر و اخلاص سے لینا ہو گا، اپنے اندر پیدا کرنا اور رسولوں کے اندر پیدا کرنے کی محنت کرنا، یہ مسجد کا کام ہوا، دوکان، کھیت کا لیقین ہٹانا ہے اور مسجد والے اعمال کا لیقین لانا ہے عدالت اخوا، چوری، دلکشی سب کرکیں گی اگر آپ والی ساری چیزیں محنت کر کے مسجد میں چلا دی جائیں۔

اللہ کو الشاد اور رب کہنے کی بنیاد پر یہ محنت ہو گی۔ اس کے لیے مسجد کی چیزیں پلاو۔ آپ نے مسجد کی چیزیں بھجو کے اور پیاسے رہ کر چلاتی تھیں، سردی سے بدن پکارا ہے میں اور مسجد میں تعليمِ حل رہی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی رکتے ہیں کہ صحابہ کرام کا مجمع تھا، آپ اُن کھڑے ہوئے ان میں سے مجھے پہچانا اور آپ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے گروہ فقراء مهاجرین! انہیاں سے پانچ سو برس پلے جنت ہیں جاؤ گے اس کے لیے امامت، اقتدار، خشوع، خضوع، صفت سیدِ حقی کرنا، ان سب بالتوں پر محنت ہے، وہ نماز بننے جس نماز سے خدا دنیا کی ترتیب بدیں، زانیوں کو زنا کرتے سوئے سزادیں۔ اس کے لیے نماز کا ماحول بننے پھر طاقت کا مظاہرہ ہو گا۔ اگر اللہ کو رب مانتے ہو تو یہ محنت کرو کہ اللہ رب ہیں وہ نماز پر اور نماز کی تعلیم پر پالیں گے بحث دیں گے۔ قرض دُور کریں گے۔ اسے بیٹھ کر سفنو

فضلات کی تعلیم ہو گئی تو مسلم ہو گا کہ باہر والوں کا بچاؤ مسجد کے اندر کی آبادی سے ہے ورنہ بڑھنے مفرق ہو گا یہ حدیث
ہے۔ یہ باتیں بخوبی مذکور کی اتیں معلوم ہوں گی۔ ہم عزت، حفاظت اور خالق کی ارادت دعویٰ ہو رہے ہیں ؟ اور
یہ عزت، حفاظت اور غنا کیماں ہیں ؟ تمیں سب پیشیں نماز میں ملیں گی، دعوت، تلاوة قرآن ذکر وغیرہ
پر یقین ہو، نماز کے ابرا در اندر بھی ایک بھرا ہو، اللہ اکبر کہہ کر سُبْحَانَ اللَّهِْ بِحَمْدِ اللَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ کے ایمنی تربیت کرنے والے اللہ میں سارے عالم کی تربیت کرنے والے اللہ میں۔
ایسا کہ نَعْبُدُ مَنِ عَبَادَتْ پر تربیت کریں گے اور قیام و رکوع عبادت ہے اس پر خدا پالیں گے اگر
میرا کوئی اور قرآن پڑھنا اور استقبال قبلہ آپ کے طریقہ پر آگیا تو اللہ مجھے پائے گا۔ پالنے والا عبادت
پر پائے گا، قیام آپ کے والے طریقہ پر ہو گا تو پائے گا۔ سُبْحَانَ رَبِّ الْعَظِيمِ میں بھی وہی بات
ہے کہ تربیت کرنے والے اللہ میں، عبادت پر تربیت کریں گے، رکوع عبادت ہے۔ سر، کمر، کولے،
آپ کے طریقہ پر ہوں گے تو اس پالیں گے۔ ہر ہجزو پر خدا سے پروردش کا یقین جباؤ جلسہ میں
رَبِّ أَغْفِرْ لِيْ كَمَا يَحْمِلُ اللَّهُ بَأْنَى وَالاَنْتَ۔

نماز کس بات سے شیک ہوگی ؟ ایمان، ذکر وغیرہ شیک کیا جاتے یقین، نیت، شکل شوق
اور دھیان بناؤ، اپنے یہیں بناؤ، دوسرا میں محنت کرو اپنے مغلظیں اور دوسرا میں گشت کرو۔
شہر اور گاؤں میں کوئی بے نمازی نہ رہے۔ ساری دنیا میں کوشش کرو نبوت ملنے کے بعد آپ نے
انسانوں سے یعنی کا کوئی راست اختیار نہیں فرمایا۔ آپ نے طائف، تبوک، میں ہضمروت اور سجد والوں
کی نماز بنائی، جو کلمہ پڑھنے میں نماز بنانے کی محنت کرے جب یقین بنے کہ اللہ رب ہے اور راستہ نافذ ہے
یہ دنیا میں چلے تو دنیا کی تربیت بر لے گی۔ نماز کو اندر سے بناؤ، مسئلہ کا اندر سے تعلق ہے، جب یہ
بنادر تو نماز کی بنیاد پر ہیں لاس شیک کرو۔ گھر، کار و بار اور معاشرت۔

حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہ طریقے لاوجال اللہ کی ذات سے پلنے کے لیے دیتے ہیں
آپ کے راستے میں بھی کافی اور گھر ہے اور انسانوں کے راستے میں بھی کافی اور گھر کے نتھے ہیں بھی کی
بنیاد پر نماز اور نماز کی بنیاد پر کافی یعنی جب کافی سے پروردش نہیں۔ بلکہ اللہ سے پروردش ہے تو اللہ

کامکم ان کر لیں گے، جب یہ بات ہے تو پھر کوئی کارما ہے؟ پہلے نماز سے پر درش می، لیکن نماز کے بعد درستے ہیں کہا نادرنہ کہا نہ اگر نہ کیا اور صرف نماز پڑھ کر اللہ سے یہ تو نیک ہے اس میں فتنہ شرط ہے کہ اگر نہ کہا تو کسی مخلوق کا مال نہ دینا اور انہمارہ تعالیٰ نہ کرنا، سوال نہ کرنا، تکلیف پسند قرآن فرز نہ کرنا، اللہ سے راضی رہنا۔ اگر انہی بات آجاتے تو کمالی کی صورت نہیں، اس کی مثال کے لیے چاروں سلسلے کے اولیاء اللہ ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی علیہ السلام ہیں اور اصحاب صفحہ ہیں اور لاکھوں مثالیں کہ صرف نماز سے کام چلا یا۔

اگر کمانا ہے تو اس پر بھی پابندی ہے اگر نہ کمانا ہو تو غصب، اشراف، سوال، بخنز، فرز و اور گھبراہٹ نہ ہو، اگر کاتے ہو تو یہ بنیاد ہے کہ کمالی سے نہ ملے کہا اللہ سے نماز پر ملے گا، اور آپ کے طریقے سے کمالی پر ملے گا، پھر خدا دے گا۔ میں پسیس کے لیے نہیں کہاں کا بکار آپ کے طریقے کمالی میں چلانے ہیں، کہا حکم پورا کرنے لیے ہے، ہم یقین کرتے ہوں کہ صرف اللہ پا لے گا۔

ہم تصویر اور بدمعاشی کے ناوی نہیں بھیں گے، حرام نہیں کمانا ہے جو چیزیں حلال ہیں اُن سے کمانے کے دو طریقے ہیں اس میں ایک طریقہ حلال ہے اور دوسرا حرام ہے۔ سور، قتا، بلی، ان کا کھانا حرام ہے۔ بکری، گائے، مرغی، ہرن حلال ہے۔ ان میں بھی حرام و حلال بننے گا، اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہ کر ذبح کیا تو حلال، ورنہ حرام ہو گا۔ بکری کو یعنی سے مار کر بسم اللہ اللہ اکبر کہا تو بھی حرام بننے گا۔ کیونکہ طریقہ ناطق تھا۔ پہلے تکمالی کی قسم ہے کہ حلال پر ہے یا حرام پر ہے۔ پھر حلال میں بھی طریقہ حلال ہے یا حرام ہے؟ اگر اللہ کے رب ہونے کا یقین ہے تو آپ کا طریقہ چالو کرنے کے لیے اُسی خدا کی رضا کے لیے کایتے۔ فحائل کے شوق اور مسائل کی پابندی کے ساتھ کایتے، جو بات نمازیں کھی وہی بات کمالی میں کھی اب کمالی، تجارت، زراعت میں رابطہ خدا کی ذات سے ہو تو دنیا میں چکنا اور بچلتا پھونا ہو گا، زرزلہ، سیلاہ، بیماری میں بھر کا مال بیکار نہ ہو گا۔ کیونکہ محبوب کا طریقہ ہے چاہے دوکانِ مٹی کی ہے آپ کا طریقہ ہے، ایتم سے زیادہ طاقتور ہے، پھر کمالی کی بنیاد پر بھر جلا دیں گے

کچھ لباس حرام اور کچھ حلال ہیں، کھانا اور طرز کچھ حرام کچھ حلال ہیں۔ اس یقین کو کہ اللہ رب

ہیں۔ آپ کے طریقہ پر پیسے خرچ کریں گے۔ لباس اور غذائی کی ترتیب آپ کے طریقہ پر ہوگی تو انہوں نے اس کا آپ کے طریقہ کا جھونپڑا کسری کے قدر سے بہتر ہے۔ مشترکین، مددیں، فتاق و نجار کی دھانات لائے کی کوئی کوئی بھٹی سے بہتر ہے۔ پانچ روپیہ کی جھونپڑی میں وہ خیر ہے جو سچاں لاکھ کی کوئی کوئی بھٹی میں نہیں ہے۔ اس کا نام ایمان ہے۔ آپ کے طریقہ کا سوار روپیہ کا کوتا مزیدار ہے۔ یہود والنصاری کی ترتیب والے سچاں لاکھ کے پکڑے سے اُس میں دُہہ مزہ نہیں ہے، آپ کے طریقہ پر اللہ پالیں گے اور یہود والنصاری کے طریقہ پر بگاڑیں گے، آپ کے طریقہ حضرت ابو بکر و عمر و عفی اللہ عنہما اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر گھر کا نقشہ آیا تو خدا پا لے گا، ورنہ بگاڑے گا۔ شادی کے طریقہ، دوادارو، ولادت و موت کے طریقہ میں بھی آپ کے طریقے آؤں گے، اپنے طریقے بدل کر آپ کے طریقے لو، اگر تم نے ان گھروں کو یہود والنصاری کے طریقہ پر رکھا تو پانی کی بوچھارا اور زینں کا جھٹکا اُسے توڑ دے گا، اگر آپ کا طریقہ ہے تو ایک فرم بھی نہیں توڑ سکے گا۔

لوہا، پتھر مسجد میں لگایا، بے قیمت ہے، قیمتی تو آپ کے طریقے ہیں، آپ کے بدن سے جو طریقے چلے دُہ قیمتی میں، حکم خدا کا ہو اور طریقہ آپ کے ہوں تو اگر ساری دُنیا کی کوئی کوئی ہیز سے جو اپنے ہمارت ہوں تو آپ کے پاخانہ پھرنسے کی سنت اس سے قیمتی ہے، آگے معاشرت ہے۔ جب کماں اور خرچ آپ کے طریقہ پر لاڈ تو غنی بنو گے۔ امریکہ اور روس اور ساری دُنیا خیز کی ڈُور کععت کے برابر بھی نہیں۔ ایک آدمی پانچ بزار روپیہ لے کر افریقہ گی۔ وہاں بہت نمازی بنے، انگلستان اور فرانس میں مسجدیں نہیں اس لیے مال یہاں خرچ کرو، زندگی سادہ بناؤ تو کافی کی ہوں نہ رہے گی۔ کماں کی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر و عمر و غیرہ و عفی اللہ عنہم کے نقشے پر آنے کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ قارون، فرعون شداد اور شریبوں اور زانیوں کے طریقے پر آنے کے لیے ہے۔ خوب پسیہ اور وقت بچے کا، جبکہ آپ کی تربیت کے طریقوں پر آؤ۔ امیر غریب کو جزو اتوساری دُنیا کی انسانیت پر احسانِ عظیم ہو گا۔ خدا خود بدله دے گا ایک ایک ناز پر ساتوں زمیں و آسمان سے ٹڑی جنت ملے گی، پھر معاشرت ہے، دُنیا میں انصاف چلانا ہے۔ ہم لاکھوں کی بلڈنگ میں رہیں اور

وکلِ محجوب پر ابھی شعلے نیز ظلم ہے، انصاف نہیں۔

یہ سید و انصاری دوسروں کا خون پیتے ہیں ان کی نقل آثار نے میں مرہ آتا ہے اور جس ذات کی اللہ علیہ وسلم نے فاقہ برداشت کئے اور اپنا خون بھایا ان کے طریقے پسند نہیں آتے آپ کے خون کے کمی قدر ہے، ایک وقت کا فاقہ اور خون کا ایک قدرہ ساری دنیا سے افضل ہے، عشقان مال دیتے تھے اور آپ امت کی ضرورت پر مال لگا کر فاذ کرتے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں، حضرت رضی اللہ عنہ نے ابو جبل کی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے میر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں حلال کو حرام نہیں کھاتا لیکن اس نکاح سے فاطمہ کو تسلیم ہو گی اور اس کی تخلیف سے مجھے تسلیم ہو گی۔ اتنی محبوب بیٹی کی شادی میں پچھیں روپیہ بھی نہ لگاتے حضرت فاطمہ ضرخ و حکیم پرستی تھیں۔ حضرت علیؓ مزدوری کرتے ہیں، مشکل ڈھوتے ہیں۔ چھپے پر درش پاتے ہیں جحضور کے پاس غلام باندی آتے، حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بھیجا کہ غلام باندی مانگو، ہاتھ طبائیں لے، حضرت علیؓ نے ہاتھ اور کوکھ دکھائی اور حضرت فاطمہؓ نے بھی کوکھ اور ہاتھ دکھاتے اور غلام اور باندی مانگے، آپ کو غصہ آیا، فرمایا تمیں غلام اور باندی دوں اور میری اُمت بھوکی رہئے آپ نے اپنے آپ کو اور اپنی کو قربان کر کے اُمت بنانی بے، تم اپنے عیش کو قربان کر کے اُمت کو سچا و قوم وطن، قبیلہ کے بن کر نہ جلو، اللہ کے بن کر جلو، پر ولیدیں اور مقامیوں کا مسئلہ ہو تو اُسے ظلم کا انعروہ نہ بناو، سندھی اور پنجاب کا تو نیز ظلم کا انعروہ ہے۔ جب کوئی ظلم کرے، جاہلیت اور عصیت پر مدد کرے تو نماز روزہ منہ پر چینیک کر مار دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم مسئلہ بھی نہیں ہے مسلم نے ہندو کو مارا اور مسلم کی مدد کی تو تم ظالم بنئے۔ ہر مسئلہ میں تم واقعہ کی تحقیق کرو۔ سندھی نے پنجابی کو پڑیا ہے، پنجابی نے پنجاب کا مال دیا اب کوئی ظلم اور انصاف کا مسئلہ ہے۔ مسلمان سے انصاف دلانا ہے انصاف والے مرسوں پر آتے ہیں اور ظلم والے پیروی پر گرتے ہیں، انصاف پر مدد اور مدد کا تو میت، اُوت، نبوت کی بنیاد پر مدد نہ ہو گی، کون ظلموم ہے؟ کون ظالم ہے؟ یہ دیکھا جائے گا۔ ان تینوں لائسنوں میں اللہ کو رب مان کر آپ کے طریقے پر آؤ تو راکٹ اور ایم بیم سے ہُندا

محفوظ کرے گا۔ آپ کے طریقہ پر کرے گا۔ آپ کے طریقہ لٹھنے پر نہ مانے والوں کو پیروی پڑ دلفا ہے اور مانے والوں کو سروں پر لا جاتے ہیں۔ پہلے عبادت کو طاقتور بناؤ پھر یعنی لا ائمہ کو ارشد کے رب ہے نہ پر آپ کے طریقہ پر اٹھاؤ تو خدا مرد کرے گا۔ اس لیے آپ نے کامی اور گھر کی ترتیب بنائی۔ اس پر آنا انسان ہو گا۔ اللہ انسان کرے گا۔

یورپ والے خون لینے والے ہیں اور آپ اپنا خون دینے والے ہیں۔ تراب تار کر سال کے مشترکمن، ملحدین اور یہود والنصاری نے جو خون کیا ہے اُسے دیکھو گے تو آپ کا طریقہ محبوب بنے گا۔ جب اللہ کے رب ہونے کا یقین ہو۔ اس لیے آپ نے اوقات کی ترتیب تائماً کی۔ سال بھر میں چار میئنے مدینی صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا مال لے کر خدا کے راستے میں نکلتے تھے عبادت کا ماخول دنیا میں قائم ہوا اور آخر مہینے اپنے مقام پر پہنچتے ہوئے اور اس عادوں مسجدیں اور آدھاروں کا رواجیں، آدھی رات مسجدیں اور آدھی رات گھر میں۔ اس کے اعتبار سے چار میئنے تمامی عبادات کا ماخول بنانے کے لیے دو میئنے کاروبار اور دو میئنے گھر کے لیے اور چار میئنے پر دنی نقش و حرکت کرتے ہوئے عبادت کا ماخول بنانے کے لیے۔

جب ایک طبقہ مدینی صحابہؓ کی ترتیب پر پڑ جاتے تو دنیا میں دین پھیلے اور یہ تو اعلیٰ ترتیب اور دوسری ادنیٰ ترتیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ چار میئنے دے اور سال چالیس دن اور ہر میئنے تین دن اور ہر ہفتہ میں دو گشت اور روزانہ کم تعلیم اور تسبیحات کی پانچ دنی اور ہفتہ داری اجتماع، یہ ترتیب ایسی ہے جیسے انگلی کٹو اکر شیدوں میں نام لکھوانا ہر ہفتہ میں بالا پارک کے اجتماع میں رات گزارے۔ عبادت کی یہ ترتیب قائم گرد، کسی دن نماز طاقتور بن جاتے گی۔ اور خُدا تمہیں اس راستے پر چلکا کر رہیں گے۔ اب بلوکون کس ترتیب پر آتا ہے؟

اس بیان کے بعد لوگوں سے چلتیں چلکے اوقات کی تشکیل کی گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب نکاح پڑھانے کی درخواست کی گئی۔ حضرت جیؓ نے نکاح پڑھایا۔ طبیعت پونک پہلے سے مضمضہ چل رہی تھی اس لیے کہ مشرقی و مغربی پاکستان کا تقریباً ڈیرہ ماہ سے زائد کا مستقبل سفر رہا جس میں شبہ روز

انہ ان مختت و مبالغتی کے باعثِ احت و ارام کا موقع نہیں ملا تھا، اس کے لیے اپنی سہیشہ کی عادت کے خلاف صرف ایک منت کی دعا فرما کر قریب کی تیار گاہ کی طرف تشریف ہے جا ہی رہے تھے کہ صحابی حافظ محمد صدیق فوجی کو بلا کر فرمایا کہ مجھے چکر آرہے ہیں اور اُس کا ماتحت پیدا کر چلتے رہے، یا ان تک کہ اچا کام سزیں پر بیٹھے پلے گئے، گرتے ہی پسینوں میں تربت ہو گئے، بشکل چار پانی پر لا کر لٹایا گیا، بیوی مشنی طاری ہو گئی، حکیم صاحب نے دو اکھلائی چند منٹ کے بعد مویش آیا، عشا کی نازد داؤ میوں کے ساتھ مل کر رات کو ساڑھتے میں بجھے ادا کی۔ پھر صبح کے وقت نماز سمع ادا فرمائی، مولانا انعام الحسن صاحب کو اپنی کتابوں کی زکرۃ نکال دینے کی وصیت کی، ڈاکھنہ، نے معاشرہ کے کا کہ اب خطرے سے باہر ہیں مگر شدید احتیاط کی جاتے جب سب گروہ جمع کی نظر میلے مسجد چلے گئے تو پھر عالم تغیریت ہو گئی، داؤ میوں کے ساتھ مل کر نماز اشارہ سے ادا فرمائی لیکن سالن اکھڑ چکی تھی بار بار رَبِّنَ اللَّهِ رَبِّنَ اللَّهِ پڑھ رہے تھے۔ احباب جماعت کے فرض ادا کر کے آئے اپنے فرمایا شاید وقت آخر ہے۔ سب لوگ قرآن پڑیں اور ذکر کریں اور خود حزب الاعظم کی دعائیں پڑھیں مشغول ہو گئے، بالخصوص وہ دعا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح کہ وقت پڑھ رہے تھے یعنی لا إلهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَذِهِ الْأُخْرَابُ وَحْدَهُ وَرَدْ زبان تھی اور آجُزَ وَعْدَهُ پڑھتے ہوئے شادت کی انگلی اسماں کی طرف بار بار اٹھاتے تھے، اتنے میں اکٹھ آگئے اپستال لے جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت جی نے اپستال کی بات سنی تو فرمایا "وَمَا عَوْرَتِينِ ہوں گی میں نہ جاوں گا" ڈاکٹرا اور با اثر حضرات نے غرض کیا کہ حضرت ایک عورت بھی پاس نہ آئے گی فرمایا "پھر کوئی مصلحت نہیں، آپ کو ایک بڑی کار میں لٹایا گیا۔ فرمایا کہ میرے ساتھ کون چل رہا ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب اور حافظ محمد صدیق صاحب وغیرہ نے کہا ہم سب ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ کوئی نہیں چل رہا ہے۔ بن اللہ ساتھ ہے۔

راستے بہر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا در زبان پر جاری رہا۔ ایک بار دریافت فرمایا کہ اب اپستال کتنی دور ہے۔ کہا گیا بس پنج رہے ہیں۔ اب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی

دراز در اوسکی بڑی چکی تھی۔ پھر ہونٹ کھلے طبیبہ کی تکرار سے بلتے رہے یاں تک کہ اسپتال کے دروازے ہی پر رحمت حق نے بے چین روح کو بڑھ کر اپنی آنکش میں لے لیا اور برسوں کے تنگے صافرنے رفیق اعلیٰ کے پاس جا کر آرام پایا۔ إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ دَارُ الْمَغْفِرَةِ۔

راہِ خدا میں نکلنے والوں کے لئے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی پیدائیا

مرتب ————— مولانا محمد منظور فتحیانی

[تبیینی اجتماعات کا پروگرام عمرانیہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک دو دن پر سے زور و قوت کے ساتھ حاضرین کو اس کی دعوت اور ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ ایمان و تقییٰ اور ایمان والے اعمال اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کچھ مدت کے لئے اپنے ما حل اور روزرو کے مشاغل سے نکلیں اور دوسرے بندگان نہ کو بھی ان کی دعوت دینے کے لئے ایک خاص پروگرام کے مطابق وہ محنت و مجاہدہ کریں — اللہ کے جو بندے اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں ان کی جماعتیں ترتیب دے دی جاتی ہیں اور اجماع کے اختتام پر ان کو ہدایات دے کر آور دعا کر کے رخصت کر دیا جاتا ہے — اپریل ۱۹۷۷ء میں مکلتہ کے قریب مگر ابھٹ میں ایک اجتماع ہوا تھا، راقم مسطور بھی اس میں شرکیہ تھا، پہلے دو دن کی دعوت و ترغیب کے نتیجے میں ایک ہزار سے کچھ اور بندگان خدا نے اپنے نام لکھائے جن کو قریباً سو جا عتوں میں تقسیم کر دیا گی، آخری دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے جا عتوں کو رخصت کرتے وقت جو تقریر فرمائی تھی وہ اس عاجزتے اشارات میں تلبینہ کری تھی — وہی ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ مضمون کی حد تک حضرت مولانا مرحوم کا ہے، لیکن الفاظ کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جاسکتی۔]

خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا۔

آفتاب نورانی ہے۔ اس کے اندر نور ہے۔ وہ اپنے نور کے ساتھ چکر لگانا ہے۔ تر زیماں میں نور پھیلانا ہے۔ اگر بجا شے نورانی کے وہ خود خلماقی ہوتا اور اس نور کے بجائے ظلمت ہوتی تو وہ دنیا میں ظلمت پھیلنے کا ذریعہ بنتا۔ آپ لوگ اپنے گھر حضور کو نکل رہے ہیں اور دور قریب کی دنیا میں پھریں گے۔ اگر آپ میں نور ہو گا تو آپ کے ذریعہ نور پھیلے گا۔ اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہو گی تو وہی ظلمت پھیلے گی، اس لئے آپ کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور ہو اور آپ خود نورانی بنیں۔ کسی انسان کی ذات میں فرنہیں ہے، نور دے اعمال سے انسان میں نور آتا ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کو نور دے اعمال کرنے میں تاکہ آپ کے اندر نور آئے اور آپ کے ذریعہ نور پھیلے، اور ظلمت والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ آپ ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

نور والے اعمال وہ محمدی اعمال میں جو اللہ کی رضاکے لیے کیجئے جائیں۔ ان اعمال کو اتنی کثرت سے اور تسلسل اور یکسینی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ان کے نورانی رنگ میں زنگ جائیں۔ وہ نورانی اعمال یہ ہیں:-

(۱) اخلاص کے ساتھ، ایمان و تقویں حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیم السلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوقی کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔

(۲) نماز اور حبلہ عبارات جس میں ذکر و توارث، دعا و استغفار سب شامل ہیں۔

(۳) علم میں مشغولیت۔ خاص کرده وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال و افعال کے آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان ہو۔ یعنی ترغیب و ترہیب۔

(۴) اچھے اخلاق جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے اور جن کی آپ نے تعلیم دی۔ جس کا خلاصہ اور حاصل ہے اللہ کی رضاکے پیسے اس کی مخلوقی کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا برداشت۔

یہیں وہ فورانی اعمال جن کے سلسل اور کثرت سے کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے اور زندگی فورانی بنتی ہے، آپ کر انہی اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے۔

یاد رکھیے آپ صرف اپنے مگر اپنے مگروں والوں اور اپنے خاص ماحدوں کو چھوڑ کر جائیں ہیں، نفس اور شیطان کو چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں۔ یہ دونوں دشمن ہر قدم پر اور دن رات آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کی بُری عادتیں بھی آپ کے ساتھ جا رہی ہیں، یہ سب چیزیں آپ کو ان اعمال کی طرف ٹکھنچیں گی جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دُور اور اس کی رضا سے محروم ہوں، آپ ان دشمنوں کے شرستے صرف اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس بات کا پرو اہتمام کریں کہ سونے کے چھوسرات گھنٹوں کے علاوہ دن رات کے تام اوقات بیں اپنے کو فورانی اعمال میں مشغول رکھیں — یا آپ ایمان کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت دیتے ہوں، یا نماز اور ذکر تلاوت دغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں، یا تعلیم اور تعلم میں گکے ہوں، یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں۔

نفس اور شیطان کے شرستے بچنے کی صرف بھی صورت ہے کہ آپ کا وقت ان کا بول سے فارغ اور خالی نہ ہو۔ خالی را دیلوی گیرد“

پھر یہ اعمال بھی فور حاصل ہونے کا ذریعہ اسی صورت میں نہیں گے جب کہ صرف اللہ کی رضا کے لئے اور آخرت کے ثواب پر نکاح رکھتے ہوئے کئے جائیں۔ اگر خدا نخواستہ نیت خالص نہ ہی تو بھی اعمال جہنم میں کھینچ لے جائیں گے — حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے یہی آدمیوں کے پارہ میں جہنم کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور جہنم میں سب سے پہلے انہی کو چھوٹکا جائے گا۔ ان میں ایک وہ عالم دین اور عالم قرآن ہو گا جو عمر بھر قرآن سمجھنے سکھنے میں مشغول رہا۔ دوسری ایک دولت مند سخنی ہو گا جس کو دنیا میں اللہ نے خوب دولت سے فواز اتنا کھا، اور وہ اللہ کی دی ہوئی دولت نیکی کے کاموں میں خوب کشادہ دستی سے خرچ کرنا تھا اور غیر اشخاص ایک شہید ہو گا

جو حیاد کے میدان میں دشمن کی تواریخ سے شہید ہوا ہو گا۔ لیکن ان تینوں اور میرن نے یہ اعمال خالصاً لوجہ اللہ نہیں کئے تھے، بلکہ دنیا میں ناموری اور شہرت درخت حاصل کرنے کے لئے کئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ تینوں قسم کے آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم دونوں اور تینوں کا حال چھٹا ہیں۔ تم لوگوں نے یہ اپچھے اور نرمانی اعمال بماری رضا کے لئے نہیں کئے تھے اور یہ جیزہ تینوں دنیا میں مل چکی، اب تھارے لئے یہاں کچھ نہیں۔ اس کے بعد ان کو ان کے انسی اعمال کی وجہ سے گھسیت کر جنم میں پھکرا دیا جائے گا۔ بلکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ پہلے رہ جنمی ہوں گے جن کے لئے سب سے پہلے جنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (العیاز بالله)

سوچئے تو کس قدر لزا دینے والی ہے یہ حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی مارتھے خوف کے ان کی خوبیں نکل جائیں اور ان پر بہرہ شی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اور ایک دفعہ جب ایک تابعی نے یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ سے سن کر حضرت معادیہ کے سامنے نقل کی تو حضرت معادیہ اتنے روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطہ ہو گیا بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی اور انہوں نے فرمایا:-

صَدَّاقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ صَنْ كَانَ يُبَيِّنُ الْحَبِيبَةَ الدُّنْيَا وَذِينَ تَهَا فَوَقَتِ الْيَهُمُ أَعْلَمُ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يَبْخُسُونَ ۝ أَوْلَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْأُخْرَى دِرَجَةٌ إِلَّا الشَّادُ وَ حَبَطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بَأْطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝	اللَّهُ تَعَالَى نے تَرَانَ پاکِ بیکِ زنایہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے بالکل بھی پوری پیاری کے کر جو کوئی پانچ اعمال میں نیا اور دنیا کی زیست زندگی میں چلے گا، اسکو اسے اعمال کا پورا تاجر و نیامیں سہیتے دیا گی اور ان کے نئے اس میں بالکل کی نہیں کی جائیگی۔ اس لوگوں کے لئے آخرت میں مرد وزنگ کی ہمکار کر کچھ ہر کا اندھہ عن انہوں نے کئے تھے و غائز جانی گئی اور بیکار لا حاکم جوکے اپنے اعمال
--	--

بہر حال نورانی اعمال نور پسیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب کہ وہ خالصاً اللہ کی رضا کے نئے اور آخرت کے نئے جائیں۔ اس لئے آپ کو ایک طرف تو اپنے نام اوقات انہی اعمال میں مشغول رکھنے ہیں اور دوسری طرف اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے۔ شیخان جب کسی بندہ کو اچھے عمل سے ہٹانہیں سکتا تو اس کی نیت میں فسار ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ — اللہ والے عمل اگر غیر اللہ کے نئے نئے جائیں تو ان میں اللہ والی نسبت نہیں رہتی اور اگر اللہ کی رضا کے نئے وہ اعمال کئے جائیں جو درحقیقت رضا والے اعمال نہیں ہیں۔ توان میں اللہ کی نسبت نہیں آتی اور وہ رضا کے الہی کا دسید نہیں بنتے۔ اس لئے دونوں کوششیں فریادی ہیں۔ ایک اللہ کی رضا والے اعمال میں مشغولیت، ہمدردم ایسی مشغولیت کہ ان کا بارگ پڑھ جائے اور نیت کی صحبت کا اہتمام ہجس کا مطلب یہ ہے کہ عمل سے مقصد اللہ کی رضا ہر۔ ساری کامیابی بس اللہ کی رضا میں ہے؛ اور اس کی نابراضی میں تمام ناکامی اور زنارداری ہے۔

میں بتاچکا ہوں کہ اس نکلنے کے زمانے میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ سب سے پہلی چیز ہے ایمان و یقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت۔ اس دعوت کے بعد عمومی گشت ہوں گے، خصوصی گشت ہوں گے جن کے اصول و آداب گشت کے نئے نکلنے وقت بتلاتے جائیں گے۔ ان کو دھیان سے سنا جائے۔ پھر جب آپ دعوت کے نئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیخان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کر گا اس لئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شیطان و نفس کے شر سے بچائے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے۔ پورے گشت میں اس کا اہتمام ہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے۔ نیکا ہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہی کے سامنے رہے۔ جس طرح جب کسی مریض کو اسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی اسپتال کی عالی شان عمارتوں کو اور رہائش کے نقشوں کو لمحپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے۔

خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقے سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ آنا چاہیے، اور ان کے لئے دعا کرنی چاہیے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھنی چاہیے اور وقت فارغ کرنے کے لئے بھی کہنا چاہتی ہے۔

خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دنائی دخراست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے عمومی گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے۔ اور ان کے سامنے ایمان و تيقین، نماز، ذکر اللہ علیم ہیں اخلاق اور دینی جدوجہد کی بات رکھی جائے اور تشکیل کی کوشش کی جائے۔ پھر تشکیل کر کے مطہن نہ ہو جائیں بلکہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور نام لکھائے ہیں ان کو اللہ کے راست میں تکال دیتے کی اور وحدوں کو عمل میں لے آنے کی پوری کوشش کریں اور اپنے امکان بہر اس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گزرے۔ جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکیں ان کو مقامی گشت، مقامی اجتماع، تعلیم، نماز، ذکر کی پابندی پر آمادہ کیا جائے۔ اور ان کاموں کا نظام بنادیا جائے۔

جب دعوت کے سلسلہ کی یہ ساری محنت کھپیں تو اس کسان کی طرح جونز میں میزج بکھیر دیتا ہے اور پھر اللہ سے روکتا ہے پورے الحاج کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وہی تقلب القلوب ہے دہی جس کو چاہتے ہیں ایمان اور ایمان والے اعمال دیتا ہے۔ اور جس کے لئے نہیں چاہتا اس کو محروم رکھتا ہے۔

دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے۔ جب تعلیم کے لئے یہیں تو ادب سے یہیں، دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو، فضائل کا ناکرہ ہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں۔

جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو اس میں فوائل پڑھنے جائیں، یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا ذکر دینے میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے۔

جس طرح نماز میں یا قیام میں ہوتا ہے، یا رکوع میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں، اسی طرح اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد آدمی یاد عوت میں لگا ہو، یا تعلیم اور تعلم میں، یا ذکر عبادت میں، یا اللہ کی کسی مخلوق کی خدمت میں۔ یہ چار کام اس پر سے زمانے میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے اور اتنے کئے جائیں گے کہ یہی عادات درزاج بن جائے۔ یہ اجتماعی بھی کئے جائیں گے اور انفرادی بھی۔ اجتماعی سے طلب وہ ہے جو جماعتی نظام کے تحت ہو، جیسے خصوصی گشت اور عمومی گشت میں دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نمازیں اور ان کے آگے بیچپے کی سنتیں اور جماعتی تقسیم کار کے مطابق کھانے دغیرہ کے اختلافات کی دھڑک دھوپ، یہ سب اعمال اجتماعی ہیں۔ انفرادی دعوت انفرادی تعلیم، انفرادی عبارت، انفرادی خدمت وہ ہو گی جو جماعتی پروگرام کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہیں ہے۔ مثلاً دوپر کے لکھانے کے بعد ظریک کوئی جماعتی کام دعوت یا تعلیم وغیرہ کا نہیں ہے۔ ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اس میں آرام کرے۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جا کر دعوت ایمان کی باتیں کرے یا کسی اللہ کے بندہ کو کوئی دعا یاد کرائے یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کرنسی میں کھڑے ہو کر فوائل پڑھنے لگے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے تو یہ سب صورتیں انفرادی عمل کی ہوں گی۔

بہ حال اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانے میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کئے جائیں اور حاجات بشری کے علاوہ اپنے کمی اوقات ان ہی کاموں میں مشغول رکھے جائیں تب ان کے ذریعہ زندگی میں نور آئے گا اور پھر اذشار اللہ وہ نور متعدد ہو گا اور پھیلے گا۔

ان چار گاموں کے علاوہ چار ہی کام ناگزیر ضرورت کے طور پر کئے جائیں گے اور صرف بقدر ضرورت ہی کئے جائیں گے۔ وہ چار یہ ہیں۔

۱۔ کھانا پینا۔ ۲۔ قضا رحاجت۔ ۳۔ سونا۔ ۴۔ باہم بات چیت کرنا۔

پنہاگزیر ضرورتیں ہیں ان کو بس آتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو۔ سونے کے لئے دن رات میں بس جچھٹے کافی ہیں۔

چار باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام کے ساتھ بچا جائے۔

۱۔ کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر بخوبی نہ کی جائے۔ یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے۔ ۲۔ اشراف سے بھی بچا جائے۔ اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کرے لیکن دل میں کسی بندہ سے کچھ حاصل کرنے کی طبع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔ ۳۔ اسراف سے بچا جائے۔ اسراف یعنی نفسوں تحریقی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے، لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حتی میں بھی بہت بُرے ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔ ۴۔ بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے۔ بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے طریقی ایذا پہنچتی ہے۔ اور شرعاً یہ قطعاً حرام ہے۔ ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بس یہیں ضروری ضروری باتیں، جن کی پابندی اس راستے میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ آپ لوگوں کے ۲۷ گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گذرانے چاہئیں۔ ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں بچریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگیں۔ بس یہی آپ کا خمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جوازم الراحمین ہے ہرگز مخدوم نہیں رکھے گا۔

مکہری بات

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے اہم و عوتی مکاتیب اور
پدایت نامے جو مختلف اوقات میں دینی کام کرنے والی
جماعتوں کو اور اس کام کے ذمہ دار افراد کو لکھے گئے۔

مکتوپات کے آئینہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محترمین و مکریین بندہ ذا دناللہ دایا کم جہد اوسعیاً فی سبیلہ والہمنا دایا کم
مراشد امورنا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - خداوند کریم سے امید ہے کہ
آپ حضرات بعافت ہوں گے۔ آپ حضرات کی دینی مساعی کی اطلاعات باعث مرست
اور باعث تقویت ہوتی ہیں۔ اللہ جل شانہ قبول فرمادیں، بار اور فرمادیں، ترقیات عطا
فرمادیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت جل جلالہ و حکم نواز نے انسانوں کی تمام کامیابیوں کا دار و مدار ان کے
کے اندر و نی ما یہ پر رکھا ہے۔ کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کے حال کا نام ہے۔ باہر
کی چیزوں کے نقشے کا نام کامیابی و ناکامی نہیں۔ عزت و دولت، اکرام و تکلیف، سکون و
و پریشانی، محنت و بیماری، انسان کے اندر کے حالات کا نام ہے۔ ان حالات کے بنٹنے اور
بگڑنے کا باہر کے تقشوں سے تعلق بھی نہیں۔ اللہ جل شانہ ملک دنال کے ساتھ انسان کو دیں
کے دکھادیں۔ اور فقر کے نقشے میں غرت دے کر دکھادیں۔ انسان کے اندر کی مایہ اس کا
یقین اور اس کے اعمال ہیں۔ انسان کے اندر کا یقین اور اندر سے نکلنے والے عمل اگر ٹھیک

ہوں گے تو اللہ جل شانہ اندر کامیابی کی حالت پیدا فرمادیں گے۔ خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست ہے۔ اللہ جل شانہ تمام کائنات کے ہر ذرے کے اور ہر فرد کے مالک خالق ہیں ہر چیز کو اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ سب کچھ ان کے بنائے سے بنائے وہ بنائے دائیں خود بننے نہیں اور جو بننا ہوا ہے اس سے کچھ بنتا نہیں۔ جو کچھ قدرت سے بنائے ہے وہ قدرت کے ماتحت ہے۔ ہر چیز پر ان کا قبضہ ہے۔ وہ ہی ہر چیز کو استعمال فرماتے ہیں۔ وہ اپنی قدرت سے ان چیزوں کی سلسلوں کو بھی بدلتے ہیں اور اثر دھے کر لکھتے ہیں۔ اسی طرح پرشکل پر خواہ ملک کی ہر یاماں، بر ق کی ہر یا بھاپ کی ان ہی کا قبضہ ہے اور وہی تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں سے انسان کو تعمیر نظر آتی ہے وہاں سے تحریب لا کر دکھادیں اور جہاں سے تحریب نظر آتی ہے وہاں سے تعمیر لا کر دکھادیں۔ تربیت کا نظام وہی جلاستے ہیں۔ ساری چیزوں کے بغیر ریت پر ڈال کر پان دیں اور سارے ساز و سامان میں پر درش بگھاڑ دیں۔

اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی قدرت سے براہ راست استفادہ ہر انس کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے طریقے لے کر آئے ہیں۔ جب ان کے طریقے زندگیوں میں آئیں گے تو اللہ جل شانہ ہر نفثے میں کامیابی فی کردھائیں لالا اللہ اکا اللہ محمد رسول اللہ میں اپنے یقین اور اپنے جذبے اور اپنے طریقے بننے کا مطالبہ ہے۔ صرف یقین کی تبدیلی پر ہی اللہ پاک اس زمین و آسمان سے کوئی گناہ زیادہ طریقے جنت عطا فرمائیں گے۔ جن چیزوں میں سے یقین تکل کر اللہ کی ذات میں آئے گا ان ساری چیزوں کو اللہ پاک سخن فرمادیں گے۔ اس یقین کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ایک تو اس یقین کی دعوت دینی ہے۔ اللہ کی ٹڑائی سمجھانی ہے، ان کی ربوبیت سمجھانی ہے، ان کی قدرت سمجھانی ہے۔ انبیاء اور صحابہ کے واقعات سنانے ہیں۔ خود تنہائیوں میں بیٹھ کر سوچنا ہے دل میں اسی یقین کو آمازنا ہے جس کی مجموع میں دعوت دی ہے یہی حق ہے اور پھر درود کر دعا نکھنی ہے کہ اے اللہ اس یقین کی حقیقت سے نواز دے۔

اللہ جل شانہ کی تقدیرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لئے نماز کا عمل بیا
گیا ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک اللہ کی رحمار اسے مخصوص طریقے پر پائیدیوں کے ساتھ اپنے
کو استعمال کرو۔ استکھوں کا، کافروں کا، ہاتھوں کا، زبان کا، پیروں کا استعمال صحیک
ہو۔ دل میں اللہ کا دھیان ہو، اللہ کا خوف ہو۔ یقین ہو کہ نماز میں اللہ کے حکم کے مطابق
میرا ہر استعمال تجویز شیع، رکوع و سجده ساری کائنات سے زیادہ انعامات دلانے والا
ہے۔ اسی یقین کے ساتھ نماز پڑھ کر ہاتھ پھیلا کر مانگا جائے تو اللہ جل شانہ اپنی تقدیرت
سے ہر ضرورت پوری کریں گے۔ ایسی نماز پر اللہ پاک گناہوں کو معاف بھی نہ رکبیں گے
رزق میں برکت بھی دیں گے۔ طاعت کی توفیق بھی ملے گی۔ ایسی نماز سکھنے کے لئے دوسرے
کو خضوع و خشوع والی نماز کی ترغیب و دعوت دی جائے۔ اس پر آغڑت اور ذیبا
کے نفع سمجھائے جائیں۔ حضور جل اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کی نماز کو سنانا خود اپنی
نماز کو اچھا کرنے کی مشتمل کرنا، اہتمام سے وضو کرنا، دھیان جانا، قیام میں، قعدہ میں، رکوع
میں سجدہ سے میں بھی دھیان کم از کم تین مرتبہ جایا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں نماز کے
بعد سوچا جائے کہ اللہ کی شان کے مطابق نماز نہ ہوئی۔ اس پر رونا اور کہنا کہ اسے اللہ
ہماری نماز میں حقیقت پیدا فرم۔

علم سے مراد یہ ہے کہ ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ میرے اللہ مجھ سے اس
حال میں کیا چاہتے ہیں اور پھر اللہ کے دھیان کے ساتھ اپنے آپ کو اس عمل میں لگادینا
یہ ذکر ہے، جو آدمی دین سکھنے کے لئے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر عبادت میں لکھا جاتا ہے
اس مفہوم کے لئے چیزے والوں کے پیروں کے نیچے ستر ہزار فرشتے اپنے پرچھا تھے ہمیں یہیں
وآسمان کی ساری مخلوقیں ان کے لئے دعا ہے مغفرت کرتی ہے۔ شیطان پر ایک عالم ہزار
عابد ہو سے زیادہ بھاری ہے۔ دوسروں میں علم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے
فضائل سنائے جائیں۔ خود تعلیم کے حلقوں میں بیٹھا جائے۔ علماء کی خدمت میں حاضری

دی جائے۔ اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے۔ اور رود کر مانگا جائے کہ اللہ جل شانہ عالم کی حقیقت عطا فرمادیں۔ ہر عمل میں اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ جو آدمی اللہ جل شانہ کو یاد کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کو یاد فرماتے ہیں۔ جب تک آدمی کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں اللہ جل شانہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اللہ پاک اپنی محبت و معرفت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کا ذکر شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ خود اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے دوسروں کو اللہ کے ذکر پر آمادہ کرنا۔ تغییب دینا، خود دھیان جما کر کہ میرے اللہ مجھے ذکر ہے ہیں ذکر کرنا اور رود کر دعا مانگنا کر اسے اللہ مجھے ذکر کی حقیقت عطا فرم۔

ہر مسلمان کا بیحثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کے اکرام ہی کرنے ہے۔ ہر امتی کے آگے بچھ جانا۔ ہر شخص کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا۔ جو آدمی مسلمان کی پرده پوشی کرے گا، اللہ جل شانہ اس کی پرده پوشی فرائیں گے۔ جب تک آدمی اپنے مسلمان بھائی کے کام میں لگا رہتا ہے اللہ جل شانہ اس کے کام میں لگے رہتے ہیں۔ جو اپنے حق کو معاف کر دے گا اللہ جل شانہ اس کو جنت کے بیچ میں محل عطا فرائیں گے۔ جو اللہ کے لئے دوسروں کے آگے تذلل اختیار کرے گا اللہ جل شانہ اس کو رفت و بلندی عطا فرائیں گے۔ اس کے لئے دوسروں میں تغییب کے ذریعہ اکابر مسلم کا شوق پیدا کرنا ہے۔ مسلمان کی تیمت بتانی ہے۔ حضور اکرم اور صحابہ کرام ضمی اللہ عنہم کے اخلاق، ہمدردی اور ایثار کے واقعات سنانے ہیں۔ خود اس کی مشق کرنی ہے اور رود کر اللہ جل شانہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی توفیق مانگنی ہے۔

ہر عمل میں اللہ جل شانہ کی رضا کا جذبہ ہو، کسی عمل سے دنیا کی طلب یا اپنی جیشیت بنانا مقصود نہ ہو۔ اللہ کی رضا کے جذبے سے خود اس اعمال بھی بست انعامات دلوائے گا اور اس کے بغیر بہت بڑے عمل بھی گرفت کا سبب نہیں گے۔ اپنی نیت کو درست

کرنے کے لئے دوسروں میں دعوت کے ذریعہ صحیح نیت کا فکر و شوق پیدا کیا جائے اپنے آپ پر عمل سے پہنچے اور ہر عمل کے دروان نیت کو درست کرنے کی مشتملی کی جائے کہ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ عمل کر رہا ہوں، اور عمل کی تکمیل پر اپنی نیت کو ناقص قرار دے کر توبہ و استغفار کی جائے اور رورو کر اللہ جل شانہ سے اخلاص مانگا جائے۔

آج امت میں کسی حد تک انفرادی اعمال کا رداح ہے۔ گو ان کی مشقیت نکلی ہوئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے طفیل پوری امت کو دعوت والی محنت ملی ہتھی۔ اس کے بندوں کا تعلق اللہ جل شانہ سے قائم ہو جائے۔ اس کے لئے انبیاء علیہم السلام والے طرز پر اپنی جان و مال کو جھوٹک دینا اور جن میں محنت کر رہے ہیں ان سے کسی چیز کا طالب نہ بننا، اس کے لئے ہجرت بھی کرنا اور نصرت بھی کرنا جو زیمن والوں پر رحم کرتا ہے آسمان والا ان پر رحم کرتا ہے۔ جو دوسروں کا تعلق اللہ جل شانہ سے جوڑنے کے لئے ایمان و عمل صالح کی محنت کریں گے اللہ جل شانہ ان کو سب سے پہنچے ایمان و عمل صالح کی حقیقتوں سے نواز کر اپنا تعلق عطا فرمائیں گے، اس راستے میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنما پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے (باختبار اعمال کے بھی اور باعثاً چیزوں کے بھی) اس سب سے بہتر ہے۔ اس راستے میں ہر ماں کے خرچ اور ہر اللہ کے ذکر و سبحان اور ہر نماز کا ثواب، لاکھ گناہوں ہو جاتا ہے۔ اس راستے میں محنت کرنے والوں کی دعائیں بني اسرائیل کے انبیاء علیہ السلام کی دعاؤں کی طرح قبول ہوتی ہیں یعنی جس طرح ان کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ نے طواہر کے خلاف اپنی قدرت کو استعمال فرمایا کہ ان کو کامیاب فرمایا اور باطل خاکوں کو توڑ دیا اسی طرح اس محنت کے کرنے والوں کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ طواہر کے خلاف اپنی قدرت کے مظاہر سے فرمائیں گے اور اگر عالمی بیاندار پر محنت کی گئی تمام اہل عالم کے قلوب میں ان کی محنت کے اثر سے تبدیلیاں لائیں گے دین کے دوسروں سے اعمال کی طرح ہمیں یہ محنت بھی کرنی نہیں آتی۔ دوسروں کو اس محنت کے

لئے امداد کرنا ہے۔ اس کی اہمیت اور قیمت بتانی ہے، ابیار اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات سننے ہیں، اور خود اپنے آپ کو قربانی کی شکلوں اور ہجرت و نصرت والے اعمال میں لگانا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہر حال میں اللہ کی راہ میں بخکھ کے وقت اور خصوصی کے وقت، گھر میں ولادت کے موقع پر اور دنات کے موقع پر سردی میں، گرمی میں، بھوک میں، فاقہ میں، صحت میں، بیماری میں، قوت میں، ضعف میں، جوانی میں، بڑھاپے میں بھی نکلے ہیں اور ردد کر اللہ جل شانہ سے مانگنا ہے کہ ہمیں اس عالی محنت کے لئے قبول فرمائے۔

ان چیزوں سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہر شخص سے خواہ کسی شعبہ سے متعلق ہو، چار ماہ کا مطابق کیا جاتا ہے۔ اپنے مشاغل ساز درس مان اور گھر بارے نکل کر ان چیزوں کی دعوت دیتے ہوئے اور خود مشتن کرتے ہوئے ملک بہ ملک، اقلیم بہ اقلیم، قوم بہ قوم، قریب بہ قریب پھریں گے۔ حضور اقدس صلیعہ نے ہر امتی کو مسجد والا بنا یا خدا مسجد کے کچھ مخصوص اعمال دیئے تھے۔ ان اعمال سے مسلمانوں کا زندگی میں امتیاز ہتنا مسجد میں اللہ کی بڑائی کی، ایمان کی اور آغزت کی باتیں ہوتی تھیں۔ عملوں کے طھیک کرنے کے لئے تعلیمیں ہوتی تھیں۔ ایمان و عمل صالح کی دعوت کے لئے ملکوں اور علاقوں میں جانشیکیں بھی مسجد سے ہی ہوتی تھیں۔ اللہ کے ذکر کی مجلسیں مسجدوں میں ہوتی تھیں یا یہاں تعاون، ایثار، ہمدردیوں کے اعمال ہوتے تھے۔ ہر شخص حاکم، حکوم، مالدار، عزیب تاجر، زارع، مزدود مسجد میں اگر زندگی سیکھتا تھا اور باہر جا کر اپنے اپنے شعبہ میں مسجد والے تاثر سے چلتا تھا۔ آج ہم دھوکے میں پڑ گئے کہ ہمارے پیسے سے مسجد پاٹی ہے مسجدیں اعمال سے خانی ہو گئیں اور چیزوں سے بھر گئیں۔ حضور صلیعہ نے مسجد کو بازار والوں کے تابع نہیں کیا۔ حضور صلیعہ کی مسجد میں نہ بھلی بھتی نہ پانی تھا۔ نہ غسل خانے تھے۔ خیچ کی کوئی شکل نہ تھی۔ مسجد میں اگر داعی بتا تھا۔ معلم اور متعلم بتا تھا۔ ذاکر بتا تھا۔ نمازی بتا

تھا۔ میلین بنتا تھا۔ متقی زادہ بنتا تھا۔ خلیف بنتا تھا۔ باہر جا کر ٹھیک نہ گذاشتا تھا۔ مسجد بazar داؤں کو چلاتی تھی۔ ان چار ماہ میں ہر جگہ جا کر مسجدوں میں ہر اتنی کو لانے کی مشتمل کریں۔ مسجد و مسے اعمال کو سیکھتے ہوئے دوسروں کو یہ محنت سیکھنے کے لئے تین چلوں کے واسطے آمادہ کریں۔ واپس اپنے مقام پر آگر اپنی بستی کی مسجد میں ان اعمال کو زندہ کرنا ہے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ گشتوں کے ذریعہ بستی والوں کو جمع کر کے انہی چیزوں کی طرف متوجہ کرنا، اور مشتوں کے لئے فی گھر ایک نفر تین چلوں کے لئے باہر نکلا ہے۔ ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں اور دو گشت دوسری مسجد کے ماحول میں کریں۔ ہر مسجد میں مقامی جماعت بھی بنائیں۔ ہر سجدہ کے احباب روززاد فضائل کی تعلیم کریں۔ اپنے شہر اور بستی کے قریب دیہات میں کام کی فضابندی اس کے لئے ہر سجدہ سے تین یوم کے لئے جماعتوں پانچ کوں کے علاقے میں جائیں، ہر دوست میہنے میں تین یوم پاندی سے لگائے۔ الحسنۃ لعشیرہ امتا لہا کے مصداقي تین یوم پر حکماً تیس دن کا ثواب ملے گا۔ پورے سال ہر چیز میں تین دن لگائے تو سارا سال اللہ کی راہ میں شمار ہو گا۔ اندر دن ملک کے تقاضے پرستے ہوتے رہیں اور اپنی مشق قائم رہے اور جاری رہے۔ اس کے لئے ہر سال اہتمام سے چلاد گایا جائے۔ عمر میں کم از کم تین چلے، سال میں پلے بیہنے میں تین یوم، ہفتہ میں دو گشت روززاد تعلیم، تسبیحات، تلاوت یہ کم سے کم نصاب ہے کہ ہماری زندگی دین، دلی، فتحی ہے، اگر ہم یوں چاہیں کہ ہم سبب نہیں اجتماعی طور پر پوری انسانیت کی زندگی کے صلح مذکور پر آئے اور باطل کے ڈھنٹنے کا، تو اس کے لئے اس نصاب سے بھی اُسے بڑھا جو گلا۔ ہمارے وقت اور ہماری امنی کا نصف اللہ کی راہ میں لگے اور نصف کارہ بار اور گھر کے مسائل میں یا کم از کم یہ کہ ایک تمائی وقت و امنی اللہ کی راہ میں اور دو تمائی اپنے مشاغل میں۔ یعنی ہر سال چار ماہ کی ترتیب بھائی جائے۔

اپ حضرات عمر میں کم از کم تین چلوں کی دعوت خوب جنم کر دیں، اس میں بالکل

نہ گھبرائیں۔ ان کے بغیر زندگیوں کے رخ نہ بولیں گے۔ جن احباب نے خود ابھی تین چلے
نہ دیشیے ہوں وہ بھی اس لیت سے خوب جنم کر دعوت دین کا اللہ جل شاد اس کے
لئے ہمیں قبول فرمائے۔

گشٹ کا عمل اس کام میں ریڑھ کی ٹردی کی کی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر یہ عمل صحیح
ہو گا قبول ہو گا، دعوت قبول ہو گی۔ دعا قبول ہو گی۔ دعا قبول ہو گی
..... پہايت آئے گی۔ اور گشٹ قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہ ہو گی۔ دعوت
قبول نہ ہوئی، دعا قبول نہ ہو گی۔ دعا قبول نہ ہوئی پہايت نہیں آئے گی۔

گشٹ کا مندرجہ یہ ہے کہ اللہ جل شاد نے ہماری ذمیا اور آخرت کے مسائل کا
حل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر زندگی لگانے میں رکھا ہے۔ ان کے طریقے
ہماری زندگیوں میں آجائیں، ان کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اس محنت پرستی داروں
کو آمادہ کرنے کے لئے گشٹ کے لئے مسجد میں جمع کرنے ہے۔ نماز کے بعد اعلان کے لوگوں
کو روکا جائے، اعلان کوئی بستی کا با اثر آدمی کرے یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب
ہے۔ وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کر دیں۔ پھر گشٹ کی اہمیت، ضرورت اور قیمت
 بتائی جائے، اس کے لئے آمادہ کیا جائے، جو تیار ہوں ان کو اچھی تحریج آداب سمجھائیں۔
اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنے ہے۔ نگاہیں نیچی ہوں۔ ہمارے تمام مسائل کا تعلق اللہ جل شاد
کی ذات سے ہے۔ ان ایسا میں بچلی ہوئی چیزوں سے کسی مشے کا تعلق نہیں۔ چیزوں پر
نگاہ نہ پڑے، دھیان نہ جائے۔ اگر نگاہ پڑ جائے تو مشی کے ڈلے معلوم ہوں۔ ہمارا دل
اگر ان چیزوں کی طرف پھر گیا تو پھر ہم جن کے پاس جا رہے ہیں ان کا دل ان چیزوں سے
کیسے چرسے گا۔ قبر کا داخلہ سامنے ہو۔ اسی زمین کے نیچے جانا ہے۔ مل جل کر جائیں۔ ایک آدمی
بات کرے۔ کامیاب ہے وہ آدمی جو مختصر بات کرے آدمی کو مسجد میں بھیج دے۔ بھائی ہم
مسلمان ہیں۔ ہم نے کلر لا الہ الا اللہ رسول اللہ پڑھا ہے۔ ہمارا لیقین ہے۔

اللہ پالنے والے ہیں۔ نفع و نقصان، عزت و دولت اللہ کے اتحمیں سے۔ اگر ہم اللہ کے حکم پر حضرت محمدؐ کے طریقے پر زندگی لگا دیں گے۔ اللہ راضی ہو کر ہماری زندگی بنا دیں گے ہم سب کی زندگی اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق حضرت محمدؐ کے طریقے پر آجائے۔ اس کے لئے بھائی مسجد میں کچھ کی بات ہو رہی ہے۔

نماز پڑھو چکے ہوں تو بھی اٹھا کر مسجد میں چھج دیں۔ ضرورت ہو تو آگے نماز

کو بھی مسجد میں فوری جانے کا عنوان بنالیں۔ "اللہ کا سب سے بڑا حکم نماز ہے

نماز پڑھیں گے اللہ روزی میں برکت دیں گے، گناہوں کو معاف کر دیں گے

دعاؤں کو قبول فرمائیں گے۔ بشارتیں سنائی جائیں دعیدیں نہیں نماز کا داد

جاری ہے مسجد میں چلیے۔"

ایک کی اطاعت کرتی ہے۔ واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آتا ہے۔ اب آداب

کامنا کر کرنے کے بعد دنایاگہ کر چل دیں۔ گشت میں دس آدمی جائیں۔ مسجد کے قریب

مکانات پر گشت کر لیں، مکانات نہ ہوں تو بازار میں کر لیں۔ جماعت میں زیادہ آدمی ایسے

ہوں جو گشت میں اصولوں کی پابندی کر لیں۔ مسجد میں دو تین آدمی چھپوڑ دیں۔ نئے آدمی

زیادہ تمیار ہو جائیں تو ان کو بھی سمجھا کر مسجد میں مشغول کر دیں۔ نئے آدمی تین چار ساتھ ہوں

مسجد میں ایک ساتھی اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر دنایاں مشغول رہے۔ ایک

آنے والوں کا استقبال کرے۔ ضرورت ہو تو ضرور کردا کر نماز پڑھوادے اور ایک

ساتھی آنے والوں کو نماز میک مشغول رکھے۔ اپنی زندگی کا مقصد سمجھائے۔ پونے گھنٹے

گشت ہو۔ نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت ختم کر دیں۔ سب تکبیر ادنی کے ساتھ

نماز میں شریک ہوں۔ جس ساتھی کے بارے میں مشورہ ہو جائے وہ دعوت دے۔ یہ

سمجھائے کہ اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم ہوا، تو دنیا اور آخرت میں کیا نفع

ہو گا۔ اور اگر اللہ جل شانہ سے تعلق قائم ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نقصان ہو گا۔ جیسے

اس خط کے شروع میں چھپے نمبروں کا تذکرہ کیا ہے اس طرز پر ہر نمبر کا مقصد اس کا نفع اور قیمت اور حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جائے۔ سادے انداز میں بیان ہو۔ اس سے اشتار اندھہ مجھ کی سمجھ میں کام آئے گا اور اس کی ضرورت بھی محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ ہم بھی سیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ساتھی بھی دعوت میں اہتمام سے جم کر بیٹھیں۔ متوужہ ہو کر محتاج بن کر سنیں۔ جو بات کہہ رہا ہے ہم اپنے دل میں کہیں کہ حق ہے اس سے دل میں ایمان کی لہری اٹھیں گی اور عمل کا جذبہ بننے گا۔ تین چلوں کی بات جم کر رکھی جائے۔ نقد نام لئے جائیں۔ اس کے بعد چلوں کے لئے وقت مکھوائے جائیں اور پھر جو جس وقت کے لئے تیار ہو اس کو قبول کرایا جائے۔ مطالیہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مفرز بنتا ہے۔ اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی۔ اور قربانی وجود میں نہ آئے گی تو کام کی جان نکل جائے گی۔ دعوت دینے والا ہی مطالیہ کے ایک آدمی کھڑے ہو کر نام لکھے۔ نام لکھنے والا مستقل تقریر شروع نہ کرے، ایک دو جملے تر غیبی کر سکتا ہے۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کو کہا جائے۔ فکر کے ساتھ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو تیار کریں۔ انداز کا دل جوئی اور ترغیب کرنے ساتھ حل تباہیں نہیں اور صحابہ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارہ کریں اور پھر آمادہ کریں۔ آخر میں مقامی جماعت بنانے کے پختے کے درگشت روزانہ تعلیم، تسبیحات، مہینے کے تین یوم وغیرہ کا نظم طے کرائیں۔

دھوت میں انبیاء اور صحابہ کے ساتھ اللہ جل شاد نے جو مددیں فرمائی ہیں وہ تو بیان کی جائیں اور ہمارے ساتھ جو مددیں ہوئیں ان کو بیان نہ کیا جائے۔ دعوت میں فضائے حاضر و کی باتیں نہ کی جائیں۔ امت میں جو ایمانی عمل، اخلاقی کمزوریاں آچکیں، ان کے نذر کرے نے بہتر ہے کہ اصلی خوبیوں کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہیئے اس کی طرف متوجہ کریں۔

دیر احباب جڑ سکیں۔ کام کے تقاضوں کو سوچنے، ان کی ترتیب قائم کرنے، ان مذہبیں کو پراکرنے کی شکلیں بنانے میں اور برج احباب اوقات فارغ کریں ان کی مناسب تشكیل میں جو اور مسائل ہوں احباب کو مشورہ میں جوڑا جائے۔ اللہ جل شانہ کے وھیان اور اور نکر کے ساتھ دعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھیں۔ مشورہ میں اپنی رائے پر اصرار اور عقل کرانے کا جذبہ نہ ہو اس سے اللہ کی عذیز ہست جاتی ہیں۔ جب رائے طلب کی جائے امانت سمجھ کر اپنے دل میں جوبات ہو کہ دی جائے۔ رائے رکھنے میں نرمی ہو۔ کسی ساختی کی رائے سے مقابل کاظر نہ ہو۔ میری رائے میں میرے دل کے شرود شامل ہیں۔ یہ دل کے اندر خیال ہو۔ اگر فیصلہ کسی دوسرا کی خوشی تو اس کی خوشی ہو کہ میرے شرود سے حفاظت ہو گئی اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہو جائے تو خوف ہو اور زیادہ دعائیں مانگی جائیں۔ ہمارے ہاں فیصلے کی بنیاد کثرت رائے نہیں ہے۔ اور ہر معاملہ میں ہر ایک سے رائے لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ دل بھولی سب کی ضروری ہے۔ امیر کو اس بات کا یقین ہو کہ ان احباب کے نکار اور مل کر بیٹھنے کی برکت سے اللہ جل شانہ صبح بات کھول دیں گے۔ امیر اپنے آپ کو مشورہ کا محتاج سمجھے۔ رائے لینے کے بعد غور و نکر سے جو دنبا سمجھ میں آتا ہو وہ کہ دے۔ بات اس طرح رکھ کے کسی کی رائے کا استخفاف نہ ہو۔ اگر طبیعتیں مختلف ہوں تو اس بات پر شوق و رغبت کے ساتھ آمادہ کر لے اور ساختی امیر کی بات پر ایسے شوق سے چلیں جیسے کہ ان کی ہی رائے طے پائی ہے۔ اسی میں تسبیت ہے۔ اگر اس کے بعد عمل ایسی شکل نظر آئے کہ ہماری رائے زیادہ مناسب بھی۔ پھر بھی ہرگز طعنہ نہ دیا جائے یا اشارہ کنایہ بھی نہ کیا جائے۔ اسی میں خیر کا یقین کیا جائے، جو امیر دل کو طعنہ دے اس کے لئے سخت و عجید آئی ہے۔

جب محلوں کی مساجد میں ہفتونوں کی دو گشتوں کے فریعہ فی گھر ایک آدمی تین چلتے کے لئے نکلنے کی آواز لگ رہی ہوگی۔ تعلیموں اور تسبیحات پر احباب جڑ ہے۔

ہوں گے۔ ہر مسجد سے تین دن کے لئے جماعتیں نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہوں گی۔ تو شبِ جمعرت کا اجتماع صبح نیج پر ہو گا اور کام کے بڑھنے کی صورتیں بنیں گی۔ جمعرات کو عصر کے وقت سے محلوں کی مساجد کے احباب اپنی جماعتوں کی صورت میں لبڑا اور کھانا سا تدارکے کرا جماعت کی جگہ پہنچپیں۔ مشورے سے ایسے احباب سے عمداً درست دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبیعت پر کام کے تقاضے غالب ہوں۔ بہت ہی فکر دا، تمام سے تشکیلیں کی جائیں۔ اگر اوقات و صولہ نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے ردو کر مانگا جائے۔ صبح کو جماعتوں کی تشکیل کر کے ہدایات دے کر روانہ کیا جائے۔ تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی ہوئی جماعتیں عموماً سات آٹھ میل تک پہنچی جائیں۔ ہر شب جمعہ سے تین چلوں اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رُخ پڑنا چاہیے۔ اگر شب جمعہ میں خدا نہ کوستہ سب تقاضے پورے نہ ہو سکے تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں بھراں کے لئے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلوں میں تقاضوں کے لئے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔

مجھانی دوستو یہ کام بہت نازک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محنت فرمائی۔ اس محنت سے سارے انسانوں کی ساری زندگی کے کمانے، کھانے، بیاہ شادی، بیل طلاق، عبادات، معاملات وغیرہ کے طریقوں میں مکمل تبدیلیاں آئیں تو آپ نے خود اس محنت کے کتنے طریقے بتلانے ہوں گے۔ تمیں ابھی یہ کام کرنا نہیں آتا اور نہ ابھی حقیقی کام شروع ہوا ہے۔ کام اس دن شروع ہو گا جب ایمان و تقدیم اللہ کی محبت، اللہ کے دھیان، آخرت کی فکر، اللہ کے خوف و خشیت، زهد و تقویٰ سے بھرے ہوئے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق سے مزین ہو کر اللہ کی رضاکے جذبے سے مخمور ہو کر اللہ کی راہ میں جان دینے کے شوق۔ سے کھینچ کھینچپے پہریں گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں "اللہ حکم کرے خالد پر، اس کے دل کی مناسف یہ

نہی کر حق اور حق دا لے چک جائیں اور باطل اور باطل دا لے سٹ جائیں اور کوئی
تمناہی نہ تھی۔ ”ابھی جو ہم کو کام کی برکتیں نظر آہی ہیں وہ کام شروع ہونے سے پہلے
کی برکتیں ہیں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت سے ہی برکتوں
کا ظہور شروع ہوا تھا لیکن اصل کام اور اصل برکتیں چالیس سال بعد شروع ہو گیں۔
ابھی قراس کے لئے محنت ہو رہی ہے کہ کام کرنے والے تیار ہو جائیں۔ اللہ جل شانہ
کام ان سے لیں گے اور بدایت پھیلتے کا ذریعہ اس کو بنائیں گے جن کی زندگی اپنی دعوت
کے مطابق بدلے گی۔ جن کی زندگیوں میں تبدیلی نہ آئے گی اللہ جل شانہ ان سے اپنے
دین کا کام نہیں گے، یہ نبیوں والا کام ہے۔

اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اصولوں کے
مطابق کام نہ ہوا تو سخت فتنوں کا خطرہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
باہر ملکوں میں کام کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے تمام صحابہ کو تین دن تک ترغیب دی۔
اور پھر فرمایا کہ جس طرز پر یہاں کام ہوا ہے بالکل اسی طرز پر باہر جا کر بھی کزانہے اس
کام کی نوعیت یہی ہے۔ مقام، زبان، معاشرت، موسم وغیرہ کے اعتبار سے اس کام
کے اصول نہیں بدلتے۔ اس کام کی نجع اور اصولوں کو سیکھنے اور ان پر قائم رہنے کے
لئے اس فضایں آنا اور بار بار آتے رہنا انتہائی ضروری ہے جہاں حضرت رحمۃ اللہ
علیہ نے جان کھپائی تھی اور ان کے ساتھ اختلاط بھی بہت ضروری ہے جو اس جدوجہد
میں حضرتؐ کے ساتھ تھے اور جب سے اب تک اس فضایں اور کام میں سلسل لگئے
ہوئے ہیں اس کے بغیر کام کا اپنے نجع اور اصولوں پر قائم رہنا بظاہر ممکنی نہیں اس
لئے اپنے کام کرنے والے احباب کو ایسی فضایں اہتمام سے نوبت بہ نوبت
بھیجتے رہیں۔

تمام انبیاء رَبِّکُمْ اسلام اپنے اپنے زمانے میں کسی کسی نقشے کے مقابلہ پر آئے

اور بتایا کہ کامیابی کا اس نقشے سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ کامیابی کا تعلق براہ راست اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ہے۔ اگر عمل ٹھیک ہوں گے اللہ جل شانہ چھوٹے نقشے میں بھی کامیاب کر دیں گے۔ اور عمل خراب ہوں گے اللہ جل شانہ بڑے سے بڑے نقشے کو توڑ کر ناکام کر کے دھائیں گے۔ کامیاب ہونے کے لئے اس نقشے میں ٹھیک عمل کر د۔ ہر بھی نے اپنے راجح وقت نقشے کے مقابلے پر محنت کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اکثریت، حکومت، مال، زراعت اور صنعت کے نقشوں کے مقابلے پر تشریف لائے۔ آپ کی محنت ان نقشوں سے نہیں چلی۔ آپ کی محنت مجاہد اور قربانیوں سے چلی ہے۔ باطل تعیش کے نقشے سے بچیتا ہے تو حق تکلیفیں اٹھانے سے بچیتا ہے۔ باطل ملک دمال سے چمکتا ہے تو فقر و غربت کی مشقتوں میں چمکتا ہے۔ جتنے فتنے ملک دمال اور تعیش کی بنیاد پر لائے جا رہے ہیں ان کا توڑ حق کے لئے فقر و غربت اور تکالیف برداشت کرنے میں ہے۔ اب اس کام کے ذریعہ امت میں مجاہد اور قربانی کی استعداد پیدا کرنی ہے۔ اس کام کے لئے بہت بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس کو نقشوں پر سخصر کر دیا جائے۔ اس سے کام کی جان تکل جائے گی۔ اس کام کی حفاظت اس میں ہے کہ کام کرنے والے اس کام کے لئے تمام مدیر نقشوں کو بھی قربان کرتے ہوئے مجاہدے والی شکلوں کو قائم رکھیں اور کسی صورت میں مجاہدے والی شکلوں کو ختم نہ ہونے دیں۔ غریبوں میں اپنی محنت کو بڑھایا جائے۔ پیدل جماعتیں چلانی جائیں لوگ آئیں گے کہ یہ ہمارا پیسے دین کے کام میں خرچ کر لیجئے، پھر نقشہ کی قربانی دینی ہوگی۔ کہہ دیجئے کہ جناب یہاں اس کام میں خرچ کرنے کا صحیح اور پاک طریقہ و جذبہ سکھایا جاتا ہے۔ پھر محل تلاش کر کے خود خرچ کر دیجئے گا۔ یہاں تو طریقہ سیکھ لیجئے۔

اس کام کی تعمیم کے لئے رواجی طریقوں، اخبار، اشتہار، پریس وغیرہ

اور رواجی الفاظ سے بھی پورے پرہیز کی ضرورت ہے۔ یہ کام سارا غیر رواجی ہے۔ رواجی طرقوں سے رواج کو تقویت پہنچے گی، اس کا کام کونہیں۔

اصل کام کی شکلیں دعوت، گشت، تعلیم، تشكیل وغیرہ ہیں۔ مشوروں کی ضرورت ہو، مناسب دستوں کو الگ کر کے مشورہ کر لیا جائے ایسا نہ ہو کہ مشورہ کرنے والوں کا کسی موقع پر عمومی اعمال سے جوڑنا رہے۔

کالجوں کے طلباء میں اس کام کو اٹھایا جائے۔ ہائلوں میں مقام کے لئے جماعتیں بنائیں۔ ایک گشت ہوشیں والے اپنے ہوشیں میں کریں اور ہفتہ کا دوسرا گشت باہر کسی محلہ میں یا دوسرے ہوشیں میں کریں۔ قریب کے محلوں کی جماعتیں بھی ہوشیں میں جا کر گشت کریں۔ ہائلوں والے احباب اپنی روزانہ تعلیم اور حمینہ میں تین یوم کی بھی ترتیب اٹھائیں۔

مستورات میں کام کی نزاکتیں اور بھی زیادہ ہیں۔ جب کہ بے پروگی کا اختہاں ہو۔ عام اجتماعات میں مستورات کو بالکل نہ لایا جائے۔ اپنے اپنے محلہ میں کسی پروہ دار مکان میں قریب قریب کے مکانات سے عورتیں کسی روز جمع ہو کر تعلیم کر لیا کریں۔ اس کی ابتداء اس طرح کریں کہ مرد جو بات اجتماعات، دعوت، تعلیم وغیرہ سے سُن کر جائیں اپنے گھر والوں کو سنائیں۔ اس سے انتشار اللہ تھوڑے عرصہ میں ذہن بننا شروع ہو جائے گا پھر محلوں میں تعلیم شروع ہونے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے کہ سارے شہر کی مستورات کا ہفتہ میں ایک ایسی جگہ اجتماع ہو جاں پر وہ کا اہتمام ہو۔ وہاں تعلیم کے بعد پھر کوئی دمی پر دے کے ساتھ بیان کرے۔ کبھی کبھی ایک یوم یا تین یومن کے لئے قرب و جوار کے لئے جماعتیں بنائی جائیں۔ مستورات کی جماعت کے ساتھ جائیں۔ پر وہ دار مکان میں ٹھہریں۔ مردم سجد میں ٹھیر کر کام کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مقامات سے محنت اٹھانی پختی اپنی مقامات کے لوگوں کو اس محنت پر اٹھانے اور انہی راستوں سے اللہ کی راہ کی ملکوں والی نقل حركت کے زندہ ہونے کا ذریعہ یہ عمرے کا سفر بن سکتا ہے۔ ہر جگہ کے پرانوں سے خلاط اور اس کام میں سچی بہتی پیدا ہونے اور اصولوں کے تفصیل سے سامنے آنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ محترمی حاجی حنفیہ صاحب اور بھائی محمد ادريسی صاحب کی عمرے کے سفر کی تیاری کا حال معلوم کر کے بہت زیادہ سرت ہوئی۔ اللہ جل شانہ قبول فرمادے۔ دیگر پرانے احباب کو بھی ہمراہ لانے کی سعی فرمادیں۔

یہ خط کچھ اصول لکھنے کی کوشش میں طویل ہو گیا۔ آپ حضرات اس کے ہر جز اور ہر لفظ کو عندر سے پڑھنے کی کوشش فرمائیں گے تو اشار اللہ بہت زیادہ لفظ کی توقع ہے۔ آپ حضرات اپنے یہاں کے حالات سے پندرھویں روز مطلع فرمادیا کریں تو ہمیں تقویت ہوتی رہے۔ تمام احباب کو سلام مسنون۔

فقط و استلام

بندہ محمد یوسف غفرنہ

(۱۲)

(ایمان کی جدوجہد کے لئے دن کے اوقات میں ٹھوکریں کھانا اور رات کی انہیں یوں میں روزا عالم کے احوال کی درستی کا وسیلہ ہے)

ذیل کا مکتوب تسلیقی کام کے ایک زمردار روز مسجد کراچی کے پر پلکھا گیا تھا۔

مکررم و محترم بندہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

خط کے ذریعہ احوال خیر و مساعی مبارک کی خبروں سے سرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شا

مساعی کو قبول اور بار آور فرمادیں۔

میرے عزیز! اس عالم کے احوال کی سرسیزی و فروغ کا تعلق براہ راست ب

العزت کے احکامات سے ہے اور تمام احکامات الٰہی کی سرسری و نزول کا تعلق ایمان کے لئے جائیں کھانے اور حالم میں بخوبی کھانے کے ساتھ ہے۔ حق تعالیٰ شاد نے محسن اپنے فضل و کرم سے اپنے احباب کو ان عالی احکامات کی صورتِ رحمت فرمائی جس میں ایک طرف اللہ رب العزت کے تمام احکامات کی سرسری ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو عالم مخلوق کی بے انتہا پریشانیوں اور مصائب و بلایا کے وقت اپنی زندگیوں کے جذبات کو قربان کر کے اللہ رب العزت کی رضا کے جذبہ پر اپنے کوشش کر دیں اور خوشنودی باری تعالیٰ کے حصول کے ذریعہ اس عالم کے احوال کی درستگی کا ذریعہ نہیں۔

میرے عزیز! دین ہی عظیم امانت کی سرسری کے لئے چلوں جیسے تحریر وقت کے فارغ کرنے کا رواج ایک معمولی سی بات ہے اور اس کا وجود جب کہ حق تعالیٰ شاد کے قبضہ میں ہے اور ان سے وجود چاہئے کاظری انبیا کرام کے ذریعہ ہمیں بتا دیا گیا ہے تو پھر یہ بھی مشکل نہیں۔ البتہ عمل کے صحیح رونگ کے ساتھ انہاک کو بڑھاتے ہوئے ان سے اس کا وجود حاصل کرنے کے لئے راتوں کی بے قراری والی دعائیں اور دنوں کو راتوں کو رُلا دینے والے ساعتی کا انہاک مطلوب ہے۔ آپ احباب کو اس طرف پوری طرح متوجہ فرمادیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ
۱۴ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

(۳)

ایک جماعت جو مرد سے گئی ہوئی تھی اور ایک علاقوں میں کام کر رہی تھی اور اس کے ذرداروں کے ایک خط کے جواب میں ذیل کا اہم مکتوب لکھا گیا۔ جو بست اہم بیانات اور اختیارات پشتیل ہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

خط کے ذریعہ احوال معلوم ہوئے اور آنے والوں کی زبانی بھی تفصیل معلوم ہوئی حق تعالیٰ شاذ آپ کی مسامعی کو مقبول اور بار آور فرمادیں۔ میرے عزیز دستگاہ! شیطان کی طاقت حق ہے اور اللہ رب العزت نے اس کو بنایا ہے اور صرف اس لئے بنایا ہے ان کی طرف بڑھنے والوں کے راستے میں ابتلاء و امتحان و آزمائش کی گھاٹیں کھڑی کر کے پکھے اور پکوں کا امتحان لیا جائے اور جو لوگ ان گھاٹیوں کو پار کر جائیں اور ان میں نہ الہ جیسیں ان کو اپنی ذات کے تقرب و رضا سے عالی عالی انعامات و درجات سے ہمیشہ کے لئے فوازیں۔

شیطان کی بھرپور کوشش یہ ہے کہ اس راہ پر چلنے سے بچلا یا جائے اور اگر اس رونخ پر پڑھی جائے تو پھر اس کی پوری کوشش ان اصولوں سے بچلانے کی ہے جس سے رحمت و نصرت ہائے خداوندیہ متوجہ ہو کر ترقیات پر پوچھنے کی بجائے خذلان و محرومی کی شکلیں قائم ہوں۔ میرے دوستو بآپ کے لئے بڑی زبردست گھاٹیں ہیں اور شیطان ان میں بچلانے کے لئے تجربہ کار و پرانا گھاٹ مستعدی کے ساتھ اپنی تدابیر میں مشغول ہے اس کے مکر سے تحفظ اس کے سواممکن ہی نہیں کہ جتنی بھی عالی صورتیں اللہ رب العزت اپنے فضل سے پیدا فرمادیں۔ اپنے انکسار و تواضع کی مشق کو بڑھایا جائے۔ ایک دوسرے کی قدر دافنی و اکرام و اعزاز کی پوری پابندی کی جائے۔ اپنے کو خادم اور دوسروں کا حل کرنے والا لیقین کر کے ہر عزت کے موقع پر دوسرے کو اور ذلت کے موقع پر اپنے کو بڑھایا جائے، اور آپس میں مشوروں کا اہتمام اور ایک دوسرے کو مشورہ کی دعوت دی جائے اور ایک دوسرے کی دلجری کی پوری پوری سعی کی جائے۔ اس راہ کی تکالیف کو بالذات محبوب لیتھیں کیا جائے۔ غربا کے اختلط اور ان میں کام کی شکل کو قوتِ عمل لیتھیں کیا جائے ذکر و تعلیم و دعوات کا پورا اہتمام کیا جائے۔ بڑوں سے چھوٹا بنتے کی مشق کے لئے ملا جائے اپنے عبوب پر ہر وقت نگاہیں ڈالی جائیں۔ اگر آپ احباب نے ہمیں کر کے اللہ رب

العزت کے لئے اپنے کو جوڑ کر جمالیا تو دوسروں کے لئے بھی انشاء اللہ العزیز اٹھنے کی رائیں کھلتی چلی جائیں گی۔ مولانا ضیاء الدین بیس نفر کی جماعت کے ساتھ آج ہی آئے ہیں۔ مولوی عبد العزیز ابھی مقیم ہیں۔ دو آپ کے دوسرے شہروں اور قصبات میں پھر کی ضرورت ہے۔

بنده محمد یوسف غفرلہ یکشنبہ ۲۷ محرم ۱۴۲۶ھ

(۲۳)

۱۴۲۶ھ میں ایک جماعت مراد آباد سے مرکز نظام الدین ہر کو پنجاب اور اس وقت کے صوبہ پختہ کی طرف گئی تھی۔ اس کے ذریعہ دارنے لدھیانہ سے کارگزاری کا خط حضرت مولانا کو کھا جس میں دعا کی بھی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت مولانا نے اس کے جواب میں ذیلی کامنکتب لکھ دیا۔

.....السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ

کل ۰ ار پارچ شنیز کو کارگزاری لدھیانہ سے مطلع فرمائ کر مسود فرمایا، آپ ایسے کام کئے نکلے ہوئے ہیں جس کے اندر اسلام کی سرینبری ہے اور بڑے خیر کی توقعات ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے ہر چیز دعا گو ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ خانقا ہوں اور علمی مراذ میں اپنے کام کی بہت مختصر سی کیفیت کے بعد دعا کی درخواست خط کے ذریعہ کرتے رہئے اس کا ضرور اہتمام کیا جائے۔ آپ کی جاتی میں جو افراد مراد آبادی یا غیر مراد آبادی اپنا وقت ختم کر کے واپس جائیں۔ ان سے تغیب کے بعد یہ ضرور کما جائے کہ باہر نکل کر جن چیزوں کی قسم سے مشق کرائی گئی ہے اور جو ایک طرز کی زندگی تم نے دیکھی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اب اسی زندگی کو اپنے گھر رہتے ہوئے اختیار اور پیدا کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ گھر جا کر اپنے مشاغل میں پہنچے ہی کی طرح الجھ کر رہ جاؤ اور مقامی کام اور اس زندگی کو بالکل بھول جاؤ اور جوتا ثراحت ان میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان سے فائدہ اس طرح اٹھایا جائے کہ جانے والے کے ذہن میں یہ نوب بھٹا دیا جائے کہ اس

نے جو وقت دیا وہ بہت کم ہے۔ اب اس کے پہل میں اور تاثر کو باقی رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ افراد کو تیار کر کے بھیجئے۔

..... والسلام بندہ محمد یوسف غفرلہ

(۵)

رمضان شعبہ میں ایک جماعت حاجی میں دینی کام کرنے کے لئے بیہقی گئی ہوتی تھی۔ اس کے فرد اروں کو حضرت مولانا نے ایک خط لکھا تھا۔ ذیل میں اس کا ایک اقتباس درج کیا جا رہا ہے،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ حضرات کے خطوط موصول ہرستے۔ آج کل طبیعت پر بہت زیادہ نکار اس بات کی غالب ہے کہ یہ ہزاروں عازمین چھ جو اپنی بنیادی اور ابتدائی زندگی سے بھی خالی ہیں اگر ان کے اندر دینی ہدایات کی پیداوار نہ کی گئی تو بلاشبہ سفر تو ہو جائے گا۔ لیکن یہ ایک نادر موقع تھا کہ بیت اللہ کی طرف عاشقانہ طور پر جانے کی صورت پیدا ہوتی۔ مگر وہ ہماری کم ہمتی اور بے بضماعتی کی وجہ سے نہ ہو گی۔ اس کے لئے آپ جتنے بھی اس مقام پر پہنچ گئے ہیں اپنی انتہائی کوششوں میں کمی نہ کریں۔ قلوب تو اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں نہ جانے کون سی ساعت کی محنت اللہ رب العزت کو پسند آجائے اور وہ اپنے الطاف سے کوئی رُخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے زندہ ہونے کا پیدا فرمادیں ”

بندہ محمد یوسف غفرلہ

(۶)

بیہقی میں مقیم حاجی میں کام کرنے والی ایک جماعت کی طوف سے حضرت مولانا کو صورت حال اور کارگزاری کی اطلاع دی گئی جس میں یہ بھی تھا کہ کچھ حاجی الحمد للہ اس پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ وہ جماز مقدس میں دین سیکھنے کے لئے اور دین کی تحریک کر کے پیدا نہ کریں گے۔ حضرت نہ اذانت اس کے برابر میں ذیل کا مکتوب لکھوا یا۔

..... وَقَنْتَ اللَّهُ دَايَا كِمْ لَا يَحِبُّ وَيُرْضِي

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ خطوط کے ذریعہ مسامی خیر و صلاح کی خبریں موصول ہو کر باعث مررت ہوئیں۔ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف و کرم سے ان حجتیں کو شناسوں کو اس اجتماعی طرز کے ایمان کے لئے جد و جہد اور نقل و حرکت کے منہاج محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورے عالم میں سر بز ہو جانے کا ذریعہ فرمائیں۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھپوڑا اختیا۔ سابقہ عمل کو اس کے مقابلہ میں ایک گناہ تصور کرنے سے ہوئے اس پر توبہ استغفار کی مقدار کا حق ادا کر کے آئندہ کے لئے اس سے زیادہ اونچی شکلوں کو سامنے رکھ کر اپنی بساط کے مطابق جد و محنت پڑھانے کی کوشش کی جائے۔ جن حاجج کرام کو دین کی شکلوں کے سیکھنے پر اور صحابہ کرام کے طرز پر پیدل پھرنسے پر آمادہ کر کے آپ حضرات نے بھیجا ہے سبب کے طور پر اگر ان سے خط و کتابت کے ذریعہ تحریس و تحریف و تکید کا اجراء ہو سکے تو اس کو اختیار کرتے ہوئے ورنہ بغیر اس کے پوری طرح حق تعالیٰ شانہ سے گڑ گڑا کر اور بلبلہ کر ان کی راہ کے جو وعدے ہو چکے ہیں ان کے وجود میں آئنے کے لئے حد سے زیادہ دعائیں کی جائیں اور مخصوص اکابر کی خدمات میں اس کی دعاوں کے لئے لکھا جائے.....

ہمارے کام کرنے والوں کی اتنی زیادہ غنیمت مناسب نہیں معلوم ہوتی۔
حافظ مسکین صاحب کو بھائی گئے بہت دن ہو گئے۔ کچھ دن کے واسطے ضرور بالضرور انہیں یہاں بیٹھیج دیا جائے۔

فقط وَ اسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہ

۲۵ شوال ۱۴۴۹ھ

بِلْكَلْ بَشِير احمد عفی عنہ

(۷)

مندرجہ ذیل مختوب پاکستان کے تبلیغی احباب و رفقاء کے نام چند سال پہلے ماه رمضان
میں لکھا گیا تھا۔ یہ ہم کو جناب مولانا عبد العزیز صاحب کھلنگی سے حاصل ہوا۔ جس کے شے
ہم مولانا موصوف کے بہت منون ہیں۔

مکرمین و محترمین بندہ ادام اللہ مجدد کم و وقتنا اللہ ایا کم لما یحب ویرضی
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حق تعالیٰ کا بہت ہی لطف و کرم ہے اپنے احباب پر کہ اس دور انحطاط میں جب
کہ رب العزت کے اعمال کے ذریعہ ان کی ذات عالی سے استفادہ کی راہیں بند ہوتی جا
رہی ہیں اور اس حقیر و فانی دنیا پر جانیں کھپا کر اس کے ذریعہ قیمتی زندگی بنانے پر نعمت
کا رواج پڑ پچکا ہے۔ ایسے عالی و افضل طریق گشت و مجاہدہ کی طرف رہبری فراہی جس
کی قدر دافنی کر لیتے پر اور جان و مال کی حقیری پوچنی جھونک دیتے پر صرف محنت و مجاہدہ
کرنے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عام امست مسلمہ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلواتہ و
وتحیۃ اور عام انسانوں تک کے لئے ہدایت کے دروازے کھل جانے کی پوری توقعات
اور امیدیں ہیں۔ میرے عزیز دوستو! دونوں جہان کی ساری نعمتوں اور کامل کامیابیوں
کے حاصل کرنے کے لئے حق تعالیٰ شاذ جلالہ عما ذرا نے پورا دین عطا فرمایا ہے۔ جس
کا تعلق ہماری پوری زندگی کے سارے اعمال سے ہے۔ اب اگر حق تعالیٰ شاذ پہنچے لطف
کرم سے ہدایت سے نواز دیں اور یہ بات جی میں پیوست ہو جائے کہ پروردش کرنے
والے، حالات میں تغیر و تبدل کرنے والے صرف رب العزت ہیں اور اس دنیا میں بھیلا
ہوا سارا نقشہ اور چیزوں کی دنیا بھر میں بھیلی ہوئی مشکلیں ان کے استعمال کرنے سے استعمال
ہوتی ہیں اور ان سب سے جو چاہے کر کے دکھلا دیں اور ان سب کے بغیر بھی جو وہ
چاہیں اپنی تدرست سے کر کے دکھلا دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو سیکھو

کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے پر اہل رب العزت اپنی قدرت سے جس طرح چاہیں گے زندگی کے حالات کو درست فراز دیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے خلاف زندگی گزارنے پر جو بھی چاہیے حاصل کر لیا جائے اللہ رب العزت زندگی کے حالات کو بجاڑ دیں گے۔ مو اگر یہ بہایت نصیب ہو جائے تو پورا دین بہت ہی آسان اور محبوب بن جاتا ہے اور مخاطر ہی سی محنت سے زندگی میں چالو ہو جاتا ہے اور اگر خدا نکو استہ اس ہدایت سے انسان کا دل خالی ہو جائے اور اپنی محنت اور مساعی اور اس دنیا کے دھوکے کے نقشوں اور مشکل و صورت سے زندگی کے حالات کے سدھ رجانے کا غلط اور بے بنیاد تصور دل میں بیٹھ جائے تو پھر دین پر چلتا اور اس کا سیکھنا مشکل ترین بہ جاتا ہے اب حق تعالیٰ شاذ نے اس عالی دولت کے حاصل کرنے کے لئے محنت بھی عطا فرمائی اور دعائیں بھی عطا فرمائیں اور ان اعمال کی محنت کے لئے جن کی حیات پر دعائیں قبول ہو کر بہایت کی دولت نصیب ہو اور سارا دین آسان ہے۔ مساجد بنائی گئیں اور بازاری نقشوں کے اختیار کرنے کو دہاں کے تذکروں کو، دہاں کے تصورات کو یہاں مندرج قرار دیا گیا اور مساجد کی آبادی و تعمیر بازاری نقش و نگار اور ساز و سامان میں قرار نہیں دی گئی۔ بلکہ ہنستوں ایمان بالغیب والی مجالس میں بیٹھنا اور علمِ الہی کے حلقوں کا پابند بننا اور ذکر و دعا کی فضائیں قائم کرنا، نماز و عبادت کی فضائیں قائم کرنا اور امور اخرویہ پر رومنا پڑینا اور ایک دوسرے کی زندگی بنانے میں ہاتھ بٹانا وغیرہ امور کے مساجد میں وجود میں آجائے کو ان کی تعمیر قرار دیا گیا اور مساجد کو ان اعمال سے آباد کرنے والوں کے ہمی ہونے کی خوشخبریں سنائی گئیں اور ان ہی کی دعاؤں کے قبول کرنے کے وحدے کئے گئے اور انہی مبارک انسانوں کے لئے ہدایت دینے کے فیصلے کئے گئے۔ اب جو مبارک انسان اپنی جان و مال سے کراٹھیں اور ان اعمال کے امت مرحومہ محمدیہ میں رواج پا جانے کے لئے ملک بلکہ اقبالیہ پر اقبالیہ مارے پھریں۔ اپنی کمائی اور پر درشن کے ظاہری

نظام میں تغیر و تبدل گواہا کریں اور ہر طرح کی تکالیف اپنی جان پر برداشت کریں۔ سو ایسے مبارک انسان اس راہ کے خواص میں ہیں ان کی دعائیں اپنے حق میں، اپنے متعلقات کے حق میں، عام امت محمدیہ کے حق میں اور سارے انسانوں کے حق میں اس طرح قبول ہوتی ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام کی، عالم کے حالات میں اس طرح تغیر و تبدل آتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں۔ اس مبارک راست کی ہر زمانے میں بہت زیادہ قیمت ہے مگر بعض حالات اور زمانے ایسے ہوتے ہیں کہ اس راہ کی قیمت مالک اللہ کی طرف سے بہت زیادہ بڑھا دی جاتی ہے اور کام کرنے والوں کے لئے ترقیات بکھر بہت زیادہ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جن حالات انحطاط دین سے ہم گذر رہے ہیں، اس میں محنت کی قیمت دین کے استقبال کے زمانہ کی محنت سے لاکھوں گئی زیادہ ہے خصوصاً رمضان المبارک کے زمانہ میں، جس زمانہ میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہدایت کی تقسیم کا خوبی نظام قائم کیا جاتا ہے، شیاطین بند کر دیئے جاتے ہیں، جو ہدایت ہٹانے والی غبی طاقتیں ہیں۔ فرشتے بھیلا دیئے جاتے ہیں جو ہدایت کی طرف بلانے والی غبی طاقتیں ہیں۔ وہ مبارک روحانیت و نور والی وحی لانے والا فرشتہ جبریل علیہ السلام جس کے گھوٹے کی ڈاپ تک کی روحاںیت سے ریت پر سبزہ پیدا ہو جائے۔ جو کی اس عالم میں آمد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی اور ان کی والی برکت سے اہل عالم محروم ہو گئے۔ اس مبارک نیتیں میں ان کی آنکھی اس نیم پر کی جاتی ہے۔ گویا ان کی نسبت والی برکات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حوروں کو سجا بایا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ خیر کی طرف پکار اور شر سے روکنے کی آوازیں ہر طرف بند کرائی جاتی ہیں اور قبوطاً سماجی متوجہ ہونے والوں کو بھی ہدایت سے نوازا جاتا ہے۔ اب اگر اس محنت کے میدان کو جس پر ہدایت کا فیضان ہادی کی ذات تعالیٰ سے اپنی مخلوق کیلئے عمومی طور پر ہوتا ہے۔ ایسے

مبارک مہینے میں قائم کیا جائے جس میں ساری امت محمدیہ مرحومہ کے لئے ہدایت کی تقسیم
کا عام نظام قائم کیا جاتا ہے اور امت میں دین کی طرف رجوع کی عمومی نشکلیں قائم کی
جاتی ہیں تو معلوم نہیں کہ ہدایت والے اعمال کے ہدایت والے مکانات یعنی مساجد میں
زندہ کرنے کے لئے ہدایت والی نقل و حرکت و ریاضت و مجاہدہ پر ہدایت والے مہینے
میں کتنی ہدایت کافیضان کتنا دین کی سرسبزی اور حالات داریں کی سرسبزی فلاخ کتنا
مخلوق خدا کے لئے قائم ہو جائے اور یہ محنت کرنے والے کتنا خصوصیت کے حامل در
کتنے نہ تصور میں آنے والے درجات و اجر و انعامات کے حاصل کرنے والے بن جائیں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیارے صحابہ کرام کی مسامعی مبارکہ پر فدی و غیبی
طاقوں کا نزول اسی مہینے کی مبارک مسامعی پر شروع ہوا یعنی غزوہ بدر والی ریاضت و
مجاہدہ والا سفر اور اس پر اللہ رب العزت کی مدیں اس مہینے میں ہوتیں اور آپ کی
سامعی والے اسفار کی انتہا یعنی سارے عرب کے سارے قبائل کا اسلام میں داخل کرنے
والا سفر یعنی فتح مکہ اسی مبارک مہینے میں ہوا۔ اس مبارک ماہ میں اللہ رب العزت کی راہ
کی نقل و حرکت اور صحیح اصول کے اتباع تمام کے ساتھ محنت و مجاہدہ، راتوں کی درد بھری
و عالمیں عام قلوب کے حق و ہدایت کی طرف پلٹ جانے اور دین میمین کے سرسبز ہو جانے
کا اعلیٰ ترین سبب اور اکمل ترین ذریحہ ہے۔ آپ حضرات ہمت فرما کر اللہ رب العزت
کے راستے میں شوق و حوصلہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ
کے ساتھ دور سے دور کے لئے اپنی ذاتوں سے نکل ہٹتے ہوں، دوسروں کو تیار کریں اور
ہر طرف قریب و بعدی میں چلوں اور تمیں چلوں کے لئے جماعتوں کو نکالیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ
اس مبارک زمانہ میں تمیں چلوں کے لئے نشکلیں کر کے جماعتیں روانہ کی جائیں۔ تاکہ
اگر کان اسلام کی حیات والی محنت کا حساب اس ماہ میں قائم ہو اور اس ماہ میں چلے کے
لئے نکلنے کی برکت سے زیادہ وقت کے لئے اللہ رب العزت کے راستے میں روانہ طبعاء

ایکیوں جو خبر کا عمل اس مبارک ماہ میں شروع کیا جاتا ہے وہ اس ماہ کی برکت سے چل پڑا ہے۔ مقامی گشتوں کو بڑھائیں..... روزانہ کی تعلیم کے حلقوں کو بڑھائیں اور ذکر و دعا کی مقدار بڑھائیں۔ حق تعالیٰ شاذ ہم کو، آپ کو، سب احباب کو اس راہ کی ترقیات حاصل کرنے کے لئے قبول فرمادے اور اپنے دین کو اپنی تدریت اور فضل و کرم سے چمکائیں اور اس کی برکات سے دارین میں ہمیں نوازیں آمین یا رب العالمین آمین۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ

(۸)

جس کو جانے والوں میں دینی محنت کی ضرورت و اہمیت اور اس کا نظام۔

۱۰۔ ارشاد

مکرین و مجرمین بندہ ادام اللہ علیکم و زادکم اللہ جداؤ فی سبیلہ و تقبل عننا
و عنکم و تجاوز عن سیاست

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ انسانی زندگی کی دارین کی کامیابی یہاں حاصل کرنے کے لئے حق تعالیٰ شاذ نے طریقہ زندگی عطا فرمایا۔ جس کا نعلن انسان کی ۲۷ گھنٹے کی زندگی سے ہے۔ اس کے لئے یقین بھی خاص تجویز فرمایا، علم بھی خاص عطا فرمایا، نیت بھی خاص عطا فرمائی، تمازنات بھی خاص تجویز کئے، جان خرچ کرنے کے لئے خاص طریقہ بتلائے اور مال خرچ کرنے کے لئے بھی تفصیل تجویز کی۔ ان خصوصیات کو اپنی زندگی کے طریقوں میں حاصل کرنے کے لئے نماز عطا فرمائی اور مساجد میں حاضری کا حکم دیا تاکہ مساجد میں مجالس ایامیت کے ذریعہ یقینی کی خصوصیت حاصل کریں، اور مجالس علمیہ کے ذریعہ جان مال کے خرچ کرنے کے طریقوں کو اپنی زندگی کے شعبوں میں داخل کریں، اور ذکر کی مجالس کے ذریعہ اپنے تمازنات اور توجہات کو کائنات سے خاتی کائنات کی طرف اور بازاری تقدیبوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اعمال کی طرف جوڑ لیں اُنی خصوصیات کے

حاصل کرنے کے لئے رمضان المبارک کا مہینہ عطا فرمائی رات دن اُسی محنت کا مطالبہ فرمایا۔ اسی کی محنت کے لئے زکوٰۃ کا فریضہ عطا فرمایا۔ اور ان خصوصیات کی تکمیل کے لئے حج کامبک ترین عمل عطا فرمایا۔ اب جو انسان اعمال کے انہاں کے ذریعہ اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ ان خصوصیات کو حاصل کر لیں تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں حق تعالیٰ شاذ کی ذات عالی کے لامحہ، سے نہایت خزانوں کے ہمیشہ کے لئے عطا یات اور انعامات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بازاروں کے نقشوں سے اس زندگی بہت کر دعاوں پر آجائی ہے اور بڑے سے بڑا اور مشکل سے مشکل مرحلہ خداوند قدوس کی قدرت کا ملے سے آسان سے آسان بن جاتا ہے اور دونوں جہاں کی کامیابیوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شاذ نے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خاص طرح کی عبادات عطا فرمائیں وہاں ان خصوصیات کے زندگیوں میں پیدا ہونے کے لئے محنت کے بھی خاص طریقے عطا فرمائے۔ جن کے اختیار کرنے پر اعمال کی خصوصیات زندہ ہو کر دعاوں کی قبولیت کے لئے خام دروازے کھل جاتے ہیں اور ان خاص محنت کرنے والوں کو دارین کی اعلیٰ نعمتوں اور حکمتوں سے نوازا جاتا ہے اور ان کی دعاوں کی قبولیت میں انبیاء رَعِیْمُ السَّلَامُ کی دعوات کی قبولیت کی جملک حق تعالیٰ شاذ نصیب فرمادیتے ہیں۔

اسے عزیز روستو! فرائض خداوندی میں جو سماجی فریضہ اُمت کی طرف متوجہ ہوتا ہے دو لائیں کی محنت امت پر عائد ہوتی ہے۔ ایک اس فریضہ کو اپنی خصوصیات کے ساتھ اپنی ذات سے ادا کرنا۔ دوسرا سے اس فریضہ کے صحیح نوعیت کے ساتھ قائم ہونے کے لئے محنت کے سیدان قائم کرنا، فریضہ کی صحیح نوعیت کے ساتھ ادا لیگی شرہ کا درج رکھتی ہے۔ اور وہ محنت و مجاہدہ جس سے فریضہ کی صحیح نوعیت قائم ہو۔ جزو اور بنیاد کا درج رکھتی ہے۔ اگر جزو وجود میں نہیں آئے گی شرہ کا ترتیب نہیں ہو گا۔ اور بقدر جزو کے وجود میں آئے کے ثرات کا ترتیب ہو گا..... حج کا فریضہ اور اس کی صحیح نوعیت

قائم کرنے کے لئے محنت کا فریضہ امت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اب اگر ہمت کر کے
 جانے والے حجاج میں ان خصوصیاتِ اعمال کے زندہ ہونے کی محنت کری جائے جو
 حج کے غرات مرتب ہونے کے لئے شرائع کا درجہ رکھتی ہیں تو جانے والے حجاج کی
 اور ان محنت کرنے والوں کی دعائیں اپنے اپنے درجہ کے مطابق قبل ہو کر رحمتیائے
 خداوندیہ اور نصرتیاء اللہیہ کے دروازے کھلنے کی صورتیں پیدا ہوں حج کے
 کے فریضہ کا تعلق صوف حج کرنے والوں سے نہیں بلکہ پوری امت کے دین اور محنت
 کا چائزہ خداوند قدوس اپنے اس گھر پر لیتے ہیں جس کے اثرات پر سے نظام عالم پر
 پڑتے ہیں۔ وہاں کی زندگی میں پاک طریقوں کے اختیار کرنے پر سارے عالم پر رحمت
 و انعامات کے اثرات پڑتے ہیں۔ اور وہاں کی زندگیوں کی خرابیں سارے عالم پر
 پریشانیوں کے اثرات ڈلاتی ہیں۔ آپ حضرات ہمت فراکر جانے والے حجاج کا
 تقدیر کر کے ان کو نمازوں کا عادی بنائیں مساجد میں ایمان کی مجلسوں میں عینہ کی عادت
 ڈلوائیں۔ علم کے حلقوں میں کتابوں کے سنتے اور سکھنے سکھانے کا مزاج پیدا کریں گھتوں
 کی اور دعوت دینے کی مشق کرائیں، اللہ رب الغریب کے راستے میں نکلنے اور دین کے
 لئے محنت کرنے پر آمادہ کریں اور اس کی عملی مشق جتنی کراسکین ضرور کرائیں۔ خدمت
 گزاری کی، تو واضح کی، اکرام مسلم کی، ذکر و دعوت کے اہتمام کی پابندی پر خوب
 ابھاریں اور عملی مشق بھی جتنی کراسکین ضرور کرائیں۔ اپنے مقام پر بھی اس کی محنت کیں
 ماحول میں بھی اس کے لئے جا عتیں بھیجیں، بذریح کا ہوں پر جا عتیں روانہ کرنے کی سعی کریں
 اور جہاں جہاں حجاج جمع ہو کر روانہ ہوتے ہیں ان سب جگہوں کے لئے جا عتیں روانہ
 کریں تاکہ حجاج میں عمومی محنت کے ذریعہ حرمین مبارکین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و
 دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم الجمیعین اور اولیائے
 امت رحمہم اللہ کے پھر سے ہوئے علاقوں کے فیوض و برکات امت میں عام ہوں، ساجد

واليہ اعمال سریم بر ہوں اور اُمت کی رُوحانی و نورانی، ایمانی و اخلاقی ترقیات زندہ ہوں۔ اور بازاری پھسلنڈوں اور دھوکوں سے اُمت کی حفاظت ہو۔ اور آپ حضرات کے لئے اس کے صلہ میں قربِ خداوندی کے وہ درجات حاصل ہوں جو تصور میں نہ آسکیں۔

اللَّمْ وَفَقْتًا لَا تَحْبُّ وَتَرْضَى مِنَ النَّعْوَلِ وَالْعَمَلِ وَالْجَمْدِ وَالنَّيْتَةِ وَالْمَذْنُونِ أَمِينٌ

یا رب العالمین۔ ۷

بندہ محمد بیسف غفرنا

(۹)

حرمین پاک میں جہاج کر دین کی محنت پر لگانے کی اہمیت و ترغیب اور اس کا نظام۔

۷۸۶

مکرم و محترم بندہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ حضرات کے خطوط موصول ہو کر کا شفت حال ہوئے۔ جہاج میں بینی زندگی کے زندہ ہو جانے کی جدوجہد کی شکلوں سے بہت سرست ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو پوئے عالم میں دین کی سرسیزی کے لئے جان کھپاتے ہوئے آئے اور جانے کے زندہ ہو جانے کا ذریعہ فرمائیں تاکہ آتے ہوئے دین کے لئے جان کھپانے کے ذریعہ حرمین کے فیوض سے استفادہ کی استعداد پیدا ہو۔ اور والپی کی جدوجہد میں حرمین کے افادہ کی شکلیں زندہ اور سرسیز ہوں۔

میرے عزیزو! اس عالی مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے جتنے بھی اس عمل کے جذبات پیدا کر کے اس کی اجتماعی شکلوں پر تاب پالیا جائے اتنا ہی آئے واسطے دو میں جو کامیاب بلند ہو کر نہ معلوم اس وقت کے جان کھپانے والوں کے لئے کتنے بے نہایت اجر و درجات کے حصوں کا ذریعہ ہو گا۔ جانے والے جہاج خصوصاً میوات کے جہاج

میں اس بات کی پوری سعی ہو کہ مروجہ طریقہ پر جانے کے انتشار سے اپنی پوری طرح
خناکت کرتے ہوئے اس طریقے سے چاڑی میں سفر اختیار کیا جائے جس سے دہان کے
علاقہ میں دین کا شیوخ و فروع ہو اور جانے والوں کو دہان کی ترقیات ایمانیہ رو جانیہ
میں سے پورا حصہ نصیب ہو۔ پیدل اسفار کی عملی شکلیں قائم ہونے پر ابھی سے قابل
پانے کی کوشش کی جائے۔ اپنے احباب پیدل کے لئے معین کر کے ان کے رفقاء کے
برٹھانے کی ابھی سے سعی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی تشریف لے گئے ان
سب جگہوں کے لیے جماعت کی تشکیلوں پر قابو پایا جائے۔ اور صحابہ کرامؓ
نے جہاں دین کی حیات کے لئے ٹھوکریں کھائیں وہاں کے لئے بھی پوری طرح جماعت کے
روانہ کرنے کی سعی کی جائے۔ تعلیم و تعلم و اذکار کے اہتمام پر پوری طرح آمادہ کیا جائے
مجاج کرام و اہل عرب کے حقوق کی ادائیگی کی طرف پوری طرح متوجہ کیا جائے۔ ایک
گروہ اللہ رب العزت کا مہمان ہے اور مہمان کے ساتھ کی ذرا سی بھی بے عنوانی ناگواری
کا باعث بن جاتی ہے۔ اور دوسرا گروہ صریں کا پڑو سی ہے۔ ان کے ساتھ کی بے عنوانی
بھی غصب الہی کی داعی ہے۔ — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی
تخیریب و بر بادی و موت کا منظر سارے عالم میں بکھرا ہوا ہے مگر جو کے موقع پر ساری
امستِ محمدیہ کی زندگیوں کا طریقہ سمٹ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ حیات کی موت کا
(عالی) منظر سب کے سامنے آ جاتا ہے۔ اب درمند اور اللہ اور ان کے محبوں سوں
کے ساتھ ذرا سا بھی تعلق رکھنے والوں کا اعلیٰ ترین تقرب و محبوبیت اور اطاعت و عبادت
کا عمل یہ ہے کہ اس منظر کی تبدیلی کے لئے اپنی جانوں کو پوری طرح جھوٹک دیں۔ دین
کے لئے جان کھپانے کے اعمال پر ان کے ڈالنے کے لئے پوری طرح سعی کی جائے ان
کو اپنے ساتھ لے کر اس مبارک علاقہ میں ٹھوکریں کھانے کے ذریعہ اس کے اصولوں کے
اخذ کی کوشش پوری طرح کی جائے۔ جزیرہ عرب کو دین کی حیات کے لئے جان کھیانے

کامرکز قرار دے کر اس میں طریقہ جہد کے سیکھنے اور سکھانے کا رواج ڈال کر ہر طرف دین کی حیات کے لئے ٹھوکریں کھانے کے لئے مقامی احباب کے ساتھ عمل کر رواز کرنے کا رُخ ڈالا جائے۔ اگر میواتی حاجج میں سعی کے ذریعہ ان میں ان شکلوں پریل میں سابقت پیدا کر لی جائے تو انشا اللہ العزیز دوسرے علاقوں والے بھی ان شکلوں کو اختیار کرنے لگیں گے۔ اپنے احباب کو اس معاملت میں پوری سعی کرنا انتہائی ضروری ہے۔ الحمد للہ یہاں تھوڑی سی عملی اجتماعی صورتیں پیدا کر لینے پر ان میں بہت ہی عالی جذبات پائے جائے ہیں۔ خدا کرے آپ کی مسامعی اس کے ازیاد و ترقی کا ذریعہ بنیں۔

میرے عزیز دستو! اس وقت کے احوال کی درشگی کے لئے پوری طرح اس عمل کے لئے جانیں کھپاتے ہوئے گڑا گڑا کر بلبلہ کر مواقع اجابت میں دعاوں کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ حق تعالیٰ شاذ نے طبعی اعمال کی دھناؤں سے آپ حضرات کو وقت نکال نہ کر عبیدیت کے اعلیٰ ترین عمل کے لئے اعلیٰ ترین عمل کے موقع پر جمع فرمادیا۔ اب استغاثہ باللہ کی قوت کے بعد ہی رحمت و انعامات و نصرت کے دروازے انشا العزیز نکھل گئے جس کے سارے ہی اہل عالم خصوصاً امت محمدیہ مرحوم اور اہل ہند آج پوری طرح محتاج ہیں۔ آپ حضرات خصوصیت کے ساتھ عمل کے پورے انہاک کے ساتھ انتہائی دعوات کا اہتمام فرمائیں۔ مولوی داؤد و حافظ نصیب خان و حاجی خنیف بھی انشا اللہ آئے ہیں۔ دوسروں کے باسے میں بھی گفتگوئیں اور مشورے جاری ہیں۔ البتہ اپنی آمد کے بارہ میں موجودہ احوال کی بنابر اشکال ہے اور بظاہر امسال ناممکن ہے۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ

۱۸۔ شوال ۱۴۳۷ھ

(۱۰)

اللہ تعالیٰ پر اعتماد و ترکی اور اصول کی پابندی کی تلقین

۱۸۔ شوال ۱۴۳۷ھ

مکرین و مختریں زاد کم اللہ دایا ماجد ا دعیانی سبیلہ
 السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ حضرات کے خطوط مرست کے باعث
 ہوئے۔ حق تعالیٰ شاذ اپنے لطف دکرم سے آپ کی اپنی ترقیات کے ساتھ دین کی
 سربرزی و فروع کا آپ کی مساعی اور سفر کو ذریعہ فرمادیں اور ہر طرح کی مدد دیں اور
 نصرتیں دونوں جہان میں شامل حال فرمادیں۔ اور ہر موقع و حال کی حاجج کا اپنے نفل
 دکرم سے بندوبست فرمادیں۔

میرے عزیز! کرنے والے صرف اللہ رب العزت ہیں اور ان کے لئے کوئی سی بھی
 حالت سخت نہیں ہے جو نسیحی حالتِ ضلالت کو، جو نسیحی حالت پایتہ کے ساتھ جس وقت
 چاہیں، بدل دیں۔ بندوں کی محنت و مساعی صرف اختیارِ سبب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اب
 سبب میں حقیقی صفات قبولیت ہوں گی۔ خداوند قدوس کی رحمت متوجہ ہو کر سخت سے
 سخت خراب احوال بہتر سے بہتر احوال سے منجائب اللہ تعالیٰ ان کے تصرفات خاص ہے:-
 سے مبدل ہو جائیں گے۔ لہذا اپنے کام کرنے والے احباب کو ان احوال سے نہ تباہ
 ہونا چاہیئے نہ نا امید ہونا چاہیئے۔ بلکہ اللہ رب العزت کی عظمت و قدرت و قوت
 کو سامنے رکھ کر ان سے مدد دیں حاصل کرنے کے لئے دین کی حیات و سربرزی کے لئے
 جمد و نفر کے عالی ادار کی تعمیل ان کی اعلیٰ شکلوں کے ساتھ کرتے ہوئے بارگاہِ المیمین
 گڑا گڑا کر اور بلبلا کر دعاوں کا اہتمام کرتے رہنے میں ہی ان سب احوال کی تبدیلی مضمود
 ہے۔ حق تعالیٰ شاذِ محنت کی صحیح شکل اپنے کو اور اپنے سب احباب کو نصیب
 فرمائیں۔ جماعت کے لانے کی بہت سی فرمادیں۔ تین تین چلہ کی جم کر دعوت دیں۔
 تعلیم و تعلم کے حلقوں کے قیام کا پروپر اہتمام فرمائیں، اگرچہ ہنری ہنی مقدار میں
 ہو سکے۔ اللہ کے ذکر کی کثرت کریں، اصول کا مذکور رکھیں، دنیا کے تعیش کی رغبت
 پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کی اپنے میں رغبت پیدا کرنے کی سعی کریں

ایک دوسرے کی خدمت گزاری کی عادت ڈالیں۔ اخلاق کے سیکھنے کو بہت اہم سمجھیں اور دعاوں کو اپنے لئے اور بمارے لئے بہت اہتمام فرمائیں اور غرداً کس پر س طبقات میں کام کا ضرور پھیر ڈالیں کہ ان میں کام بہت سے رذائل سے حفاظت کا اہم سبب ہے سب احباب کی خدمت میں سلام مسندون عرض کروں۔

بندہ محمد يوسف غفرانی

(۱۱)

اصولوں کو ضبوطی سے پکشنا اور راجی طریقوں سے بچنے کی تاکید۔

مکرم و محترم بندہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ — آپ صاحبان کے خطوط یکیے بعد دیگرے تقریباً روزانہ موصول ہوئے۔ وہاں کے کام سے جتنی خوشی حاصل ہوئی، اسی وقت رے انتہا فکر بھی ہوئی، جس کا اندازہ آپ حضرات کے خطوط سے بھی ہوتا رہا کہ آپ حضرات کو بھی حق تعالیٰ شانہ نے فکر عطا فرمائی ہے۔ حقیقت میں یہ کام رواج کے بالکل خلاف ہونے کی بنی پر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تھوڑی سی محنت اور مجاہدہ کے بعد اس کے اس کے سارے اصولوں کی رعایت کرنے پر بہت ہی آسان ہے بلکہ راجی طریقوں سے کرنے پر بے انتہا مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اگرچہ بظاہر رواجی طریقی میں سولت نظر آتی ہے اس بنا پر اس بات کی اجتماعی طریق سے پوری کوشش فرمائی جائے کہ کام منہاج نبوت سے ہٹنے نہ پائے اور اپنی سادگی کے ساتھ دن کی محتشوں اور رات کی دعاوں کی مقدار ٹھیک چلی جائے۔ اس کام میں اجتماعات نہ بنیاد ہیں نہ مقصود۔ بلکہ اپنے نجع سے ہونے کی بنی پر مضر ہیں۔ اس لئے ماہنہ اجتماعات بالکل نہ کئے جائیں۔ ہر جگہ مقامی اجتماعات، بہفتہ واری اجتماعات اپنی نوعیت کے ساتھ یعنی پوری شب گزارتے ہوئے اور اوقات کا مطالبہ کرتے ہوئے کئے جائیں۔ اور جتنے آدمی اس وقت موجود

میں ہر کام کو اجتماعی کریں۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی یک جا رہنے کی بھروسہ کو شش کی جائے جو لوگ ادصر (دوہی) ہو کر جا چکے ہیں ان سب کو جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ غریب اور مسکین میں کام کی مقدار بڑھانی جائے اگرچہ شروع میں مشکلات پیش آئیں اور مختیں کرنی پڑیں۔ ڈینڈ بھل میں زیادہ نہ ٹھرا جائے۔ بلکہ پوری جماعت خود نمبروں کی پابندی کرتے ہوئے غرباء کی بستیوں کا سفر کرے۔

نقطہ بنہ محمد یوسف غفرلہ

۲۰ رب جب الحمد

(۱۲)

مندرجہ ذیل محتوب تبلیغی کام سے تعقیل رکھنے والے علاقہ گجرات کے ایک مولیٰ صاحب کو اسی کے خط کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے خط میں اپنے یہاں کے کام کے باہم میں کچھ لکھا تھا۔ یہ ہم کو محتوب الیٰ نے خود بھیجا جس کے لئے ہم ان کے منزہ ہیں۔

مکرم بنہ وفقنا اللہ دایاکم لایحہ دیرضا

السلام علیکم درحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خط سے حالاتِ دُو اُنف معلوم ہوئے جس سے از حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ شاذِ قبول فرمائے۔

میرے بھائی یہ کام بہت اونچا اور گمراہ ہے۔ اس میں ہزاروں اصول و قواعد میں اور اس کا ایک خاص نجع اور خاص مزاج ہے۔ اگر ان کو اپنا کہ اس کام کو کیا گیا تو بہت زیادہ خیروں کی امید ہے اور دوسری صورت میں شرور و فتن کا خطرہ ہے۔ اس لئے آپ چیلے کام کرنے والے حضرات کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علاقوں سے جماعتیں لے کر یہاں آئیں۔ اور پرانوں کے ساتھ اخلاطا اور میل جوں کے ذریعاءں کام کو صحیح نجع کے ساتھ اپنائیں، اس سے آپ حضرات کے علاقہ میں صحیح اصولوں کے ساتھ کام چلے گا اور چلے گا اور کام کرنے والے احباب خطرہ سے محفوظ اس میں ہیں گے

اور لوگوں میں عمومی طور پر تواضع، کرنفسی، دوسروں کے محاسن دیکھنا، اپنے عیوب پر نظر ڈالنا پیدا ہو گا جس سے دل جڑیں گے اور محبت و اتفاق پیدا ہو گا جب تک یہاں نہ آسکیں اپنے حالات سے تفصیلاً اطلاع دیتے رہیں

تمام احباب کو سلام مسنون، خدا تعالیٰ مدرس دینیہ کو ترقی نصیب فرمائے۔ دامت برکاتہ
بنده محمد یوسف غفرانی

(۱۳)

شادیاں کس طرح کی جائیں اور زندگی کا یہ شبہ دین کے فروع کے لئے کس طرح استعمال ہو۔ ذیل کام مختوب ایک صاحب کو کھما گیا۔ جنہوں نے اللہ کی توفیق سے سفت کے مطابق شادی کی تھی۔

مکرم و محترم بنہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کے اس مبارک جذبہ کو معلوم کر کے حد سے زیادہ مسرت ہوئی کہ آپ کے ہاں شادی سنت کے مطابق وجود میں آئی۔ حق تعالیٰ شاء، آپ کے اس مبارک عالی جذبہ کو پوری طرح قبول فرماتے ہوئے اپنے لطف کرم و فضل سے اس میں بکتیں و محنتیں پوری طرح شامل حال فرمائیں۔ — میرے بزرگ! اس شبہ کا سنت کے مطابق ہونا بس اسی پر موقوف ہے کہ اس فعل پر جو پیسوں کے خرچ اور کھانے پینے کی دلچسپیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ان آنے والوں کو دین پر جان و مال خرچ کرنے اور تسلیخ کے ذریعہ دین سیکھنے کے لئے نکل کھڑے ہونے پر آمادہ کیا جائے۔ اور اپنی جتنی رقم نکاح کی فضولیات پر آج خرچ کرنے کا رواج ہے۔ اتنی مقدار مال کر لے کر اٹکا لڑکی کے والد و عنیہ اللہ رب العزت کے راستہ میں دین کی سربزی کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ اور اپنے جذبہ و شوق کو جس کو وہ شادی پر خرچ کرتے اللہ کے دین کی سربزی کے لئے جدوجہد پر صرف کریں اور دوسرے شادی میں شرکیب ہجنے والوں

کو بھی اس بات پر آنادہ کیا جائے کہ مسلم کی جان و مال کا موضع و مقصد خواہشات پر خرچ ہونا نہیں بلکہ محقق اہل علیہ وسلم کے دین کی حیات و سربری پر خرچ ہونا ہے۔ جتنا ہماری جان اور مال کا خرچ دین کی حیات کے درود فکر و جد و سعی پر آتا چلا آئے گا ایں کے سارے شعبے سنت کی شکل پر زندہ ہوتے چلے جائیں گے۔

آپ کے اس اقدام کو حق تعالیٰ شانہ پوری طرح قبول فرمائیں اور اس شعبہ کی اصلاح کا اس شادی کو ذریعہ بنائیں کہ اس شعبہ سے متعلق رحمت و نصرت، انعامات و برکات کے دروازے یحیی اہل عالم کے لئے پوری طرح کشادہ فرمائیں۔ بنده اس شادی کے مقبول بارکت ہونے کے لئے پوری طرح دعا گو ہے۔

بنده محمد یوسف غفرانی

۱۸ مرجب الحجه

۱۳۲

ایک جامیتی راتی کے فرزند کے استغفار پر تغیرتی مکتوبے ایک اقتباس

محترم بنده!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ..... حق تعالیٰ شانہ فاروق مرحوم کی اپنی راہ میں جان دینے کو پوری طرح قبول فرمائیں اس تھا اجر و درجات سے فائزیں اور پورے عالم میں دین کی سربری کا ذریعہ بنائیں۔ اللهم آمين ای دنیا تو عارضی جگہ ہے۔ یہاں کی ہر حالت فانی ہے وصل بھی وقتو ہے اور فراتی بھی وقتو۔ سو اگر وقتو فرات کو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ رب العزت کے اجر و درجات کا یقین کر کے لذار دیا جائے تو اللہ رب العزت کی رضا و سعادت و مغفرت و عطا کے جنت کے ساتھ جانے والا بھی دوبارہ مل جائے۔ پھر اگر اس فراق میں نسبت ان کے راستے سی آجائے تو معلوم نہیں اس نسبت پر والدین کے لئے کتنی زیادہ ترقیات اور اجہد و درجات کا ذریعہ بنے۔ حق تعالیٰ نے آپ کے گھر ان کو بہت بھی بڑی دولت سے نزاٹ کر دیں

کی اس غربت و کس پرسی کے دور میں اس کی حیات و سر زبری کے لئے جان کھپاتے ہوئے اور ملکوں میں پھرتے ہوئے جان دینے کی نسبت عطا فرمادی۔ مولانا مکار محمد بنی اللہ علیہ وسلم کے ساقیوں کے ساتھ مشاہد کی ایک جملک عطا فرمادی۔ جو آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ نہ معلوم کئے انسانوں کے لئے ہدایت کے دروازے ٹھکنے، انعامات ابتدی کا ذریعہ بنے۔ جانے والے نے ہمیں والوں کو اس راہ میں مرشدی کا سبق دیا ہے اور انتہائی مسرتوں کے ساتھ، وقعت و رجابت و شوق کے ساتھ اپنی جان اللہ کے راستے میں دے دی۔ اور آخر وقت تک دین کی زندگی کے لئے جان کھپا اور عالم میں پھرنا اور محنت کرنے کے لئے تاکید کی۔ کیا یہی اچھا ہو کہ اس وصیت کی تعمیل میں آپ کا گھر اور متعلقین پیش پیش ہوں اور جانے والے کو اس کے اجر و درجات آپ کی طرف سے تھنڈ پیش ہوتے رہیں۔

بندہ: محمد یوسف غفرنہ

۱۵

فاروق مرحوم کی والدہ نے خواب میں مرحوم کو رسول اکرم کے ساتھ نہایت قریب دیکھا۔ نیز رسول اکرم کو اپنے قریب کھڑے اپچھے کلمات بیان فرماتے دیکھا۔ اس خواب کے من茜 حضرت مولانا کو کھھا گیا تو حضرت جوئی نے اس خواب کے متعاقب ذیل کا مکتوب تحریر فرمایا۔

محترم بنده! بشرنا اللہ ایا کم بیانہ من النعم و خلقتنا عما عنہ من النعم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

اپنے بندوں کے ولی تھامنے اور قسمی دینے کے لئے اللہ رب العزت گاہے گاہے بشارتوں کی صورت اختیار فرماتے ہیں۔ رویا صالحہ مبشرات میں سے ہیں۔ فاروق عزیز کی مغفرت اور درجات کی بشارت پر مشتمل ہیں۔ نیز ادھر ہی اشارہ ہے کہ یہ مبارک عمل جس میں عزیز نما فتن کی جان قبول ہوئی، وہ نبیوں والا عمل ہے۔ اس میں آپ جیسوں کا انعام اور بھروسہ شتعمال عالمگیر تاثرات اور انوام میں تغیر پیدا کر کے بے انتہا برکات کا موجب ہو گا۔ حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف لائے اور اپنا سب کچھ اس کام پر لگا دیا۔ یہی وہی پچھے
مکان، دلن، قوم، برادری، معبد سب ہی کو حیات طیبہ، نجات آخرت، شیوع راہ حق کے
لئے فدا فرمایا۔ اس کام میں انہاک اور اصحاب مشاغل کو اس طرف توجہ دلانے کی خوبی محنت
برڑھے گی۔ ز معصوم کتنی بشرت، مذکرات و ترقیات نصیب ہوں گی۔ رجاں میں رجاں اور
نماں میں نماں کی محنت و مشقت اٹھانے کی بے انتہا خودرت ہے۔ لان یہدی اللہ
بک سر جلا واحداً۔ اخ

بندہ محمد یوسف غفرلہ

ارشادات و مفہومات

اسلامی اعمال کی ترتیب قائم کرنے میں آؤ گے تو چیزوں کی ترتیب مل جائے گی اعمال کی ترتیب کو فاقم کرنا چیزوں کی ترتیب قرآن مجید کے مطابق بدلنا، اسلام اسی کا نام ہے جو چیزوں کی ترتیب قائم کرتے ہیں اور عمد़وں کی ترتیب کو بھاڑتے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کو ذیل کرے گا۔ اور دونوں میں فوری پایہت پیدا نہیں ہوگا۔ جو اعمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب قائم کریں گے وہ محبوب و مرتضیٰ خلائق بنائے جائیں گے۔ نماز کی حقیقت پیدا کرنے کے لئے محنت کرو۔ اسلام و حركتوں پر چکپا ہے۔ ایک نماز بینیں محنت، درسری نماز دالی حركت بینیں محنت اور اس کو عامم کرنا۔ اندر کا نور ان دو حركتوں میں دیا جائے گا۔ دعا قبول ہوتی ہے، جب حرام کے کھانے سے چوچے گے اور خوب قبول ہو گی جب مکروہ تہک سے چوچے گے۔ سوال کنا حرام ہے۔ اشراف (ذینی اندر ہی اندر مخلوق سے مانگتے رہنا اور مخلوق سے ملنے کی موقع رکھنا) مکروہ ہے۔ منہ سے ہاگ لیا تو سوال اندر ہی اندر غیر سے جزا مانگنے کا جذبہ باقی رہتا۔ یہ تو اشراف ہے۔ خدا کے جاننے کے اعتبار سے تو دونوں کیساں ہیں۔ مخلوق سے ہاگ کر جو چیز کھاؤ گے وہ حرام ہے۔ اشراف کے ذیل جو آئے گی اس کا کھانا مکروہ ہے۔ مخلوق سے ہاگ کر کھاؤ گے تو ذیل ہو جادے گے۔ خواہ سخیگی سے ہنگاخواہ ہنسی مذاق سے مانگا۔ یہ مانگنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ اصل ان کی سوال ہی ہے ان دونوں سے بچنا ضروری ہے اور دو چیزوں پر محنت کرنا ضروری ہے۔ اشراف سے بچنے پر محنت

دعا مانگنے پر مخفیت۔ مخلوق سے مانگنا سوال پہنچنے سے مانگنا خواہ دل سے ہر یا زبان سے۔ یہ دعا
ہے۔ اصل دعا دل کی ہے۔ شیطان اشراف پر ڈالنے کا۔ تم دعائیں لگ جاؤ۔ یہ اس کا علاج ہے
دین و دنیا کا جہاں کوئی مسئلہ آ رہے تم دعائیں لگ جاؤ۔ تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے۔
جب اشراف سے محفوظ ہو گئے تو سوال سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ اگر اشراف سے جڑنے
کٹی۔ تو ایک نہ ایک دن سوال کی لعنت میں چپس جاؤ گے۔

کسی کی چیز بغیر اس کی اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے۔ اس سے بہت بچوں
خواہ چیز کتنی ہی معمولی اور عام استعمال میں آنسے والی کیوں نہ ہو۔ ممکن ہے جس وقت تم
اس کی چیز استعمال کرنے کو اکٹھا کر لے گئے اسی وقت اس کو بھی ضرورت ہو

غربیوں اور کس میں سوں کی خدمت سے خدا تباہ ہے۔ تکبیر ڈھنڈتا ہے۔ تو ارضع پیدا ہوتی
ہے۔ غرض والی خدمت سے خدا نہیں ملتا۔ حکام، امرا، مشائخ اور علماء کی خدمت مطلب
بڑا رہی، وجہ است پرستی اور شہرت کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے۔ اس سے خدا نہیں ملتے گا۔
(مفهوم) جس سے گھن آتی ہو، نفرت آتی ہو۔ ان کی خدمت سے قلوب ٹھیک ہیتے ہیں۔ جب
کہ اس میں کوئی غرض شامل نہ ہو۔ مشائخ نظام کے خدام کی بابت ہم پہنچتے ہیں۔ وہ صاحب
کمال پہنچتے۔ یہ خدام تھے جو خانقاہ میں آنسے والے مہانوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ غرض
والی خدمت کرنا بہت آسان ہے۔ لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ ان کی دعاویں سے
ہمارا فلاں کام بن جائے گا۔ ہماری سفارش کر دیں گے۔ پھر ان حضرات کی خدمت سے
نفس کو مفت کی شہرت ملنے کی وجہ سے لذت آتی ہے۔ یہ تمام اعراض ہیں۔ ان سے
پاک ہو کر خدمت کرو۔

جتنا محنت کا سیدان دیئے ہو گا اسی قدر نور زیادہ نصیب ہو گا۔ ہمارے اور تمہارے سب
 کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و محنت عالمی تھی۔ دیگر حضرات انس پیغمبر علیهم
 الصلوٰۃ والسلام کی محنت علاقائی اور مخصوص اقوام تک تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 کی محنت کامیابی سارا عالم اور قیامت تک آنے والی تمام اقوام کو شامل ہے۔ زندہ اور تلقینی کی
 برکت سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلب کو پٹھ دیتے ہیں۔ اس کے ذیل میں حضرت داؤد طائی
 نور اللہ مرقد ہم کا قصد سایا۔ فرمایا یہ ایک بزرگ گذرا ہے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں
 کی کمیوں کی آمدی ٹھیک نہیں رہی تو لوگوں سے پریے لینے چھپڑ دیے اور باہر نکلا چھپڑ دیا
 اور ہی اندر اللہ تعالیٰ اجل شاذ کا ذکر کرتے رہتے۔ جب ان کے والد مرحوم کا انتقال الی ہوا تو
 بہت ہی قلیل رقم چھپڑ کر گئے تھے۔ جس پر انہوں نے تیس سال گزار دیئے۔ جب یہی ختم ہو
 گئی تو مکان کے پھر اور رجھت کی کڑیوں کوینچ کر گذا رکیا۔ مگر لوگوں سے نہیں لیا۔ جب ان کا
 انتقال ہوا تو بصیر سے شام تک جنازہ چلا۔ تب جا کر کہیں قبرستان پہنچا۔ لوگوں کے ہجوم کی
 کثرت کی وجہ سے چودہ چار پائیاں ٹوٹیں۔ اور اس دن ان کی برکت سے چھ لاکھ یہودی
 مسلمان ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی
 نور اللہ مرقدہ کی برکت سے شاہان تیمور اور تamarیوں کی بہت بڑی اور جنگ بُرْ قوم جس کا
 اس زمانے میں جھوکانے والا کوئی نہ تھا۔ جن کی تواروں کے سامنے سب کی تواریں کندہ ہو گئی
 تھیں اور جس قوم نے ایک دفعہ ساری دنیا کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ جو مسلمان کے نام سے
 انتہائی نفرت رکھتے تھے۔ اسلام لانا ذکر فرمایا۔ فرمایا اگر مقصد اچھا ہے اور اس کی اجتماعی
 نوعیت اچھی ہو جائے۔ تو خداوند قدوس سے یہ انتہا منافع کی امید کی جا سکتی ہے۔ ایک
 دفعہ اجتماع کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ میرے بھائیو اور دوستو! ہم جو اپنے عیش دراحت

کو چپور کر جمع ہوئے ہیں۔ سو وہ بہت اُپنے مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ مقصد اجتماعی ہے انفرادی نہیں۔ وہ مقصد مجمع کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ انفرادی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور مقصد جب حاصل ہوتا ہے جب کہ تمام مجمع متفکر ہے۔ مقصد اگر نیک ہوتا ہے تو خیر و فلاح کی امید ہوتی ہے۔ اور جب مقصد خراب ہوتا ہے تو رُسے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

اجماع کا مقصد کیا ہے۔ جس طرح ہم تمین دن کے لئے یہاں مختلف شہروں سے اگر جمع ہوئے ہیں اور یہ تین دن کا وقفہ مختصر سا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ دنیوی زندگی بہت تھوڑی ہے جو جلد ختم ہو جانے والی ہے اور یہاں سے کوچ کر جانا ہے۔

اس عالم کی تمام اشیاء فنا ہو جانے والی ہیں۔ اس عالم میں جب انسان ہوتا ہے تو وہ بھی یہاں فنا ہو جاتا ہے۔ اور جب بقاواداے عالم میں چلا جاتا ہے تو بقا والا بن جاتا ہے خواہ جنت میں بقا والا بن کر رہے، خواہ دوزخ میں بقا کے لئے رہے۔ اس فنا داۓ عالم میں جس نے اچھی زندگی گذاری یعنی ایمان و اسلام والی زندگی گذاری۔ تو بقا داۓ عالم میں بھی اچھی زندگی گذارے گا۔ جس نے اس عالم میں بُری زندگی گذاری۔ اس کو بقاواداے عالم میں بھی خراب زندگی گذاری پڑے گی۔

فرمایا جستیقت کے خلاف کو دھوکہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شاء اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقائق بتلانے ہیں۔ یہ دیکھو کہ ہماری محنت اس کے مطابق ہے یا اس سے ہٹی ہوئی ہے؟ جو لوگ حقائق کو تلاش نہیں کرتے اور اس کے بغیر محنت اٹھاتے ہیں وہ دھوکہ پر محنت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں جستیقت۔ یہ بھی دھوکہ ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کا میاں اور اصل میں نکلنے میں میں چاکا میاں۔ جب حقیقت میں زندگی گذارے کے

لئے اپنے آپ کو ریاست و مجاهدہ کا عادی نہیں بنائیں گے، تو وہ دھوکہ میں پڑیں گے۔ ہمارے جمیں ہونے کا مقصود ہی یہ ہے کہ آیا ہم حقیقت پر محنت کر رہے ہیں یا دھوکہ پر۔ اس پر غور کریں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم السلام جمعیت نے اپنے آپ کو تکالیف کے برداشت کرنے کے خاتم پر ڈالا تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی تکالیف برداشت کرنا محبوب ہو گیا تھا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موت حق ہے اور حیات دھوکہ ہے۔ حیات ختم ہو جانے والا ایک وقت ہے جس کے متعلق یوں معلوم نہیں کہ کب ختم ہو جائے گا۔ انسان موت کی طرف تو پیچھے کرتا ہے اور زندگی کی طرف نہ کرتا۔ زندگی کی تو ہر چیزوں سے چھوٹی چیز دیکھے اور موت کے اتنے بڑے مسئلہ کو نہ دیکھئے کہ جہاں ہزاروں برس رہتا پڑے گا یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے یہ دھوکہ والے انسان ہیں جو موت سے پہلے کی زندگی کا قوام تمام کرتے ہیں اور مرنے کے بعد والی زندگی کو چھوٹے سینے ہیں۔ ایسے انسان دوزخ میں جائیں گے۔

فرایا۔ انسان چیزوں کی لائی سے تو ایک ایک ذرہ کو یہاں ہی چھوڑ جائے گا۔ اور اعمال کی لائی سے چھوٹے چھوٹے عمل کو ساختے لے کر جائا ہے۔ اگر ہم چیزوں کا نکر تو کریں اور اعمال کا نکر کریں تو یہ زبردست دھوکہ ہے۔ زمین سے جو چیزیں نکل رہی ہیں وہ تو فتا ہو جائیں گی اور وہ اعمال جو انسان کے بدن سے نکل رہے ہیں، وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں خواہ بد ہوں یا نیک۔ چیزوں میں سے تو ایک شخص بھی دنیا سے ایک چیز بھی ساختے لے کر ہنس جائیکا یہاں نک کر میدان حشر میں یہ شخص ننگا اٹھایا جائے گا۔ لیکن اعمال میں سے ایک ایک عمل اس کے ساتھ ہو گا۔ مجرمین میدان حشر میں خداوند قدوس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ دیکھیں گے کہ اعمال کے رجسٹر موجود ہیں۔ اور ایک ایک عمل ان کا لکھا ہوا ہے۔ اگر شر کا ایک ذرہ برابر عمل ہوا ہو گا۔ اور ان سے اور پیٹ کر دنیا میں معاف نہ کرایا ہو گا۔ تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔

فرایا۔ محنت کی دلائیں ہیں۔ ایک حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والی لائیں جیسوں

نے انسانوں کی پاکیزگی کے لئے محنت کی۔ اور دوسرا طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے جائیدادوں اور حکومتوں کے نقشے بنائے اور انسانوں کی بھیڑ کو جمع کیا۔ جو نقشے دائے اور چیزوں دے دیں اور اعمال اچھے نہیں تواند تھائی جل شاذ نے ان کو دنیا ہی میں مرت سے پہنچ پیدے ذلیل کر کے دکھلا دیا۔ اصل بجگہ تو مرت کے بعد آئے گی۔ جہاں ہر شخص حقیقت کو معلوم کر لے گا لیکن مرت سے پہنچ بھی بعضوں کو نقشہ دکھلا دیا۔

اللہ تعالیٰ جل شاذ نے لائی فائم تو کردی۔ ایک تو اعمال کے اچھے کرنے کی محنت۔ انسان

کے ہر عضو سے رات دن اعمال نکل رہے ہیں۔ عمل تو ضرور نکلیں گے۔ اگر ہم چاہیں کہ اچھے عمل نکلیں تو اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اگر محنت کرنی چھوڑ دی تو پھر ربِ عمل خود بخوبی نکلیں گے جس طرح زمین پر محنت کرنے سے غلطے نکلتے ہیں سونا چاندی نکلتا ہے، پڑول نکلتا ہے۔ اور اگر محنت نہ کی جائے تو نفع والی چیزیں تو نکلیں گی نہیں۔ ہاں کامنے دار جھاڑیاں جو جلانے کے قابل ہوتی ہیں خود بخوبی نکل آئیں گی۔ جو اعمال خداوند قدوس کو راضی کرائیں۔ آسمان اور زمین کے نیطے ہمارے موافق کراؤں تو اس کے لئے بہت بڑی محنت کرنی پڑے گی۔

سلسلہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے چل رہا ہے۔ وہ اپنے وجود میں اصل ہیں۔ اور سب اس کے تابع ہیں۔ وہ جس طرح چاہیں گے کر کے دکھلا دیں گے اور سارے وجود اس کے محتاج ہیں ذات کو پچانسے کے لئے صفات آتی ہیں۔ اس کے لئے دیا گیا لادب الا الله انسان کے سارے مسائل خدا کی ذات سے ہوتے ہیں۔ عزت و ذلت، فساد، من بحث، بیماری وغیرہ جتنے مسائل ان کا تعلق ایک خدا کی ذات سے ہے۔ رب کی ایسی صفت جو اپنے اندر تمام کو لے رہے ہے۔ جب چاہیں گے فقیر کر دیں گے۔ جب چاہیں گے غنی کر دیں گے۔ جب چاہیں گے بیمار کر دیں گے۔ جب چاہیں گے تند رست کر دیں گے۔

حضرت جی فرمودہ نے ارشاد فرمایا۔ لوگ یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے۔

آخر کچھ اسباب بھی کرنے پڑتے ہیں۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کچھ نہیں ہوتا۔ ان کچھ مخت
نماز سے پہلے کی ہیں اور کچھ نماز کے بعد کی۔ تین نماز سے پہلے اور تین نماز کے بعد۔ پھر دیکھو نماز سے
کیا کچھ نہیں ہوتا۔ پہلی تین یہ ہیں

(۱) یقین ٹھیک کرنے کی مخت - ہر چیز جو مشابہہ میں ہے اس کا نکالنا اور اللہ تعالیٰ کی
ذات و صفات کو سن کر دل میں یقین جنمانا کہ اللہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور
اسہ پاک نے جو اعمال بتائے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اس بات کو دل میں جنمانا
(۷) مخت علم والی چیز ہے۔ جن اعمال پر مخت کرنے سے اللہ پاک دنیا و آخرت میں غرست
سے پہنچتے ہیں ان اعمال کو صحیح بنانے کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق
کرنے کے لئے علم پر مخت کرنا۔

(۳) مخت ذکر پر مخت کرنا۔ ذکر پر ہم ایسی مخت کریں کہ ہر عمل کو کرتے وقت خدا کا
وصیان نصیب ہو جائے۔ خدا کے ذکر سے دل کی بوال اس قدر پُر ہو جائے کہ غیر کا وصیان دل
میں گھٹنے نہ پائے۔ تلخ کی طرح دل کی حفاظت کی جائے۔ مختین تر نماز کے اندر ہیں۔

اور نماز کے بعد کی تین مختین یہ ہیں۔ اپنی کلائیوں کو ٹھیک کیا جائے۔ اب تک جو کسی
کی زمین کو یا مکان کو دار کھا ہے ظلم و ستم کر کے، اس کو واپس کیا جائے اور آئندہ کے لئے توبیک
جائے کہ پر درش خدا کے حکم پورا کرنے میں بے جتنا میں خدا کے حکموں کو اپنی کلائیوں کے طریقوں
میں پورا کروں گا آتا ہی اسہ پاک راضی ہو کر میری پر درش فرمادیں گے۔ دنیا میں بھی
اور آخرت میں بھی۔

۴۔ دوسری مخت نماز کے بعد دالی یہ ہے کہ ماں کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے سرور
صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلائی ہوئی ترتیب ہے خرچ کرنا اور اپنی خواہشات پر، مکان پر، بیٹگل پر
موڑ پر، برادری پر، برادری کے کھنے پر بیاہ شادی کے موقع پر، قوم پر، ناک پر، نام و نوادر پر
خرچ نہیں کروں گا۔ اور نہ بیوی کے کھنے پر زیور، کپڑے، کھانے وغیرہ پر خرچ کروں گا۔ بلکہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلائے ہوئے طریقہ سے خرچ کر دن گا۔ اُول جان دمال کا صحیح معرفت دیکھوں گا پھر خرچ کر دی گا۔

سہ۔ تیسرا محنت نماز کے بعد والی یہ بھے کہ معاشرہ کو ٹھیک کرنا۔ ہر حال میں اشہ پاک کے سکم کو دیکھوں گا: قوم کو، برادری کو، اپنے کو، غیر کو نہیں دیکھوں گا۔ مسلمان کو، غیر مسلم کو نہیں دیکھوں گا بلکہ اشہ پاک کے حکم کی اتباع کر دن گا۔ انسات کی طرف داری کر دن گا۔ مسلم کا ساند و ذمہ کا ساند دوں گا۔ مسلم کا ساقطہ نہیں دوں گا۔ اگر اپنا بیٹا کسی پر نسل کر رہا ہے تو غیر مسلم کا ساند و ذمہ چاہے عیسائی ہی کبھی نہ ہو۔ چاہے بیودی ہی کبھی نہ ہو۔ ان چچھے محنتوں کے درمیان نماز ہے اب پڑھ کر اشہ تعالیٰ سے مانگو۔ نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا۔ ایسی نماز پڑھنے پر اشہ تعالیٰ دعائیں فرماتے ہیں۔

ہمارا علم دھوکا ہے۔ اور اللہ دالا علم حقیقت ہے۔ مشاہدہ دالا علم کہہ رہا ہے مال خدا کے راستے میں خرچ کرنے سے کم ہو گا۔ مگر اللہ دالا علم کہہ رہا ہے کہ نہیں ہو گا۔ بلکہ اللہ پاک اس کو بڑھائیں گے۔ مشاہدہ کہہ رہا ہے زکوٰۃ دینے سے مال کم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ہمارا وعدہ پھاہے کہ نہیں ہو گا وہ بڑھائیں گے۔

انسان اصل ہے اور کائنات اس نہیں ہے۔ اگر اصل کو نہیں بنایا اور اصل کے اندر بکھڑا پیدا ہو گیا تو ساری کائنات کے اندر بکھڑا پیدا ہو گا۔ جن چیزوں میں نفع نظر آ رہا ہے۔ اُن سے نقصان لیں گے۔ جس میں عزت نظر آ رہی ہے اس میں سے ذلت آ جائے گی۔ اور جس میں حفاظت و کھانی دے رہی ہے اس میں سے ہلاکت محل آئے گی۔ غرضیکہ اگر انسان صحیح استعمال ہو گا تو کائنات ہی اپنی صحیح استعمال ہو گی۔ تیسرا محنت اصل ہے کائنات اصل تھوڑا ہی ہے۔ اگر ہم نے محنت کر کے اپنے اعمال کو ٹھیک کر لیا اور اپنے اعمال آسمان پر بھیجے تو رہاں سے خریکے نہیں ہو کر آئیں گے۔ اگر بگٹھے ہوئے اہم ال آسمان پر بھیجے تو فیصلہ

اچھا نہیں ہو گا۔ چنان سی، لوہا، سونا۔ لکڑی یہ اصل نہیں ہیں۔ حالات کا تغیرہ اعمال کے بننے اور بگڑنے پر ہے۔ اگر محنت کر کے حالات کو اچھا بنالیا ہے تو ساری دنیا میں خیر آئے گی۔ برکت آئے گی۔ رحم آئے گا۔ عدل آئے گا۔

۱۰ ایک دھوکا ہے ایک حقیقت ہے۔ دھوکہ یہ ہے کہ چیز دن سے حالات بننے ہیں اور بگڑتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اعمال سے حالات بننے اور بگڑتے ہیں۔ اچھے اعمال سے حالات بننے ہیں اور بُرے اعمال سے حالات بگڑتے ہیں۔ اعمال کا تعلق دنیا کی کسی چیز سے نہیں۔ انسان کے اعشار اور جوارح سے ہے اور اعشار اور جوارح کا تعلق دنیا کی کسی چیز سے نہیں، ان کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔ دل پر کسی کا قبضہ نہیں۔ دل پر خدا کا قبضہ ہے اب دنیا دار لاسباب ہے۔ اگر دنیا کی چیز دن پر محنت کر دے۔ تو اللہ پاک تمہارے دلوں کو غیر دن (غیر اللہ) کی طرف پٹا دیں گے۔ اگر اعمال پر محنت کر دے تو اللہ پاک تمہارے دلوں کو اپنی طرف پٹا دیں گے۔

۱۱ آپس میں بے تکلفی ہے بچو کہ اس سے بے اکامی شروع ہو جاتی ہے اور بے اکامی سے دل پھیلتے ہیں۔

۱۲ اشیا کو معمود نہ بناؤ، اشیا پر اعتماد نہ کرو، سور توں پر متوجہ نہ ہو، ان سے کھنڈ ہو گا۔ وسائل کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے اعمال سے ہوتا ہے۔ صفات سے ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے رب الاشیاء اور رب الصور کرتے ہیں۔ اسی کو جانو۔ اسی کو پہچانو۔ اسی کو مانو۔ دھی جو نوح کا رب تھا۔ اسی نے موسیٰ کو دریائے نیل سے حفظ رکھا تھا۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچایا تھا۔ دھی رب تمہارا رب سے۔ تم اس پر

اعتماد رکھو۔ اس پر توکل کرد اور اسی پر ایمان لادر۔

فرمایا۔ جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جن چند افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کو قبول کیا۔ حضور نے ان کے معاشری مسئلے کے بارے میں جو روایہ اختیار فرمایا تھا۔ وہ یہ تھا کہ سب سے پہلی بات تو فرمائی کہ تم جتنے اوقات معاشر کے لئے وقت کئے ہوئے ہو، ان کا پیشتر حصہ اسلام کے لئے فارغ کر دو۔ دوسرا ارشاد یہ ہوا کہ تم فلاں طریقہ کو ترک کر دو، یہ ناجائز ہے۔ فلاں معیشت سے دستکش ہو جاؤ، یہ تمارے رب کو ناپسند ہے۔ معیشت پر ان دو مکلوں کے بعد تیسرا وار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ جو کچھ تم کہاتے ہو، یہ صرف تماں حق ہی نہیں ہے۔ اس میں تمارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے جو دسائل معیشت سے تھی دامن میں۔ اور جو حقی بات آپ نے یاد شاد فرمائی کہ جو کچھ تم کاؤ، اس میں سے بہت سادیں کی خدمت، خدا کے لئے کلہ المحت کی سر بلندی، اور بنی نورِ انسان تک اپنی دعوت کو پہنچانے اور راہ خدا میں جماد کرنے میں صرف کرو۔ گویا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یہ کہ صحابہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جو کچھ کہاتے تھے، اس کا دائرہ محدود کیا جتنے اوقات کافی نہیں۔ اور اس کی مقدار کم کر کے ان اوقات کو دین کے لئے وقت فرائے کا حکم دیا، جو کچھ کہاتے تھے اس میں دوسروں کا حصہ مقرر فرمایا۔ اور اس کے بعد یہی جو بچا۔ اس کے بارے میں بھی یہ حکم دیا کہ اس کا ایک حصہ اسلام پر خرچ کر دو۔ یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اس زندگی کے سائل و مشکلات حل کرنے کا۔

انسانیت اس قدر خطرناک موت پر آچکی اور نظام عالم اس قدر خراب ہو چکا کہ سمند سے پانی نکل کر انہیں تباہ کر دے، انسان سے بھی گر کر انہیں ختم کر دے یا اگل انہیں جلا دے تو کوئی بعید از قیاس نہیں۔ یہ عدالت کے فيصلے اور یہ نظام کتوں، سوؤں اور بیٹھ لوئی سے

برہم کرنہیں۔ اس میں انسانوں کا خون چو سا جاتا ہے۔ یہ جو تم بڑی بڑی شکریں، محلات اور کوٹھیاں دیکھ رہے ہو۔ اس میں بے چار سے بے کس انسانوں کے خون و پسینے کو ظلم سے نکال کر ایسا کیا گیا ہے۔

بڑے بڑے اوپنچے حضرات دین کے کل نظام کے احیاء کے متعلق یادوں ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مشکل نہیں۔ ایک آن واحد میں تمام نظام عالم کو بدل سکتا ہے۔ اور دین کی طرف مائل فرماسکتا ہے۔ ہم اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کے چھٹے محنت کے میدان کو منسوب ہی سے کچھ لیں تو اس وقت تمام عالم کا دین کی طرف مائل ہونے کا بہترین موقعہ ہے۔ کیونکہ آج کل لوگ اور حاکم، کتوں اور بھیڑوں سے کم نہیں ہیں۔ اہل یورپ کے لئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بہت جلد ہدایت کی طرف پڑ جاویں گے۔

ہماری پریشانیاں محض نمازوں وغیرہ کے پڑھنے سے ہرگز دور نہیں ہو سکتیں۔ ہم نمازوں تو پڑھ لیتے ہیں۔ جس میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح اپنے کاروبار میں اسی نظام نظام کی پریروی کرنے میں منہک ہو جاتے ہیں۔ جب تک اسلامی معاشرہ قائم نہ ہو۔ اس وقت تک ہماری پریشانیاں دور نہیں ہو سکتیں..... الگ ہم اسلامی معاشرہ کو نیا کے سامنے عملائیش کرنے والے بن جائیں، تو دنیا اسی وقت باطل نظام کو چھوڑ کر اسلامی نظام کے اندر آجائے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اب اپنے کاروبار، کھینچی باڑی اور اہل و عیال کو نہ دیکھو۔ یہ وقت بہت ہی نازک ہے اور لوگوں کے بدایت پر پڑنے کا بہترین موقعہ ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ محنت کے میدان میں اپنے تمام بالوں، اور اس بابوں کے ساتھ کوڑو پڑو اور انسانیت کی خدمت کر جاؤ۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب

کئے رحلت پر

مماشراتِ غنم

شیخ الحسین میلسع کی وفات

عبدالماجد دریابادی مریم صدقی جدیدیہ

شیخ تبلیغ مولانا محمد یوسف کا زادھلوی شم دہلوی کی شخصیت اب ہندوستان گیر ہی نہیں رہی۔ آں در لڑای آفاق گیر ہو چکی تھی۔ برا، جاپان ذخیرہ تو پھر ایشیا ہی کے ملک ہیں۔ ان کی تبلیغی جماعتوں تو ایمان کا کلمہ ضروری ہوئی یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ملکوں تک پہنچ چکی تھیں۔ اور کتنوں کو دہان کلمہ شہادت پڑھا چکی تھیں۔ ایک حیرت انگریز طஸی سادیٰ نظام انکی مقناطیسی شخصیت نے اس بے دینی کے دور میں دنیا بھر میں قائم کر دیا تھا۔ اور اس تحیر کی جو قیادت انھیں اپنے والد ما جد مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے ورثی میں ملی تھی۔ اسے انہوں نے برقرار ہی نہیں رکھا۔ بلکہ اس میں اور چار چاند لگا دیتے تھے۔ ابھی سن ہی کیا تھا۔ پورے پھاٹ کے بھی نہ تھے۔ بنظارہ تند رست تو ان۔ اسی تبلیغ ہی کے سلسلے میں (اور یہی تو ان کا ایک مستقل کام دن رات کا رہ گیا تھا) لاہور گئے ہوئے تھے۔ عین حالت دعوت ارشاد میں رات کے وقت قلب کا دورہ پڑا۔ اور جمعر کے دن خود ذکرِ الہی کرتے کرتے، دوسروں کو ذکرِ الہی کی تعلیم دیتے دیتے، اپنے مالکِ دموائی کے حضور حاضر ہو گئے۔ پر دلیں کی موت وہ بھی عین شغل ذکر و احاطت میں جمع کا دن۔ بہت بڑی نمازِ جنازہ۔ یہ سب چیزیں مرحوم و مغفور کے عظیم ذخیرہ اعمالِ حما کے ساتھ مل کر سونے پر سما گے کام کر گئیں اور جنت کے اس مسافر کے انجام کو تقابلِ رشک بن گئیں۔ تعریت کی تحقیق، مرحوم کے اعزہ، مخصوصاً ان کے خسر اور غم زاد برادر بزرگ مولانا

محمد زکریا شیخ الحدیث مدرسہ مناظرہ العلوم (سماں پور) ہی نہیں، ساری است، پوری تلت
ہے اور صدرہ برکت کو کاذبی شخصی ہے۔ مولانا کا علمی پایہ بھی کسی جیبہ ناضل سے کم نہ تھا۔
ان کی شرح معانی الامارات الحادی فقہ و حدیث کی ایک یادگار نہ دست ہے۔

بُرْگَزِ نَيْرَدْ آنَكَه دَشْ زَنْدَه لَعْشَقٌ

مولانا عیقق الرحمن سنیعی

وین کے احیاء کی وہ تحریک جسے تبلیغی کام سے موسم کیا جاتا ہے۔ جو شخص بھی اس کی جس
قدراً فادیت کا قائل ہے۔ اسی قدر رنج والم کے ساتھ اس نے یہ خبر سنی ہو گئی کہ اس کام کے
سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنکے دفاتر پائی اور احیاء دین
کی اس جدوجہد کی وہ مثالی شخصیت جس کے جذبہ دل کے مشاہد سے اور جس کے انفاس گرم
کی تاثیر سے کتنی ہی کوہہ سوز و ہمہ عمل ہو جانے کی توفیق ملی۔ وہ آج راہ خدا کے ان دلیافون
کے درمیان موجود نہیں ہے۔

بے شک بقا و دام اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اُس کی اس دنیا میں کسی کو موت سے
رسٹگاری نہیں۔ لیکن یہ بھی حق ہے کہ

بُرْگَزِ نَيْرَدْ آنَكَه دَشْ زَنْدَه لَعْشَقٌ

ثبت است بر جسم دیدہ عالم دوام مَا

مولانا نے جس راہ پر چلتے ہوئے دیوان وار جان دی ہے۔ یہ اسی عشق کی راہ پر ہے جس
میں مرکر بھی آدمی مرتا نہیں۔ اس کی صرف یاد زندہ نہیں رہتی بلکہ اس یاد کے اثرات سے
دل دل کو زندگی ملتی ہے اور یہی حیات دوام ہے جو صرف عشاق کے نصیب میں آتی ہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں دین سے معمولی تعقیل رکھنے والا بھی کون مسلمان ہو گا۔ جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے آشنا نہ ہو۔ آپ کے عظیم علماء ترتیب والد ماجد مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے ۲۰ برس پہلے دین کی عمومی دعوت اور اس کے احیاء کی جو عظیم مگر سادہ جدوجہد اپنی مومنانہ بصیرت اور ایک دالہانہ سوز و تربیت کے اثر سے شروع کی تھی۔ مولانا کے انتقال پر (یعنی اب سے بیس برس قبل) اسکی گروپ اب داریاں آپ کے کانند صور پر آئیں۔ جب کہ آپ کامن تیس برس کے اندر رخوا۔ مگر آپ کی خداداد صلاحیتوں نے اس بیس برس کے اندر اس دینی تحریک کو کہیں سے کہیں پھوٹھا دیا پہلے جس کام کا دائرہ عمل غیر منقسم ہندوستان کے اندر موجود تھا۔ اب اس کی جڑیں روئے نہیں کے ہر ہر خطہ میں جا پھوٹھیں۔ اور خود ہندوستان اور پاکستان کے اندر وہ مناظر اس کام کی وسعت و مقبولیت کے آئے دن نظر آتے ہیں۔ جو کل صرف آرزوؤں اور تمناؤں کا درجہ رکھتے تھے۔ غرض وہ پودا جو عورتی سی ہی نشوونما حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی میں پاسکا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مجاہدanza کو شمشوں اور دینی صلاحیتوں سے ایک قد آور درخت کی شکل میں دیتا کے سامنے ہے۔

اَصْلُهَا تَائِيْتُ فَغَدَّهَا فِي الْسَّمَاءِ قُوْتِيْ اَكْلُهَا كُلَّ حَيْنٍ بِاَذْنِ دِيْهَا ط

افسوس اسیستی کا چراغِ حیات ۲۶ اپریل (۲۹ ذی قعده) یوم جمعہ کی سپر کو لاہور کی سڑی میں پرانا قاتاگل ہو گیا۔ ایک ہستی کا چراغ نہیں بھجا۔ بلکہ دین کا روشن چراغ بھجو گیا۔ روشنی کا ایک بلند مینار گر گیا۔ دین کے لئے سوز و تربیت کی ایک تصویر نگاہوں سے اوچھل ہے گئی۔ جسے دیکھ دیکھ کر ہر دن اور ہر رات نہ معلوم کرنے دلوں میں اسی تربیت کی بھیاں کو نہ لگتی تھیں۔ نہدا اپنی رحمت بے پایاں کی بارشیں ان کی روح پر فرمائے اور اس عظیم خلاکو اپنی قدرت خاص سے پُر فرمائے۔ جوان کی اچانک دفات سے پیدا ہو گیا ہے۔

مولانا کا لاہور میں قیام اسی دینی دعوت کے سلسلے میں تھا۔ جس کے لئے ان کی زندگی کا

لوحہ دقت تھا۔ شوال کے پیسے (ادر فرود می کے درس سے) پہنچتے میں آپ اپنے رفقاء کے ساتھ پاکستانی احباب کی دعوت پر مشترقی اور سفر بی پاکستان کے ایک بلے درس سے پر تشریف لے گئے تھے۔ لاہور اس سفر کی آخری منزل تھی اور ۱۱ اپریل بظایق ۲۹ مرزا قمی تعداد ہی کی تازیخ دبلي واپس ہونے کے بعد مقرر تھی۔

مادر حبیہ خیالیم و نلک درجہ خیال

و اپسی طھیک اسی تاریخ کو ہوئی ملکگس طرح کردہ لاہور ہی میں جمود عصر کے امین ابی نیند سوچکے تھے اور اسی عالم میں شب کوتین بنجے ایک ہوائی جہاز انہیں ہلی کے ہوائی اڈ پر لے کر اڑتا اور وہ تبلیغی مرکز و مسجد جہاں درس سے دنی کو صبح کو ان کے ارشادات سننے اور ان کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لئے در درسے سمت کر فرشتا قول کا مجمع ہوتا تھا۔ ان کے اشکبار سو گواہوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور مسجد کیا بھری ہوئی تھی۔ ہلی بھری ہوئی تھی۔ افسوس یہ کیسی بھلی ملت کے شکست ایوان پر گری اور کبھی نعمت چشم زدن میں ہاتھوں سے نکل گئی۔ ابھی مولانا کی عمر پیکاس سال کی بھی نہ تھی۔ قوئی مضبوط اور جسم تنہ مند تھا۔ ملک یہ بھی واقع ہے کہ وہ دل سے بتنا کام ہیتے تھے اور اعصاب پر ہتھی شدید محنت کا بوجھ انہوں نے ڈال رکھا تھا۔ اس میں ظاہری قوت و محنت کے باہم دل کا جواب دے جانا کوئی بہت حیرت انگیز و اغصہ نہیں۔ دن و رات میں کئی کئی بار طویل طویل خطابات، پھر ان خطابات میں ایک جذبہ و حمال، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کام کی فکر و مدد اشت، آرام سچے نیازی صحت و رُنگ کی تفریق سے لاپرواں، ہر چوہ محنت کا عالم، یہ ایسی چیزوں نہیں۔ جنھیں تلبی و اعصاب بھی مدت تک برداشت کر سکیں۔ بے شک یہ بڑا عظیم خسارہ ہے کہ دین کے احیاء کی مدد و مدد کے نحاظ سے ایک نادرہ روزگار ہستی یوں آن کی آن میں دنیا سے اٹھ گئی۔ ملک انہوں نے ایک نہ دیا ہے کہ آدمی کریمانہ تھے تو دین کے لئے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ ایسے زندہ جاوید نو نے جب اشٹہ میں تو اپنے پیچھے پیدا نہیں جاتے۔ ان کی موت سے زندہ گی کے چھٹے اجھے میں

وہ ایک روح ایک کی جگہ کتنوں ہی میں سرایت کرتی ہے۔ اور جو جذبہ ایک ذات میں محدود تھا۔ وہ موت کے بعد کتنوں ہی کی میراث بن جاتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس حادثہ کا صرف صدر ہی ملت کے حصے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ اس کا یہ صلب بھی خدا کی رحمت سے بھر لپا عطا ہو گا۔

آسمانِ اصلاح و تبلیغ کا افتابِ عز و بُل ہو گیا

ہفت روزہ خدام الدین لا بوہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی موت دنیا بے اسلام کا ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی آپ نے اسے (الیاسی طرز تبلیغ کو) آفاقی بنانے میں تن من کی بازی لگادی۔ اور اتنے جوش دلوں کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا کہ دور حاضر میں اس کی نظر ملنا محال ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے اتنے بڑے نظام کی سربراہی کے باوجود کہ جس کے ڈانٹے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے کسی کے سامنے امداد کے لئے ہاتھ ز پھیلائے۔ زاشتمار بازی کی۔ ز پر اپنی ٹاہ کے موجودہ طریقے اختیار کئے نہ بیانات اور انٹر دیور سے دلپی لی

ہمیں اللہ رب الغرٰت سے امید ہے کہ وہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جی مرحوم کے مشن اور صدقہ جاریہ کو جاری رکھے گا۔ اور وہ تمام راستے کھلے رہیں گے۔ جو ان کے ناخن تمہیر نے کھولے اور جس پر چل کر لاکھوں انسان ذکرِ اللہ میں مگن اور فکرِ آخرت میں مست

ہیں۔

داعی الٰی اللہ

اڑ۔ مولانا عبد الرحمن اشرف

نماز جمعہ (۲۸ ذی قعده ۱۴۵۷ھ، ۲۵ اپریل ۱۹۳۸ء) کے بعد ایک میٹنگ کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ کہ طیلی فون کی گھنٹی بجی اور ایک کریناک آواز سنائی دی۔ “عشرت جی مولانا محمد یوسف صاحب انتقال کر گئے۔ پس! یہ کیسی خبر ہے؟ مولانا محمد یوسف صاحب وفات پا گئے؟ جی بان! صرف اتنی ہی خبر ہے کہ رات دل کا دورہ ہوا اور آج دوپر وفات پا گئے۔ یا اللہ! اس خبر کے پرداشت کرنے کی ہمت کس میں ہے یہ کیا ہوا؟ تیرے لامکھوں بندوں کو تیری راہ پر لگانے والا مجاہد۔ سب سے رشتے ناطے تو ڈکر تیری جانب متوجہ کر نیوالا یہ داعی، اب تو نے اسے اپنے ہاں بلایا۔ تیرے ہاں تو اخیار کی کمی نہیں بلکہ ہم تو فقیر و محتاج ہیں۔ روپے پیسے کے نہیں، مال و دولت داسے قبہار سے ہاں بے شمار ہیں مگر ہم محتاج ہیں، تیرے ایسے بندوں کے ہجو تیری جانب تیری مخلوق کو متوجہ کریں۔ ان کے قلوب کو گرم کایں۔ ان کے دلوں سے حاضر دنیا کی محبت نکالیں۔ غائب آخرت کی طلب ان میں پیدا کریں۔ ان کے دلوں میں تیری محبت موجزن ہو۔ تیرے دین کے لئے وہ تری پیں اور تیری رضا طلب کرنے کے لئے وہ آبادیوں میں گھومیں۔ جنگلوں میں پھریں اور ملک درملک تیرے نام کی منادی سنائیں۔

اللهم، تیرا یہ بندہ یعنی کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنی جان اسی کام میں کھپادی اور اپنے گھر بار کو اسی مقصد کے لئے چھوڑا۔ یہ تیرا یہ کام تھا کہ تو نے لاکھوں انسانوں کے دل اس کی پرکار کے لئے کھول دیئے اور آج قریب قریب، بستی بستی، اس کی آواز پر لبیک کرنے والے "جی ی علی الصلة جی ی علی الفلاح" کی صدائے دل نواز سارے ہیں۔

مالک الملک! بلاشبہ تو قادر ہے کہ کل ہی اس سے بڑا آدمی پیدا فرا دے اور اسے اُن سے بھی زیادہ مجاہد سے کی قوت و صلاحیت عطا فرا دے۔ لیکن رب ذوالجلال ہم نے اپنی نزدیکیوں میں یعنی ایک شخص دیکھا تھا جس کی آواز نے لاکھوں انسانوں کو تیری راہ پر لگا دیا اور ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارا یہ سہارا بھی ہم سے چھپن گیا۔

حضرت مولانا محمد یوسفؒ (رحمۃ اللہ علیہ)

دعا کے دعاء

جن لوگوں نے حضرت مولانا مرحوم کو دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہیں سننا وہ بھل امدازہ نہیں کر سکتے کسی کا دعا میں یہ حال بھی ہوتا ہے اور کوئی اس طرح مجسم دعا بن کے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو جن غمتوں سے نوازا تھا ان میں سے ایک عظیم ترین غم تھی حقیقت دعا تھی۔ ہماری بڑی آرزو تھی کہ اللہ کسی بندہ نے کسی اجتماع میں مولانا کی دعا کو لفظ بلطف لکھا ہو اور وہ ہم کوں جائے لیکن اس کی ایساں لیے نہ تھی کہ ان کی دعا کے وقت شخص اپنے اسکان کی حد تک ظاہر و باطن سے ان کی دعا میں شرکیے ہونا چاہتا تھا، اس لیے جو حضرات تقریروں کا لفظ بلطف لکھنا چاہتے تھے وہ دعا کا ایک لفظ بھی نہیں لکھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ ہمیں علوم ہوا کہ مراد آباد کے آخری اجتماع میں آپ کی دعا کے وقت ایک صاحب نے خیری طور پر ٹیپ ریکارڈ کر آپ کی دعا کا رد کیا تھی اُس کی مدد سے آپ کی نا لفظ بلطف قلمبند کر لی گئی اور وہ بالکل حضرت مولانا مرحوم کے الفاظ میں ایک لفظ کی کمی بیشی کے بغیر ذیل میں درج کی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ مراد آباد کے ان احباب کو جزاۓ خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کو اہتمام اور محنت سے قلمبند کر کے مرحمت فرمایا۔ دعا میں جو الفاظ کمرکر کر دیں وہ محل دعا میں اسی طرح تھے۔ (درود شریف کے بعد بالآخر دعا اس طرح شروع فرمائی)

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقِيَمُ، إِنَّ اللَّهَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقِيَمُ وَعَنْتِ الْوِجْدَانِ
لِلْحَقِّ الْقِيَمِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كَنْتَ مِنَ الظَّالِمِينَ، يَا حَدَّ الصَّمَدِ

الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد، يا أرحم الراحمين. ياذ الجلل
 والاكرام، ياربنا يا سيدنا يا مولتنا يا غاية رغبتنا يا خالق انسانا ظمنا
 انفسنا وأن لم تغفر لنا وترحمنا تكون من الغسين. ربنا اغفرنا وتب
 علينا انك انت التواب الرحيم. رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم
 انك انت الاعز الاكرم. اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك
 يا مقلب القلوب ثبت قلوبنا على دينك، اللهم ان قلوبنا ونواصينا وجوارحنا ..
 بيدك لم تملنا منها شيئاً فاذا فعلت ذلك بنا فحسن انت وليتنا واهدنا
 الى سوا، السبيل اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً و
 ارزقنا احتسابه. اللهم ارزقنا حبك وحب رسولك وحب من ينفعنا حبه
 عندك و العمل الذى يبلغنا حبك اللهم اجعل حبك احب الاشياء الى د
 اجعل خشيتك احرف الاشياء عندي. اللهم لا سهل الاماجعلته سهل وات
 يجعل الحزن سهل اذا شئت لا الله الا الله العليم الکريم، سبحان الله رب
 العرش العظيم العميد الله رب العلمين اسئلك موجبات رحمتك وعن آم مفترتك
 والعصمة من كل ذنب والغسلة من كل اثرة لادع
 لى ذنبها اغفرته ولا همما الا فرجته، ولا كرب الا نفسته ولا ضر الا كفته .
 ولا حاجة هي لك رضى الا قضيتها يا أرحم الراحمين. اليك رب فحبينا وفي القضايا
 فذللنا وفي اعين الناس فعظمنا ومن سيئ الاخلاق فجنبنا وعلى صالح العذر
 فقومنا وعلى الصراط المستقيم فثبتنا وعلى الاعداء اعدائهم اعداء، الاسلام فائزنا
 اللهم انصرنا ولا تنصر علينا اللهم اكرمنا ولا تهدا اللهم اشرنا ولا توثر علينا
 اللهم زدنا ولا تسقينا اللهم امكينا ولا تمكر علينا اللهم ارحمنا ولا تسلط علينا
 من لا يرحمنا اللهم اشح صدورنا للاسلام اللهم حبب اليانا ديننا وزينه في

قلوبنا و حکرہ الینا الكفر والفسق والعصيان، اللہم اجعلنا من الراشدين
 المهدیین اللہم اهدنا الصراط المستقیم صراط الذين انعمت عليهم من النبيین .
 والصـدیقین والشهداء والصلحـین وحسن او لئک رفیقا. اللہم اهـدـا مـة
 مـوـحـمـد صـلـی اللـہـ عـلـیـهـ وـسـلـمـ اللـہـ عـلـیـمـ الـکـتـابـ وـالـحـکـمـ اللـہـمـ عـلـیـمـ
 مـرـاـشـدـ اـمـرـهـمـ، اللـہـمـ اـجـلـعـمـ دـعـاـهـ الـیـكـ وـالـیـ رـسـوـلـکـ، اللـہـمـ ثـبـتـمـ عـلـیـ مـلـةـ رـسـوـلـکـ
 مـلـاـلـهـمـ اوـزـعـهـمـ انـیـشـکـرـ وـانـعـمـتـ کـمـ عـلـیـمـ وـانـیـوـفـواـ بـعـهـدـکـ الـذـیـ عـادـمـ
 عـلـیـهـ، اللـہـمـ اـنـصـرـهـمـ عـلـیـ عـدـوـهـمـ وـعـدـوـهـمـ الـلـھـ عـلـیـ اـمـیـنـ، اللـہـمـ اـهـدـ هـذـهـ الـبـلـدـ
 اللـہـمـ اـهـدـ هـذـاـ الـمـلـکـ، اللـہـمـ اـهـدـ هـذـهـ الـحـکـمـةـ، اللـہـمـ اـهـدـ الـتـاـسـ جـمـیـعـاـ، اللـہـمـ
 اـهـدـ الـتـاـسـ جـمـیـعـاـ، اللـہـمـ عـلـیـکـ بـصـنـادـیـدـ الـیـہـوـدـ وـالـنـصـارـیـ وـالـمـشـرـکـیـنـ، اللـہـمـ
 عـلـیـکـ بـاـشـدـاـیـمـ عـلـیـ الـاسـلـامـ وـالـسـلـمـیـنـ، اللـہـمـ اـقـطـعـ دـاـبـرـہـمـ، اللـہـمـ خـذـلـکـمـ اـمـوـالـمـ
 اللـہـمـ فـلـ اـسـلـحـتـمـ، اللـہـمـ اـهـلـکـمـ کـمـاـاـهـلـکـتـ عـادـاـ وـشـوـرـ، اللـہـمـ خـذـهـمـ اـخـذـ
 عـزـیـزـ مـقـتـدـ، اللـہـمـ اـخـرـجـ الـیـہـوـدـ وـالـنـصـارـیـ وـالـمـشـرـکـیـنـ مـنـ جـزـیـرـةـ الـجـبـیـبـیـتـیـاـ
 مـوـحـمـدـ صـلـی~ اللـہـ عـلـیـهـ وـسـلـمـ مـنـ جـزـیـرـةـ الـعـربـ، اللـہـمـ اـخـرـجـ الـیـہـوـدـ وـالـنـصـارـیـ الـمـشـرـکـیـنـ
 مـنـ جـزـیـرـةـ الـجـبـیـبـیـتـیـاـ مـعـیدـ صـلـی~ اللـہـ عـلـیـهـ وـسـلـمـ مـنـ جـزـیـرـةـ الـعـربـ، اللـہـمـ لـخـرـجـ
 الـیـہـوـدـ وـالـنـصـارـیـ وـالـمـشـرـکـیـنـ مـنـ جـزـیـرـةـ الـجـبـیـبـیـتـیـاـ صـلـی~ اللـہـ عـلـیـهـ وـسـلـمـ
 مـنـ جـزـیـرـةـ الـعـربـ، اللـہـمـ اـخـرـجـ الـیـہـوـدـ وـالـنـصـارـیـ وـالـمـشـرـکـیـنـ مـنـ جـزـیـرـةـ الـجـبـیـبـیـتـیـاـ
 مـوـحـمـدـ صـلـی~ اللـہـ عـلـیـهـ وـسـلـمـ مـنـ جـزـیـرـةـ الـعـربـ، اللـہـمـ اـخـرـجـ الـیـہـوـدـیـةـ وـالـنـصـارـیـةـ
 وـالـمـجـوسـیـةـ وـالـشـیـوـعـیـةـ وـالـشـرـکـیـةـ مـنـ قـلـوبـ الـسـلـمـیـنـ، يـاـ مـالـکـ الـمـلـکـ تـوـقـیـ الـمـلـکـ
 مـنـ تـشـاءـ وـتـنـزـعـ الـمـلـکـ مـمـنـ تـشـاءـ وـتـعـزـ مـنـ تـشـاءـ وـتـنـذـلـ مـنـ تـشـاءـ بـیـدـکـ الغـیرـ
 انـکـ عـلـیـ کـلـ شـئـ قـدـیـرـ، اللـہـمـ اـیـدـ الـسـلـمـیـنـ فـیـ مـشـارـقـ الـاـرـضـ وـمـغـارـبـ الـاـرـضـ
 الـعـادـ وـالـخـیرـ وـالـطـلـعـاتـ وـاـتـبـاعـ سـنـنـ سـیدـ الـمـوـجـوـدـاتـ، اللـہـمـ وـقـمـ لـمـاـتـبـ وـتـرـضـیـ

واجعل آخرهم خيراً من الاولى اللهم انصر الاسلام وال المسلمين في مشارق الارض و
 مغاربها اللهم اعز الاسلام والمسلمين في العرب والجعنم اللهم اعلى كلمة الاسلام والذين
 في العملة المندية وغيرها من المالك الملحوقة اللهم ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة
 حسنة وقنا عذاب النار اللهم انا نسألك العفو والعافية والفوز في الدنيا والآخرة
 اللهم احسن عاقبتنا في الامور كلها واجرنا من خرى الدنيا وعذاب الآخرة اللهم
 ارحمنا برزق المعاصي ابدا ما ابقيتنا اللهم اعننا على تلاوة القرآن وذرره وشركه ،
 وحسن عبادتك اللهم جتبنا الفواحش ما ظهر منها وما بطن اللهم جنبنا و
 اولادنا واحبائنا واقاربنا وجميع المتعلمين والعلماء والمتعلميين عن الفواحش ما ظهر
 منها وما بطن وجتبنا العرام حيث كان وain كان وعنه من كان وحلبنا
 وبين اهلنا اللهم انا نسألك من خير ما سألك منه نبيك محمد صل الله عليه وسلم
 ونعرف بك من شر ما استعاده منه نبيك محمد صلى الله عليه وسلم اللهم انا نسألك رضاك
 والجننة اللهم انا نسألك الجننة وما قرب اليها من القول والعمل اللهم انا نعرف بك من
 عذاب جهنم ونعرف بك من عذاب القبر ونعرف بك من فتنة المسيح المحال ونعرف بك من
 المسيح السعال ونعرف بك من فتنة السحيم والستار ونعرف بك من المأثم والمغنم ونعرف بك
 من ان اموت في سبيلك اللهم ثبتي كثبيت موسى عليه السلام اللهم ثبتي
 كثبيت موسى عليه السلام اللهم ثبتي كثبيت موسى عليه السلام اللهم واقية
 كرايبة الوليد اللهم واقية كرايبة الوليد اللهم نصرا كما نصر محمد صل الله عليه وسلم
 ونصر اصحابه اللهم نصرا كما نصر محمد صل الله عليه وسلم ونصر اصحابه اللهم نصرا
 كما نصر محمد صل الله عليه وسلم ونصر اصحابه اللهم ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي
 الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اغفر لنا ذنبنا واسر افنا في امرنا وثبت اقدامنا
 وانصرنا على قوم الكفراء

اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمایا اللہ ہماری خرچنٹوں کو معاف فرمایا۔ اے اللہ
 ہم قصور دار ہیں ہم خطا کار ہیں ہم گنہ گار ہیں۔ ہم مجرم ہیں۔ ہماری ساری سر نندگی خواہشات
 کی اتباع میں گزر گئی۔ اے خداوند ندوں ہم دنیا کو سامنے رکھ کر اس سے متاثر ہوتے اور
 اسی کے یقین میں جذب ہو گتے۔ اور اسی کے طالب بن گئے اور اسی کے اندر اپنی ساری
 صلاحیتوں کو ہم نے ضائع کر دیا۔ اے خدا ہماری محنت کے گرد جانے کے اس جرم عظیم
 کو معاف فرمایا۔ جس جرم عظیم سے بڑاروں خرابیاں ہم میں پیدا ہو گئیں اور بہاروں ہمارے
 اندر کی دولتیں لیئیں۔ اے خدا اس محنت کا بد نایاب ہمارا جرم عظیم ہے ساری امت کے
 اس جرم عظیم کو معاف فرمائے خدا ساری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جرم کو معاف
 فرمایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس محنت پر ڈال کر گئے اس محنت کو چھوڑ کر ان محنتوں میں الجھ
 گئے جن محنتوں سے نکال کر وہ گئے تھے اے خدا اس محنت کا بد نایاب ہمارا سب سے بڑا
 جرم ہے اس کو خصوصیت کے ساتھ معاف فرمایا اور اس محنت کو چھوڑ دینے کی بنا پر بھر
 جتنے جرائم میں مبتلا ہوئے ایک ایک جرم کو اپنے کرم سے معاف فرمایا۔ اور ایک ایک عصیاں
 کو معاف فرمایا۔ ایک ایک گناہ کو معاف فرمایا۔ اے اللہ کما یوں کی لائیں کی ہماری عصیاں اور
 خرچنچ کی لائیں ہماری عصیاں اور معاشرت کی لائیں کی ہماری عصیاں اے اللہ بر لائیں میں
 ہم عصیاں کے سند رہیں ڈوبے ہوئے ہیں اے اللہ نکلنے کے ہمارے لئے کوئی صورت
 نہیں ڈوبتا ہو اخود کہاں نکل سکتا ہے۔ بجو ڈوبانہیر ہے وہی نکال سکتا ہے۔ اے خدا ہم سب
 ڈوبے ہوئے ہیں اور تو ہی نکانے والا ہے۔ اے اللہ عصیاں کے دریاؤں میں سے ہم کو
 نکال لئے اپنے فضل سے نکال دے اپنے کرم سے نکال دے۔ اے کریم نافرمانیوں کے
 دریاؤں میں سے اپنے کرم سے نکال دے اے اللہ اپنی رحمت کی رسی ڈال اور ہمیں
 یعنی لے اور ہمیں عصیاں کی دریاؤں میں سے نکال دے اور ہمیں طاقت کی سرگز کوں پر ڈال
 دے اے اللہ ہمیں قربانیوں کی پہاڑیوں کی جنگیوں پر پہنچا دے۔ اے اللہ ہمیں دین کی

محنت کے لئے قبول فرما، ہم سب کو دین کی محنت کے لئے قبول فرمائے اور اے اللہ سو فیصلہ
 اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی محنت کے لئے قبول فرمائے علم کی محنت کے لئے
 ایمان کی محنت کے لئے عبادت کی محنت کے لئے ذکر کی محنت کے لئے اخلاق کی محنت
 کے لئے نمازوں کی محنت کے لئے حج کی محنت کے لئے روزوں کی محنت کے لئے زکوٰۃ
 کی محنت کے لئے ان سارے فرائض و عبادات کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقے
 پڑا جانے کے لئے ہم سب کو اس کی پوری پوری توفیق و محنت نصیب فرمائے اللہ
 اے اللہ ہماری زندگی کے شعبیوں کی بد عملیوں کو بھی دور فرمائے، کماں کی بد عملیوں کو دور فرمائے اور
 کمالی کے اعمال صالح کو زندہ فرمائے، مگر کی زندگیوں کی بد عملیوں کو بھی دور فرمائے اور اعمال صالح کو گھر بلو
 زندگیوں میں زندہ فرمائے، معاشرت کی بد عملیوں کو ختم فرمائے، اے اللہ عدل و انصاف و لے اعمال
 کو ہماری معاشرت میں زندہ فرمائے، اے اللہ ہمیں نیک اعمال سے آرائشہ فرمادے اور برسے
 اعمال سے ہم کو نکال دے اے خداوند قدوس جس قسم کے زمانے میں تو نے اس تبلیغ کے
 ذریعہ اس لکھہ و نماز پر محنت کی صورت پیدا فرمادی اور ہمارے نام دوستوں کو اس پر جمع ہوئے
 کی اور کہنے سننے کی اور اپنی راہ میں نکلنے کی توفیق دی۔ اے اللہ جب تو نے اپنا کرم فرمائی اس
 کام کے ہنئے سننے کا رخت پیدا فرمادیا اور اس کی کام کی نقل و حرکت کا رخت پیدا فرمادیا اے کریم
 اپنے کرم سے سب کو قبول فرمائے اور ان سب کی ایسی تربیت فرمائی ہے نقل و حرکت تجھے پسند
 آجائے تو ہی اپنے کرم سے اس تربیت کی نقل و حرکت کی تربیت فرمائو ہی مرتبی ہے تو ہی تربیت
 کرنے والا ہے تو ہی تزکیہ کرنے والا ہے اور تو ہی پاک و صاف کرنے والا ہے، اے اللہ اس
 نقل و حرکت کو قبول فرمائے اے اللہ اس نقل و حرکت کو قبول فرمائے اے اللہ اس نقل و حرکت کو
 قبول فرمائے، انتہا کی رقت کے ساتھ، اے خدا ان کو ان علاص نصیب فرمائے اے اللہ ان کو ان علاص
 نصیب فرمائے اے اللہ ہم سب کو ان علاص نصیب فرمائے اے اللہ ہم سب کو اپنی تقدیرت پر
 یقین نصیب فرمائے، ہم سب کو یقین نصیب فرمائے اے اللہ ہم سب کو اپنے وعدوں پر یقین نصیب فرمائے

یا اللہ ہمارے خبیندوں کو درست فرمادے اور اس مخت کے لئے ہمارے اندر وہ
 جذبات پیدا فرمادے । اے خدا جن قربانیوں سے اے اللہ یہ میں کے گندے قطرے
 کا بنا ہو انسان تیراد وست بن جاتا ہے۔ اور جن قربانیوں سے تیرا محبوب بن جاتا ہے
 اے خدا ان قربانیوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے۔ اے اللہ جس کرم
 سے تو نے یہ کام اٹھایا اب اس کام کو نکیل کو پہنچا دے، اس کام میں لگنے والوں میں
 دنیا کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے، ملک و مال کی رغبت ان کے دلوں سے
 نکال دے، افتخار کی ہوں ان کے دلوں سے نکال دے، دنیا کے نقشے کے بارے
 میں بے غبتوں کے دلوں میں پیدا فرمادے، ہوت کی حقیقت ان کو عطا فرمائیں
 کی دولت ان کو نصیب فرماء، اے اللہ صبر و اخلاص، مجاهدے کی طاقت ان کو نصیب
 فرماء، اے خدا جس مجاهدے پر انسان اندر سے تیرے ہنوارت سے جگمگا جاتا ہے اور
 تیرے صفات، اخلاق ان اعلیٰ مجاهدوں پر اے اللہ تزییات کے دروازے کھل جانے
 ہیں اور اخلاق کی بڑیوں پر انسان پہنچ جاتا ہے۔ اے اللہ وہ مجاهدے کی دولت ہم
 سب کو نصیب فرماء۔ اے اللہ جس طرح تو نے یہ کام اٹھایا اس کام کو ہدایت کے
 پوری دنیا میں آجائے کا اس کام کو سو فیصد ذریعہ فرار دئے دے، اے اللہ سارے
 انسانوں کے لئے اور سارے ملکوں کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے ہدایت ملنے
 کا سبب اس کو فرار دے سارے زمانوں قوموں ملکوں میں اس مخت کے پہنچنے
 کے لئے قبول فرمائے، اور یا اللہ ہدایت عام فرماء، ہمیں اور ہمارے ساقیوں کو ہمارے
 رشتہ داروں کو اور اس کام میں لگنے والوں کو ان کے متعلقیں اور رشتہ داروں کو اور ان سے
 تعلق و مخت رکھنے والوں کو اس ہدایت میں سے نصیب فرمائو جا ہدیں کو ہدایت دیا
 کرتا ہے اور تو داعیوں کو ہدایت دیا کرتا ہے اور جو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے
 ساقیوں کو ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ اور تو نے انبیاء سابقین کو اور اولیا اش کو ہدایت دا

نزبانی عطا فرمائی تھی، اے اللہ اس ہدایت سے ہم سب کو بھرپور حصد نصیب فرماء، اے اللہ ان خالی ہاتھوں کو اپنے کرم سے بھروسے اور ان خالی دلوں کو اپنے کرم سے بھروسے۔ اپنے عشنز سے اور اپنی محبت سے ہدایت کافرمان ہمارے لئے فرمادے۔ بیا اللہ پوری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اے اللہ، اے اللہ جو اہمیں ضلالت کی طرف کھینچنے ان کے ہاتھوں سے اہمیں چھپوڑا دے اور جو انہیں ہدایت کی طرف کھینچنے ان کے ہاتھوں کی طرف ان کو منتقل کر دے، اے خدا اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھروسہ نصار می مشرکین و مطہرین کے ہاتھوں سے چھپوڑا دے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر ان کو نکھڑا کر دے۔ اے اللہ ان کے بیقینوں کو تھیک کر، ان کو ہدایت نصب فرماء، ان کو الیمان کی قوت نصیب فرماء، ان کو علوم بنویہ کا استقبال نصیب فرماء۔ اسلام کی دولت ان کے بیسیوں میں آتار دے۔ اور اپنا ذکر ان کے دلوں کو نصیب فرمادے اور دنیا کی بے رغبتی نصیب فرمائ کر علم دین سکھنے کے مطابق زندگی گزارنے کی ہدایت نصیب فرماء۔ عام انسانوں کو ہدایت نصیب فرماء۔ اس ملک کے بستے والوں کو ہدایت نصیب فرماء۔ اے اللہ اس ملک کے حاکم و حکوم کو بیان کی اقلیت و اکثریت کو اے اللہ اس راستے کی ہدایت نصیب فرماء، اے اللہ درندوں کی اور اژادہوں کی قسم کے جختے انسان اور درندے انسان ہیں اور جن کو تجھے انسانیت سے نوازنہ ہی نہیں۔ اے خدا ایسے ایسوں کو چن چن کر ہلاک فرماء۔ ایسوں کو زیسوں کو اس کے لئے پھاڑ دے۔ ایسوں کے مکانوں کو ان پر نوٹ دے۔ ایسوں سے نہ توں کو اپنی چھین لے۔ ایسی عبرتیاں سزاویں عذر فرماء، کہ دنیا دیکھے کہ ہبھائی انسانیت کو بچاتا ہے خدا اس کی صورتوں کو اس طرح بدلتا ہے۔ اے خدا ظالم ترین مفسدہوں انسانوں کو چن چن کر ہلاک فرمائ جن ناکوں کی ہدایت سے توہوں اور مکونیں میں ہدایت آجائے، ان کو ہدایت نصیب فرماء۔ اور جن ناکوں کی اے اللہ بلاکت سے توہوں دملکوں کے عشوالت و فساد و ختم ہو جائیں اے اللہ ان کو چن چن کر ہلاک فرمادے۔ اے خداوت و حکومت کے احوال کو ختم کر، ظلم و ستم کے

ماحول کو نہیں کر، عدل و انصاف کے ماحول کو قائم کر، علم و ذکر کے ماحول کو قائم کر، خدمتِ خلق
 کے ماحول کو قائم کر، تعاون و ہمدردی و محبت کے ماحول کو قائم کر، اے اللہ ہماری دعاوں کو
 اپنے فضل و کرم سے قبول فرماء، ہمارے مقر و مضمون کے قرضوں کی ادائیگی فرمائے، ہمارے محتاجوں
 کی حاجتوں کو پورا فرماء، ہمارے بیماروں کو نشدرستی عطا فرماء، جو آنکھ کے بیمار ہیں ان کو آنکھ کی
 شفا عطا فرماء، اے اللہ جو مدد کے بیمار ہیں ان کو مدد کی شفا عطا فرماء، اور لبکیہ جتنے
 آدمیوں نے اس جلسے میں ہم سے دعاوں کے لئے کہایا آج نک اس سے پڑے ہم سے دعاوں
 کو کہایا آئندہ ہم سے وہ دعاوں کو کہیں ابے اللہ سب کی حاجتوں کو پورا فرماء، اور سب کی
 پریشانیوں کو نہیں فرماء، اے اللہ اس جلسے کو سارے ہی انسانوں کے لئے اور سارے ہی مسلمانوں
 کے لئے اس جلسے کو انتہائی باعث نیحو و برگت باعث رشد و ہدایت، باعث لطف و رفت
 اور باعث فلاح و فوز اپنے لطف و کرم سے فرماء، ہماری دعاوں کو اپنے فضل و کرم سے قبول
 فرماء۔ ان نکلنے والوں کو اپنے کرم سے قبول فرماء۔ آئین -

تاریخ وصال

اے نورِ عین حضرت الیاسؑ دہلوی

اے یوسف زمانہ والے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی

لاریب تیری ذات سنتی روشن تری مثال

ہر تکبیدے میں تیری اذان گو سختی رہی

اللہ نے دیا سچھے نطق ولبِ بلا خ

تبیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر

اس راستے میں جان بھی فسے دی نہیں کمال

وارد ہوا یہ قلبِ خرینِ نفسیں پر

”رَأْسُ مَلَكَاتٍ“ سہنے تراسالِ ارجحاء،

۱۳ ص ۸۲

شیدِ نفسیں للحسینی



تسلیع کے چھپنہروں کا خاکہ

ا۔ کلمہ کا جزو اول

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدَ رَسُولُ اللَّهِ کیا ہے؟

کلمہ کا مقصد یقین کی تبدیلی ہے۔ چیزوں سے یقین کی تبدیلی ہے۔ چیزوں سے یقین نکل کر خدا کی ذات پر یقین آجائے۔ اسی چیز کو کلمہ کہتے ہیں۔

ب۔ کلمہ کا جزو دوم

دوسری بات پر حال میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

ا۔ جتنا ہم مجمع کو یقین کی دعوت دیں گے اتنا ہی ہم میں یقین پیدا ہو گا اور تنہائیوں میں اس کلمہ کو عظمت کے ساتھ خدا کے وصیان کے ساتھ جتنا پڑھیں گے۔ اتنا ہی دل میں یقین جسے گا۔

ب۔ نماز ایک عملی مشق ہے۔ کلمہ میں اجمالی طور پر جس بات کا اقرار کیا ہے نماز میں تفصیلی طور پر اس کی مشق ہے۔ نماز سے مقصود ہر حال میں ہر وقت ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے جیسے

نماز میں تمام حرکات و سکنات خدا کے حکم کے مطابق ہیں۔ اسی طرح نماز کے باہر والی زندگی خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو جائے۔ جتنی ہم نماز کی دعوت دیں گے اور نماز کو اچھی طرح بنانکر ٹھیں گے آتنا ہی یہ نماز ہماری زندگی پر اثر انداز ہو گی۔

۳۔ علم سے مراد جانے کے ہیں۔ ہر حال میں ہر موقع حکم جس کی مشق ہم نے نماز میں کی۔ اس کے جانے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ کہ ہر عمل کرنے سے پہلے ہم معلوم کریں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کیسے کیا۔ اس کے معلوم کرنے میں وطن کو چھوڑنا پڑے۔ مال و جان کو فسدان کرنا پڑے۔ تو ان ساری چیزوں کو اس کے حکم کے معلوم کرنے کے لئے قرآن کریں گے۔ علم کے ذریعہ اس کا صحیح جذبہ پیدا ہو گا۔

۴۔ ذکر سے مراد دھیان کا پیدا کرنا ہے۔ تہائیوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے دھیان کا پیدا کرنا۔ نیز تہائیوں کے اندر اللہ پاک کے دھیان اور بڑائی کے ساتھ ان تسبیحات کا پروار کرنا اور اس کے علاوہ ہر موقع کے اذکار مسنونہ میں مشغول رہیں گے تو خدا کا دھیان پیدا ہو گا۔
۵۔ اکرام مسلم۔ ہر انسان کے حقوق کو ادا کرنا۔ بلکہ اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا۔ اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا۔

۶۔ تصحیح نیت۔ اپنی نیت کو صحیح کرنا۔ عمل کے آخر میں اپنی نیت کی کوتاہبیوں کو نکالنا اول میں نیت صحیح کرنا۔ درمیان میں نیت کا دھیان کرنا۔ آخر میں نیت کی کوتاہبیوں کا نکالنا۔
۷۔ تبلیغ۔ دوسروں کو عمل کی دعوت دیتے ہوئے اپنے کو اس عمل پر ڈالنے کی کوشش کرنا۔ یہ ایک مستقل محنت ہے۔ اس کے لئے عمر میں سے اول چار چار مہینے کے لئے اقليم درایم، شہر در شہر دین کے تقاضوں کے لئے چھڑنا۔ اپنی جان و مال سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے فسدان کرنا۔

۸۔ جس عمل سے ز دین کا فائدہ ہو ز دنیا کا۔ اس سے پہنچنے کرنا۔

امیر جماعت کے جانشین اور صاحبزادہ کامشنر کے مکتوب حضرت ناظم عمومی کے نام

ذیل میں امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ کے جانشین مولانا عبدالعزیز الحسن صاحب اور ان کے صاحبزادہ مولوی محمد نارون صاحب کا ایک مکتوب نعل کیا جائے ہے۔ یہ خط آپ دونوں حضرات نے مشترک طور پر ناظم عمومی جمعیت علماء ہند حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کو لکھا ہے اور اس میں حضرت ناظم عمومی سے یخواہش خلاہ کر کے کہ وہ اس خط کو جو ایک پیغام کی صورت میں ہے، تمام احباب تک پہنچا دیں۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کے احترام میں یہ مکتوب بیان درج کیا جائے ہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکات

خداوند کریم سے امید ہے کہ مزار عالی بعافیت ہوں گے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مرحوم حضرت جی بہت ہی کمالات کے حامل تھے۔ بہت سی بیماریوں کے علاج کی صورت تھے۔ بہت سے کمالات کے حامل تھے اور ان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ظاہری طور پر صورت پر لیٹا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ پر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وین کی محنت میں قربانیوں کے ساتھ انہاک اور بارگاہِ الٹی میں امت مسلمہ کے لئے ان تھک دعائیں ان ظاہری صورتوں کا نعم المبدل اور بدلتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسی باریکت اور باعظمت ہستی جن کے وجود گرامی سے امت کا وجود اور جن کے درد و کرب سے اور بے چینیوں سے امت کا نشوونما اور جن کی گیریہ وزاری سے امت کی داریں کی فلکح ونجات اور جن کے

چہرہ انور کی زیارت ہزار ہا سال کی عبادت سے زیادہ ترقی دلانے والی تھی۔ اگر وہ بھی اس فُنیا سے تشریفیت ملے جاویں اور پوری امت ان کی جدائی کے صدر ملے اور رنج میں مبتلا ہو اور مصلحت میں گھر جائے تو حق تعالیٰ شانہ پر اعتماد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر دین کے لئے تربیتیاں اور محنتوں کا انہاک اور بارگاہِ النبی علیہ گورگڑا کر دیا گیا اور اس محنت کا دنیا میں تعدد و تبلیغ آپ کی ذاتِ عالیٰ کا بدل ہے اور قیامتِ تہک کے لئے یہ سارے جانے والوں کا بدل پڑے میں نئے ہوتے تھے۔ ما ہمان اللہ یعذ بہم وانت نیہم و ما ہمان اللہ محمد بہم لست غفرن

حق تعالیٰ شانہ نے اطفاء و کرم اور فضل سے دین کی محنت کے جس عالی کام کی طرف ہر جمیع احباب کی رہبری فراہمی ہے اس میں پوری امتِ مجددیہ مرحومہ کے داریں کے مصائب کا پوری طرح علاج ہے۔ آپ پورے انہاک کے ساتھ سارے مصائب کے علاج کا یقین اس میں کرتے ہوئے اس محنت پڑھنے اور اس کی شکل کے صحیح ہونے کے لئے پوری پوری طرح محنت کریں تاکہ اس امت کے علاج کے لئے ایمان کی قرابین میں بہت سے باہمیت ہے وہ نفس کش داعیِ الی اللہ پیدا ہوں۔ ان کے وجود میں آنسے کے لئے ثابوں کرداریں میں حاصل کریں اس کی نقیبیں سارے احباب کو ردا ش فرمائیں، اور یہ وقت لگنا حضرت جی کے ایصالِ ثواب کی نیت سے کریں اور کرامیں۔ صدقات و خیرات اور کثرتِ تکالوفِ قرآن پاک خصوصاً ذکر و دعا مقامی دبیرِ فی گشت روزانہ تعلیم کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب کی صورتیں اختیار کی جائیں۔ فقط و السلام۔

مولانا محمد انعام الحسن غفرنہ، مولوی محمد احمد غفرنہ

تمت بالخير

بِرْ صَغِيرِ پاک و ہند کے پیش (۲۰) سرط مُسْلِمَان

جو — مفتر، مفتک، مُدّتہ، خطیب، ادیب، زعیم، وجیہ، محقق،
بُلْغ، مُحَدِّث، مُؤرخ، موحد، عالم، عارف، زاہد، عابد، قائد اور مُرشد کامل تھے۔
جتنیں ہیں — شاہ ولی اللہؒ کا تفکر — شاہ عبدالغفرنگ کا تقوی — شاہ عبدالغفارؒ کی قرآن فہمی
شاہ فیض الدین کی سلامتی — شاہ سعیلؒ کا جذبہ جہاد — اور — تید حمد شید کی ہتھامتی
اکابر دیوبند کے مثالی کروار کا ذکر جمیل —

ایک زبانی پیش کش — عظیم تاریخی دستاویز — عجیب اساتین عشیں و دنیا
دیکش روشنی کا بینار — اکابر کے خلقط کا عکس — دلائر و افات — بیشمار معلومات کا خزانہ
دنیا بھر کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت اہل علم و فلم کے مضامین سے مرتب و مزین۔
سائز ۲۰ × ۳۰ $\frac{۱}{۸}$ صفحات ۹۰۰ سے زائد — شگفتہ کتابت

آفست طباعت — حسین گرد پوش — مجلد ، قیمت ۱۸ روپے
زیر طباعت — مصہولہڈاک بذریعہ یاد

خواز کے لیے ایک روپیہ سمجھ کر ایک جزو منگرائیے۔ پنڈ آئے تو پوری کتاب کا آڑ دیجئے

مکتبہ رشیدیہ ○ میاں چنوں ضلع مُstan

ملنے کے پتے

- (۱) مکتبہ رشیدیہ - ۳۶۔ اے شاہ عالم - لاہور
- (۲) مکتبہ رشیدیہ - میاں چپوں - ضلع مultan
- (۳) مکتبہ رشیدیہ - غلام منڈی - ساہبی وال
- (۴) شرکت علمیہ - بیرون بوجہ گیٹ مultan شر
- (۵) ادارہ نشریاتِ اسلام - چوک مینار - انارکلی - لاہور
- (۶) مکتبہ نفیس ۸ میکلوڈ روڈ لاہور

بیل (۲۰) بُرے مُسْلِمان

مولانا محمد فاسٹ نانو توی	حاجی امداد اللہ مہاجر کی
شیخ الہند مولانا محمد عومن	مولانا رشید احمد گنگوہی
علامہ محمد انور شاہ محدث شیری	مولانا اشرف علی بخت نوی
مفتی کفایت اللہ دھلوی	مولانا عبید اللہ سندھی
علامہ شبیر احمد شافعی	مولانا سید حسین احمد مدینی
مولانا شیخ عبد القادر آپسوی	مولانا محمد ایاس ڈہلوی
مفتی محمد حسن اترسی	مولانا الحمد علی لاہوری
مولانا محمد علی جوہر	مولانا ابو الكلام آزاد
مولانا سید عطاء اللہ شاہ بنجای	مولانا سید محمد سلیمان ندوی
سردار احمد خان پتافی	مولانا حفظ الرحمن سیوطہ روسی

مکتبہ رشتہ بیداری، میاں چینوں ضلع ملتان